نور الحبیب ۲۰۰۷

18

جلد

حضرت فقیہ اعظم

عرس حضرت فقیہ اعظم

مولانا محمد فیض النعیم اشرفی

ہماری تاریخ جہد و عمل، علم و فضل، عظیم شخصیتوں، نام ور ہستیوں اور نادرِ روزگار افراد کے اعتبار سے جتنی مال دار، روشن، نام دار اور وقیع ہے، اتنی کسی اور مذہب، فلسفہ اور تہذیب کی تاریخ قابلِ رشک نہیں۔

ذرا ایک نظر ڈالیے حکمرانوں میں خلفاءِ راشدین، مجاہدہ و فقر میں خانوادۂ اہل بیت، ایثار و وفا میں حضرات صحابہ کرام، قرآن فہمی میں مفسرین، روایت میں محدثین، تفقہ و تدبر میں ائمہ اربعہ، فلسفہ و حکمت میں رازی، بوعلی، ابن رشد، فارابی، البیرونی اور کندی، زہد و تصوف میں شیخ جیلان، بایزید بسطامی، فضیل بن عیاض، فاتحین میں محمد بن قاسم، صلاح الدین ایوبی اور نورالدین زنگی، مصنفین میں امام سیوطی، علامہ یوسف نبہانی اور امام احمد رضا فاضل بریلوی، شعراء و ادباء میں مولانا روم، شیخ سعدی، عمر خیام اور حافظ شیرازی، حکمتِ دین کے حوالے سے امام غزالی، امام شعرانی اور شاہ ولی اللہ ایسے نام، محض نمایاں افراد نہیں بلکہ یہ گرامی قدر شخصیات ایک پوری تاریخ، بھرپور تہذیب اور کامل فلسفہ ہیں---

جس طرح پھول کی تر و تازگی اور طراوت و شادابی اس بات کی دلیل ہوتی ہے کہ اس کے باریک ریشوں میں پانی کی نمی کارفرما ہے، یہ نمی نہ رہے تو پھول مرجھا جاتا ہے، اسی طرح دنیا میں جاری ایثار و وفا، حدیث و تفسیر، فقہ و شریعت، فلسفہ و حکمت، زہد و تصوف، تصنیف و تالیف، شعر و ادب اور حکمتِ دین اس امر کا پتا دیتا ہے کہ ان کے پیچھے قوتِ رحمۃ للعالمینی کارفرما ہے، جبھی تو یہ سب کچھ زندہ ہے بلکہ نشو و نما پا رہا ہے---

انھی عظیم شخصیات میں شمار ہونے والی ایک شخصیت، جس نے بصیر پور ایسے علمی مراکز سے کوسوں دور قصبے میں چشمۂ علم جاری کیا اور جنگل میں منگل کا سماں پیدا کر دیا اور خارزاروں کو گل زاروں میں تبدیل کر دیا--- اسے پنجاب بھر کی روحانی خانقاہ بنا دیا--- کیکر اور سرکنڈوں کا بے نشان گوٹھ، بصیر پور شریف، جہلاء کے لیے

تربیت گاہ بنادیا، وہ میرے ممدوح وموصوف مظہرِ غوث الوریٰ، نائبِ ابوحنیفہ، حامیٔ سنن، ماحیٔ فتن، ناصرِ دین، کاسرِ شرِ مفسدین، عمدۃ الاخلاء، زبدۃ الاحباء، فقیہ زماں، فقیہ النفس، محدثِ دوراں، صاحب فضل، سراپا علم وعمل، شیخ الحدیث والفقہ والتفسیر، ماحیٔ بدعات شنیعہ، عالم نبیل، عالم یلمعی، فاضل لوزعی، مفتیٔ اعظم، مولانا المعظم، الفقیہ الاعظم حضرت خواجہ ابوالخیر مفتی پیر محمد نور اللہ نعیمی قادری متعنا اللّٰہ بفیوضاتہٖ کی ذات گرامی ہے---

آپ ایک ہمہ جہت اور بھرپور شخصیت تھے---ایک کامل صوفی، صاحبِ اسلوب مصنف، مترجم، مفسر، فقیہ، محقق، محدث، فلسفی، منطقی، راسخ علم عقائد، ماہر علم مناظرہ، کلام، بیان اور معانی کے طور پر بہت نمایاں حیثیت اور نام کے مالک وحامل تھے---ان کا سب کچھ اللہ کے لیے تھا، رنج وخوشی، غصہ وپیار، یگانگت وبے گانگی، دوستی ودشمنی، لینا، دینا، تبسم وآنسو، سوچ وخیال، درد وسوز، آہ وگریہ، راحت وکلفت، اوڑھنا، بچھونا، جینا، مرنا، ان کا پیمانہ ومعیار سارے جہانوں کا پروردگار تھا---بلامبالغہ آپ ''آیۃ من آیات اللّٰہ'' تھے---

آپ سچے وارثِ منبرِ رسول، کامیاب مبلغِ میدانِ دعوت، علوم شرعیہ کے صحیح وارث، مسندِ رشد وہدایت کے مرشدِ کامل اور دنیائے قلم وقرطاس میں مانے ہوئے انشاء پرداز تھے---ایک دنیا آپ کے سحرِ علم وفضل کی اسیر تھی اور روحانیت میں آپ لاثانی تھے---جماعتِ اولیاء اگر ستاروں کا ہار ہے تو آپ اس کا چاند---تصوف اگر کتاب ہے تو آپ اس کا عنوانِ جلی---روحانیت اگر شمع ہے تو آپ اس کی لو---تجدید واحیائے دین کا کام اگر شاداب چمن ہے تو آپ اس کا گلِ سرسبز---شکوہِ علم اور غیرتِ فقر اگر کوہِ طور ہے تو آپ اس کا جلوۂ نور---

آپ نے دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیرپور شریف کو محض درس گاہ کے طور پر متعارف نہیں کروایا بلکہ اسے ایسی مادرِ علمی کا رنگ دیا، جس کی ماماتا کی کشش جملہ شعبہ ہائے حیات سے تعلق رکھنے والے اہلِ اسلام کو اپنی طرف متوجہ کرتی گئی---

تعلیم وتدریس کے ساتھ ساتھ آپ نے تمام مسلمانوں کو فقہ وشریعت کی طرف مائل کرنے کے لیے چھ ضخیم مجلدات پر مشتمل ''فتاویٰ نوریہ'' تصنیف فرمایا اور یہ علمی خزانہ ملتِ اسلامیہ کی نذر کرتے وقت یہ بات پیش نظر رکھی کہ قارئین محض مسائلِ فقہ ہی سے آگاہی حاصل نہ کریں بلکہ دلائلِ قرآن وسنت کے حسین امتزاج کے ساتھ ساتھ بطور خاص فقہ کی امہات الکتب کے حوالہ جات سے مفاہیم ومطالب کو واضح کرنے کی کوشش فرمائی---اور غالباً آپ عہدِ حاضر کے پہلے فقیہ ہیں، جنھوں نے اس طرزِ تحقیق کا اہتمام کیا---

حضرت فقیہ اعظم (انار اللّٰہ بنورہ قلوب المؤمنین) کے عشقِ رسول کے باب کے حوالے سے ان کے نثر پارے کیسے شہ پارے ہیں، اہل نظر سے مخفی نہیں---پڑھیں تو دل وجد کناں ہو جاتا ہے، آنکھیں ابل پڑتی ہیں، کلیجے پر برف پڑجاتی ہے، جگر تھامے نہیں تھمتا، روح سرشار ہو جاتی ہے اور دماغ معطر ومعنبر ہو جاتا ہے---اس پیارے کی بات ایسے پیارے لہجے میں کی گئی ہے کہ اپنے آپ پر پیار

آنے لگتا ہے--- دنیا میں قوسِ قزح کی معصومیت کے چرچے ہیں، چاندنی کی ٹھنڈک کی باتیں ہوتی ہیں، شبنم کی پاکیزگی ضرب المثل ہو کر رہ گئی ہے، گلاب کی شادابی کی کیا بات ہے، غنچے اور کلی کی لطافت اپنی جگہ مسلمہ ہے، ہیرے کی آب و تاب کا جواب نہیں، نسیم سحر کی جادوئی خوش بو کا زمانہ معترف ہے، تاروں کی لو بڑی دل آویز ہوتی ہے، کنول کے پھول بڑے شفاف ہوتے ہیں، ہرنی کی چال میں بڑا بانکپن ہوتا ہے، کوئل کی نغمگی سبحان اللہ، آبشار کی گونج ماشاء اللہ، کچی مٹی کی سوندھی مہک کیا کہنے اور پنکھڑی کی نازکی واہ واہ--- مگر خدا لگتی بات ہے کہ اپنی تحریروں میں عشق و محبت رسول ﷺ کا جو گھلاؤ گھولا اور رچاؤ پیدا کیا ہے، جو کیفیت اور جو معنویت پیدا کی ہے، جو رنگ اور جو نور پیدا کیا ہے، اس کا جواب نہیں--- دل بے اختیار پکار اٹھتا ہے کہ جس ذاتِ ستودہ صفات کا پیرہن کاغذی اتنا خوب صورت ہے، وہ خود کتنی دل آویز اور دل ربا شخصیت ہوگی؟---

آپ کے ہزاروں تلامذہ شاہد ہیں کہ ہم نے مجالسِ فقیہ اعظم میں دل گداختی کے مناظر شب و روز دیکھے--- غم گسارِ امت ﷺ کا ذکر چھڑتے ہی حالت غیر ہو جاتی--- سرد آہیں بھرتے، رنگ زرد پڑ جاتا--- عجیب کیفیت طاری ہو جاتی--- سرشاری کا عالم ہوتا--- ماہئ بے آب کی طرح تڑپتے--- سیماب کی طرح مضطرب رہتے--- آنکھوں سے آنسوؤں کا نہ تھمنے والا سیل رواں ہوتا--- جسم پہ رعشۂ سیماب طاری ہوتا--- آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں رواں ہو جاتیں--- بسمل کی طرح لوٹ لوٹ جاتے--- آنکھیں گوہر بار ہو جاتیں--- آواز بھرا جاتی--- جگر پانی ہو جاتا--- خوف و رجا کا امتزاج ہوتا--- دل سوز و جذباتِ محبت سے معمور ہوتا---

آپ کی کتابِ زندگی کا ورق ورق محبت و عشقِ رسول ﷺ کے مبارک عنوان سے سجا ہوا ہے--- محبتِ رسول کے دل پذیر، حیات آفریں اور عطر بیز ماحول میں آنکھ کھولی--- اسیرئ زلفِ محبوب، وابستگی کمال گویا میراث میں ملی، والدین اور اساتذہ نے زمینِ دل میں شیفتگی محبت کا بیج بویا، جو مرورِ وقت کے ساتھ شجرِ ثمر بار بنا--- خستگی، شکستگی، شیفتگی، دل گداختی، سوختگی کمال درجے کی پائی--- محبت و وابستگی آپ کے انگ انگ میں رچی ہوئی تھی--- غرض، ملی، فکری، فنی، تکنیکی، تحقیقی، عمرانی، مذہبی، روحانی، نفسیاتی، ادبی، تحریری، تحریکی، متنوع موضوعات زیرِ گفتگو آتے، لیکن ہر بات کا محور و مرکز ذاتِ آقائے کونین ﷺ ہی رہی---

اسی محبت سے آپ کو ذہن رسا، قلبِ صفا ملا--- اسی سے پختگئ اظہار، بلندئ کردار ملی--- اسی سے آپ مصلحِ ملت ہوئے--- اسی سے صاحبِ فکر ہوئے--- اسی سے قائدِ ملتِ بیضا ہوئے--- اسی سے واقفِ اسرارِ دین ہوئے--- اسی سے آپ دانشِ عصر و خضرِ عصر ہوئے--- اسی سے آپ نائبِ ابوحنیفہ اور فقیہ اعظم جیسے تاجِ عظیم کے حق دار بنے---

عام طور پر دیکھنے میں آیا ہے کہ علمی زندگی کے رسیا افراد عملی زندگی کی کشاکش سے دور رہتے ہیں اور

اگر اس جانب توجہ کرتے ہیں، تو علمی زندگی متاثر ہو جاتی ہے--- یہ نظریہ عام لوگوں کی زندگیوں پر درست ثابت ہوتا ہے لیکن میرے ممدوح و موصوف حضرت فقیہ اعظم (سلّمنا اللّٰہ العلی القوی بانوارہٖ) کا یہ کمال تھا کہ آپ نے زندگی کے علمی و عملی دونوں پہلوؤں کو پوری قوت کے ساتھ قائم رکھا---

معمولاتِ فقیہ اعظم میں سحر خیزی راسخ عادت تھی--- موسموں کے تغیر، طبیعت کے زیر و بم، سفر و حضر کبھی مانع نہ ہوئے اور زمستانی ہوا کی تلوار کی سی تیزی سحر خیزی میں کبھی حارج نہ ہوئی---

احترامِ سادات، احترامِ آلِ مصطفیٰ، احترامِ خانوادۂ مکرم، احترامِ شہرِ مصطفیٰ، احترامِ فرامینِ مصطفیٰ، احترامِ محبانِ مصطفیٰ، حیاتِ حضرت سیدی فقیہ اعظم (نوّر اللّٰہ بہ قلوبنا بالایقان) کے جداگانہ اہمیتی گوشے ہیں---

خانقاہِ نوریہ کا یہ فیض رساں یکم رجب المرجب 1403ھ، بمطابق 15/اپریل 1983ء تک ظاہری دنیا میں یمن و برکت اور سعادتیں بانٹتا اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملا--- اللہ تعالیٰ آپ کی پُر نور قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے--- آمین ثم آمین

وہ انسان خوش قسمت تصور کیا جاتا ہے، جو اپنی محنت کے ثمرات اپنی زندگی میں آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے اور اس مقدر کے دھنی کا ستارہ اوجِ کمال پر ہوتا ہے، جس کے لگائے ہوئے پودوں کی آب یاری اس کے ورثاء اپنے لیے سعادت خیال کریں--- اس باب میں حضرت سیدی فقیہ اعظم (لازالت شموس فیضانہ بازغۃ) سعادتوں کا وہ بلند منار ہیں، جس کی طرف اٹھنے والی نگاہیں خیرہ اور اس کی بلندیوں کو حیطۂ ادراک میں لانے والے افکار اپنی تنگ دامانی پر شکوہ کناں نظر آتے ہیں--- جب 14/فروری 1981ء کو آپ نے اپنے لختِ جگر حضرت صاحبزادہ مفتی محمد محب اللہ نوری دامت فیوضاتہ کو اپنی جملہ ظاہری و باطنی امانتیں سپرد کیں تو دور دنیا میں پھیلے اس سلسلے کے جملہ متوسلین و متعلقین نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ آپ کی امانتوں کے امین اور خانقاہِ عالیہ کے جانشین نے آپ کے مشن کو چار چاند لگانے اور آپ کے دینی منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے اپنی بہترین صلاحیتیں اس انداز سے وقف فرمائیں کہ اہلِ نظر کی آنکھوں کا تارا بن گئے--- دارالعلوم حنفیہ فریدیہ برائے طلبہ کو نیا جوبن بخشنے کے ساتھ ساتھ شعبہ طالبات کا اجراء بھی فرمایا--- خانقاہی تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے اتنے خلیق، حلیم الطبع اور ان تھک ثابت ہوئے کہ اپنے والدِ گرامی کے تعلق داروں کو جدائی کا احساس نہ ہونے دیا--- روز بروز یہ صفات فزوں تر ہوتی چلی گئیں اور آپ کا تعلق نبھانے کا انداز ضرب المثل بن گیا--- مصیبت میں گھرے انسانوں کے درد بانٹنا، انسانیت کی خدمت آپ کی فطرتِ ثانیہ بن چکی ہے--- اس باب میں آپ کا رنگ ڈھنگ اتنا بلند آہنگ ہے کہ اس کی صدائے بازگشت فرسنگوں دور سنائی دیتی ہے---

آپ خانقاہِ نوریہ کو ذکر و فکر کا مرکز بنانے کے ساتھ ساتھ اسے ایک ایسا عظیم الشان فلاحی مرکز دیکھنا

پسند کرتے ہیں، جہاں علم وحکمت کے خزانے بھی لٹائے جا رہے ہوں اور ساتھ ہی ساتھ متوسلین کی جملہ ضروریات کو پورا کرنے کے لیے منظم ترین طریقہ کار بھی ہو--- آپ کا واضح نقطہ نظر ہے کہ بزرگانِ دین کے اعراس نہ تو محض رسمی جلسوں کی طرح منانے چاہییں اور نہ ہی ان مواقع پر میلوں ٹھیلوں کا سماں ہونا چاہیے، بلکہ ان اجتماعات سے فائدہ اٹھا کر ہمیں اپنی نسل نو کی تربیت کے لیے اچھے سے اچھے انتظامات کی طرف توجہ دینی چاہیے---

جمادی الاخریٰ کا چاند طلوع ہوتے ہی عرس مبارک کی تیاریوں کا سلسلہ دار العلوم وآستانہ عالیہ کے ورکروں کی سرگرمیوں کی توجہ کا مرکز بن گیا--- حسبِ سابق اشتہار چسپاں کرنے اور بینرز آویزاں کرنے کی مہم بھرپور طریقے سے جاری ہوگئی--- شعبہ نشر واشاعت کے سیکرٹری مولانا صاحبزادہ محمد فیض المصطفیٰ نوری نے دار العلوم حنفیہ فریدیہ کے رعنا، بلند ہمت اور ان تھک جوانوں پر مشتمل ٹیمیں اس اہم ترین کام کے لیے روانہ کیں--- انھوں نے پوری عقیدت ومحبت کے ساتھ بصیر پور شریف اور ملحقہ مین روڈز کے علاوہ مختلف شہروں، دیہاتوں، سڑکوں اور اہم مقامات پر انتہائی پرکشش بینرز بھی آویزاں کیے اور خوب صورت اور دل آویز اشتہارات وسٹیکرز سے شہر شہر اور قریہ قریہ مزین کر دیا---

عرس مبارک کے پروگراموں کے حوالہ سے تشہیری مہم میں مولانا ریاض احمد نوری واراکین بزم غلامانِ فقیہ اعظم قصور، بزم غلامانِ فقیہ اعظم راجوال، مولانا حافظ محمد ظہور اللہ چشتی، مولانا عزیز احمد نوری، لاہور، صوفی نذیر احمد نوری، مولانا قاری بشیر احمد نوری حجرہ شاہ مقیم، نوری الحسن ٹریولز اینڈ ٹورز بصیر پور اور بزم غلامانِ فقیہ اعظم بصیر پور نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا--- علاوہ ازیں مختلف اداروں اور تنظیموں نے اپنے اپنے رسائل وجرائد میں اشتہارات شائع کروائے اور نجی سطح پر بھی اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں--- درجنوں اداروں کے بینرز اور سٹیکرز بھی اس مہم کو چار چاند لگا رہے تھے--- ان سطور میں شاید سب کے نام نہ ذکر کیے جا سکیں، بہر حال جملہ افراد، تنظیموں اور اداروں کی عقیدت ومحبت ہر مقام پر نظر آ رہی تھی---

عرس مبارک سے قبل جمعۃ المبارک کے روز جگر گوشہ جانشین فقیہ اعظم صاحبزادہ محمد نعیم اللہ نوری نے مختلف دیہاتوں سے تعلق رکھنے والے طلبہ کا ایک اہم اجلاس بلایا اور ڈاکٹر عبد الحمید نوری اور رفقاء کی طرف سے چھپوائے جانے والے تفصیلی پروگرام کے پمفلٹ تقسیم کروائے--- حضرت سجادہ نشین مدظلہ اور آپ کے خدام کی پرخلوص مساعی کا ثمرہ تھا کہ رواں سال کے عرس مبارک میں پہلے سے بھی زیادہ زائرین نے حاضری دی اور صاحبِ عرس کے فیوض وبرکات سے اپنے دامن بھر کر لوٹے---

اس موقع پر حضرت سیدی فقیہ اعظم (نور اللّٰہ قلوب الخلائق بنور شمس علومہ) کی دینی، علمی اور سماجی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کرنے کے لیے متعدد رسائل اور ڈیلی اخبارات نے خصوصی ایڈیشن شائع کیے--- ماہنامہ عرفات، ماہنامہ زمزم، ماہنامہ السعید، ماہنامہ سید ھا راستہ، ماہنامہ کنز الایمان،

ماہ نامہ معارفِ رضا، ماہ نامہ نور العرفان، اور ماہ نامہ فیض عالم نے ماہِ جولائی میں آپ کی حیات و خدمات پر مضامین جب کہ ماہ نامہ الفرید اور مجلّہ کرمانوالا نے عرس مبارک کے اشتہارات شائع کیے--- روز نامہ پاکستان، لاہور نے مؤرخہ ۱۶ اور ۱۸ر جولائی، جب کہ روز نامہ نوائے وقت لاہور میں ۱۷ر جولائی اور سنڈے ایڈیشن (۲۲ر جولائی) میں آپ کی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کیا، جب کہ ۲۶ر جولائی کو مکتوب شائع ہوا اور روز نامہ جنگ ۲۰ر جولائی کو رنگین صفحہ اوّل پر بھی مضمون شائع ہوا--- علاوہ ازیں مختلف اخبارات نے بھی عرس مبارک کی خبریں لگائیں اور اس عظیم ہستی کے جان دار کردار کو دادِ عقیدت دی--- اس موقع پر ڈاکٹر خواجہ عابد نظامی، علامہ احمد علی قصوری، پروفیسر خلیل احمد نوری، مولانا کوثر نیازی، مولانا محمد نعیم نوری اور سرور مجاہد چیف رپورٹر نوائے وقت اوکاڑا کے مضامین جرائد و اخبارات کی زینت بنے---

دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف کی پرشکوہ عمارت کے وسط میں حضرت سیدی وسندی فقیہ اعظم (قدّسنا اللّٰہ بسرہ العزیز) کا مزار مبارک اور مغرب میں جامع مسجد نور اور دار الفرقان، جانبِ جنوب میں شعبہ بنات کے جدید و پرکشش ہاسٹل پر طائرانہ نظر ڈالیں تو محسوس ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی عظمتِ رفتہ ایک بار پھر لوٹ آئی ہے--- عام حالات میں بھی یہ رنگین مناظر دلوں کو بھلے لگتے ہیں لیکن عرس پاک کے دنوں میں ان کا جوبن قابلِ دید نی ہوتا ہے---

پچھلے سال کی طرح امسال بھی حافظ عبد الرشید نوری، حاجی محمد اقبال نوری اور ظہور احمد نوری نے لائیٹنگ کا وسیع اہتمام کر کے اپنے شیخ سے سچی عقیدت کا ثبوت دیا--- سال گزشتہ بھی باہو لائٹ اینڈ ڈیکوریشن نے پورے ماحول کو جگمگ کر دیا تھا اور اب کی بار تو ان جیالوں نے محنت کی حد کر دی--- ابھی عرس مبارک شروع ہونے میں چار دن باقی تھے کہ دار العلوم کے عین درمیان سے چاندنی کی کرنیں بکھیرتا گنبد، مشرق سے نکلتے ہوئے ماہِ تمام کا نقشہ پیش کرنے لگا--- اگلی رات جلتے بجھتے بجلی کے قمقمے اور تیز روشنیاں ایک طرف پوری عمارت کے ماتھے کا جھومر تھیں، تو دوسری طرف اس کے فرنٹ پر مختلف رنگوں کی لمبی لمبی لڑیاں خوبرو دلہن کے گلے میں لٹکتے ہاروں کا نقشہ پیش کر رہی تھیں--- ڈیکوریشن کا سلسلہ مرحلہ وار جاری رہا اور عرس سے ایک رات پہلے تک دار العلوم، دربار نور، جامع مسجد نور اور ملحقہ پنڈال و گلی کوچے برقی قمقموں، ٹیوبوں، رنگا رنگ بلبوں، آرائشی محرابوں اور بینروں سے مزین فضاؤں میں لعل و یاقوت کا عکس بکھیرتے ہفت رنگ جلوے پیش کر رہے تھے---

تشہیری مہم اور ظاہری سجاوٹ کے ساتھ ساتھ مہمانانِ گرامی کے قیام و طعام، آنے والے قافلوں کے استقبال اور بمطابق حفظ مراتب ان کے لیے موزوں رہائش گاہوں کا انتظام بھی پیشِ نظر تھا---

بحمدہٖ تعالیٰ دار العلوم حنفیہ فریدیہ کے اساتذہ و طلبہ نے حسبِ استطاعت اپنے اپنے فرائض ادا کیے--- دار العلوم کی حدود میں مختلف مقامات پر پینے کے پانی کا انتظام کر دیا گیا--- کھانا پکانے اور تقسیم کی ذمہ داریاں

نبھانے والوں کی آزمائش زیادہ تھی---عرس مبارک کے موقع پر دوروزہ لنگر شریف کا سلسلہ مسلسل جاری رہا--- مردوں کے لیے کھانے کا انتظام دارالفرقان ہاسٹل کے قریب کھلے گراؤنڈ میں تھا، اس اہم ذمہ داری کو استاذ الحفاظ والقراء جناب قاری بشیر احمد شاکر نوری (مہتمم دارالعلوم جامعہ حنفیہ تعلیم القرآن عارف والا، پاک پتن شریف) کی زیر قیادت مدرسین وطلباءِ شعبہ حفظ القرآن دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف نے ان تھک محنت سے سرانجام دیا، جب کہ خواتین کے لیے شعبہ بنات کی جدید عمارت اور حضرت قبلہ جانشین فقیہ اعظم کی رہائش گاہ مخصوص تھی---

مشائخ عظام وعلماء کرام کے کھانے کے انتظام کے لیے دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کی جنوبی عمارت کی چھت اور کمرہ جات مخصوص تھے، جہاں مولانا محمد نواز نوری (مدرس دارالعلوم)، مولانا محمد رفیق نوری (دیپال پور) اوران کے رفقاء طلبہ نے ڈیوٹی سرانجام دی---

کھانے کی تیاری کے حوالے سے حسبِ سابق حاجی خدا بخش نوری، حاجی نیاز احمد نوری، غلام مصطفیٰ نوری (ناظم آب وطعام)، صوفی محمد شفیع نوری، حاجی خوشی محمد نوری، چودھری محمد حیات نوری، شیخ محمد ارشاد نوری اور شیخ محمد خالد نوری وغیرہم نے بھرپور کردار ادا کیا---

لنگر تیار کرنے کے لیے دارالفرقان ہاسٹل سے متصل لنگر خانہ کے مغربی گیٹ کے قریب بیسیوں چولہے نصب تھے، جب کہ ساتھ ہی روٹی پکانے کے لیے سات تنور---یہ سارا سلسلہ پوری قوت کے ساتھ عرس کے ہر دوروز مسلسل جاری رہا---باوجودیکہ عشاق فقیہ اعظم کا اتنا بڑا اجتماع کہ تل دھرنے کو جگہ نہ تھی لیکن کسی بھی وقت ان انتظاماتِ طعام وشرب میں تنگ دامانی کی ہلکی سی جھلک بھی محسوس نہ ہوئی---

فضلائے کرام کے لیے ناشتے کے انتظام میں حسب سابق شیخ محمد سردار نوری مرحوم کے صاحبزادے شیخ محمد نصر اللہ نوری (نوری بیکرز، بصیر پور) نے حصہ لیا، مولانا غلام عباس نوری (مدرس دارالعلوم) کی قیادت میں طلبہ کی ایک جماعت ان کی معاون رہی---

یوں تو بہت سے احباب نے لنگر کے لیے عطیات پیش کیے، مگر بطور خاص منشی صوفی نواب علی نوری، پاک پتن شریف نے نمایاں خدمات انجام دیں---

بحمد اللہ تعالیٰ حضرت سیدی فقیہ اعظم (لازالت شموس فیضانه طالعة) کے ساتھ محبت کرنے والوں کی تعداد میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے، ہم اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکر کناں ہیں---ایک سروے کے مطابق عرس سراپا قدس کے موقع پر جتنے لوگ دربارِ عالیہ و جامع مسجد نور کی حدود اور دارالعلوم کے مختلف مقامات پر موجود رہے، تقریباً اتنے ہی افراد شہر کی مختلف مساجد، ہوٹلوں اور مختلف محلہ جات کی بیٹھکوں میں وقفے وقفے سے اقامت گزیں رہے---

حسب سابق مجالس کے انعقاد کے لیے دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کا وسیع صحن اور جامع مسجد نور سے متصل پنڈال

مخصوص تھا---مولانا حافظ طارق محمود سعیدی، مولانا غلام علی نقشبندی، مولانا محمد احمد ساجد (مدرسین دار العلوم) کی زیر قیادت دورۃ الحدیث، موقوف علیہ اور دیگر کلاسز کے طلبہ بینرز کی حسن ترتیب میں مشغول ہو گئے--- دن بھر کی محنت کے بعد انھوں نے دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف کے صحن، در و دیوار اور جامع مسجد نور کے ساتھ بنائے گئے پنڈال کو دلہن کی طرح سجا دیا---صبح ۸ بجے النور ٹینٹ سروس بصیر پور کی ٹیم پہنچ گئی، انھوں نے انتہائی عقیدت و محبت کا مظاہرہ کرتے ہوئے صحن دار العلوم اور لنگر شریف سے متعلقہ علاقہ جات کو خوب صورت شامیانوں اور قناتوں سے مزین کر دیا---

دربار حضرت فقیہ اعظم اور اسٹیج کی سجاوٹ کا نہایت عمدہ کام راقم الحروف کی قیادت میں کلاس ادیب عربی کے طلبہ نے مسلسل تین دن کی محنت سے باحسن و خوبی سرانجام دیا، جسے عوام و خواص نے خوب سراہا---

اتنے بڑے ہجوم میں سیکورٹی کا انتظام انتہائی مشکل مرحلہ تھا، اس سلسلہ میں ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر کی پولیس نے بھی اپنی ذمہ داریاں باحسن وجوہ نبھائیں---میاں فیاض احمد نوری، حاجی ممتاز احمد نوری، میاں غلام مرتضیٰ وٹو، چودھری حافظ معظم علی (چاہ بختو والا) اور ان کے رفقاء کے ساتھ ساتھ حافظ نذیر احمد چشتی (مدرس دار العلوم) کی قیادت میں طلبہ کی ایک جماعت بھی ان دو روزہ پروگراموں میں چوکس رہی--- سیکورٹی کے اس فول پروف انتظام کی بدولت بحمدہٖ تعالیٰ دوران عرس کوئی ناخوش گوار واقعہ پیش نہیں آیا---

عرس سراپا قدس کی جملہ کارروائی براہ راست نشر کرنے کے لیے کیبل سسٹم کو استعمال کیا گیا تاکہ وہ لوگ جو کسی وجہ سے دربار فقیہ اعظم پر حاضر نہ سکے اور خواتین اپنے گھروں میں بیٹھ کر محافل میں شریک ہو سکیں--- اس سلسلہ میں جناب محمد اشرف، ایم ڈی لاہور کیبل نیٹ ورک بصیر پور نے قابل قدر خدمات انجام دیں---

عرس سراپا قدس سے تین دن قبل آسمان سے رحمت کی برکھا برسی اور ماحول خوش گوار ہو گیا، تاہم حرّ جولائی کی شدت سے ہر فرد واقف ہے---اس شدت میں کمی کے لیے جہاں بیسیوں چھوٹے پنکھے عوام الناس کو ہوا مہیا کر رہے تھے، وہاں الشیخ محمد اقبال مدنی نوری کے ڈیزائن کیے ہوئے دس دس پروں والے جہازی سائز کے دو پنکھے بھی تھے---

انتظامات کے لیے تمام کمیٹیوں کی نگرانی کی ذمہ داری صاحبزادہ محمد نعیم اللہ نوری اور صاحبزادہ محمد فیض المصطفیٰ نوری نے بڑے احسن انداز میں نبھائی---

عرس مقدس کے موقع پر ویسے تو ہر خادم ہی ایک مخلص اور وفادار نوکر کا کام سرانجام دیتا ہے، مگر ایک نام جو گزشتہ ہر سال نمایاں ہوتا، وہ حضرت سیدی فقیہ اعظم کی نظر کرم کے پروردہ، محبتوں کے پیکر، اخلاص اور وفاؤں کے ہمالہ خطیب پاکستان علامہ محمد عارف نوری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کا تھا، جو اس سال کے دوران میں ہمیں داغ مفارقت دے گئے---قطرہ سمندر سے جاملا---ذرہ صحراؤں کی وسعتوں کا امین بن گیا--- فراق یار میں تڑپنے والا موت کا پل عبور کر کے وصال یار کی لذتیں پا گیا---

علامہ نوری صاحب کو جاننے والے لوگ گواہ ہیں کہ ہر سال عرس کے موقع پر ان پر وجد کی کیفیت طاری ہوتی---وہ عرس شریف پر آنے والے علماء ومشائخ کی خدمت میں یوں مگن ہو جاتے کہ ان کے جوتے تک اٹھانا اپنے لیے سعادت سمجھتے---ان کا عجز وانکسار، علماء ومشائخ کا احترام اور اپنے شیخ کے آستانہ سے بے پناہ عقیدت ان کی پہچان بن گئی تھی---آج عقیدت، محبت اور چاہت کے اس پیکر کی کمی محسوس کی جارہی تھی---اور کم وبیش سبھی خطباء نے اپنے خطاب میں ان کو خراج عقیدت پیش کیا اور اپنے جذبات کا اظہار کیا---

متذکرہ بالا جملہ انتظامات کا تعلق ظاہری صورت حال سے ہے، جہاں تک خانقاہِ عالیہ نوریہ کے حوالے سے باطنی تصرفات اور ان اقدامات کا تعلق ہے، جن کی بدولت فی الحقیقت یہ سارا نظم وضبط انتہائی سکون اور یک جہتی سے قائم رہا، اس کے سارے سلسلے فقر ودرویشی کی اس مسند کی طرف جاتے ہیں، جس پر خانقاہ نوریہ کے سجادہ نشین حضرت قبلہ صاحبزادہ مفتی محمد محب اللہ نوری صاحب جلوہ فرما ہیں---آپ کی خدماتِ دین کی بدولت نہ صرف ملک کے کونہ کونہ سے وارفتگانِ کوئے محبت بصیر پور شریف حاضر ہوئے بلکہ دور دراز کے مختلف ممالک میں خدمات انجام دینے والے احباب ساری مصروفیات چھوڑ کر فقط اس اہم ترین اجتماع میں شرکت کے لیے حاضر ہوئے---پورے دو دن مسلسل اہلِ محبت کی بھیڑ رہی---ہر ایک سے مصافحہ کرنا، گلے لگانا، دل کے ارمان سننا، دعائیہ کلمات سے حوصلہ افزائی کرنا، یہ سارے مراحل تبھی طے ہو سکتے ہیں جب دل میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے محبت کے جذبے موجزن ہوں---اللہ تعالیٰ ان جذبوں کو سلامت رکھے اور آستانہ عالیہ کی رونقیں سدا قائم رہیں---

اِن ظاہری وباطنی انتظامات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم، اُس کے رسولِ مقبول ﷺ کے نعلین پاک کے تصدق اور حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کی نظرِ عنایت سے مؤرخہ 17رجولائی 2007ء، بروز منگل صبح تقریباً 9 بجے پروگرام کا باقاعدہ آغاز ہوا---عرس واجلاس کی تقریبات دو روز جاری رہتی ہیں اور روزانہ تین نشستیں ہوتی ہیں:

نشست اوّل:	صبح ساڑھے آٹھ بجے سے پونے ایک بجے تک
نشست دوم:	بعد نماز ظہر تا عصر
نشست سوم:	بعد نماز عشاء سے رات گئے تک جاری رہتی ہے

ان دو روزہ تقریبات عرس واجلاس میں اندرون وبیرون ملک کے نامور قراء، دنیائے اہل سنت کے معروف نعت خوانان، شعراء اور ملت اسلامیہ کے جید علماء وخطباء نے شرکت کی اور اپنے خطابات سے عاشقانِ مصطفیٰ کے ایمان کو جلا بخشی---بیسیوں علماء کرام، مشائخ عظام اور سجادہ نشین حضرات زینت اسٹیج بنے رہے---اس دفعہ بھی گزشتہ سالوں کی طرح مقررین کو باقاعدہ موضوعات دیے گئے تھے، جس کی وجہ سے مقصدیت وافادیت کے ساتھ ساتھ سامعین کی دل چسپی بھی بڑھ گئی---

ہنگامِ طلوعِ سپیدۂ سحر دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف کے اساتذہ وطلبہ مضبوط ارادوں اور مچلتی آرزؤں کے ساتھ ذمہ داریاں ادا کرنے کے لیے اپنے محاذوں پر موجود تھے، جوں ہی خاورِ مشرق سر بلند ہوا، عشاق حضرت فقیہ اعظم کی بھیڑ لگ گئی، مزار حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز پر قرآن خوانی ہوئی---

عرس سراپا قدس کی تقریبات کا آغاز تقریباً ساڑھے نو بجے شہزادۂ فقیہ اعظم حضرت علامہ صاحب زادہ مفتی پیر محمد محب اللہ نوری قادری دامت فیوضاتہم کے حکم سے محفل ذکر اور مزار پُر انوار کے غسل مبارک سے ہوا---

ان دوروزہ پروگراموں میں نقابت کے فرائض مولانا محمد انعام اللہ اشرفی، مولانا عطا محمد گولڑوی، مولانا قاری محمد اسلم نوری (لاہور) اور راقم الحروف حافظ محمد فیض النعیم اشرفی (اُتمانی شریف) نے ادا کیے---

مختلف مجالس میں کی گئی تلاوت، نعت خوانی اور تقاریر کی تفصیل آنے والے صفحات میں بالترتیب درج کی جارہی ہے، تاکہ جو احباب کسی وجہ سے تشریف نہیں لا سکے، وہ گھر بیٹھے مستفید ہو سکیں:

۱۷/ جولائی ۲۰۰۷ء، منگل، نشست اوّل

صدارت: جانشین فقیہ اعظم حضرت صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری پرنسپل دارالعلوم ہٰذا

مہمان خصوصی: پیر طریقت صاحبزادہ غلام رسول تو گیروی، تو گیرہ شریف

تلاوت: قاری جان محمد نوری (منڈی احمد آباد)

حمد باری تعالیٰ، نعت و منقبت: حافظ محمد اویس، مولانا صوفی محمد صادق (دیپال پور)، امام علی شاہ (بصیر پور)، صوفی برکت علی برکت (بصیر پور)، اشرف فریدی، صوفی اللہ دتہ قادری (بصیر پور)---

جب کہ صاحبزادہ محمد سعد اللہ نوری نے اپنے والد گرامی حضرت جانشین فقیہ اعظم مدظلہ العالی کا لکھا ہوا حمدیہ کلام پیش کیا اور خوب داد وصول کی---

خطابات: مولانا محمد اصغر نوری (مصطفیٰ آباد) نے ''اتباعِ رسول''، مولانا عزیز احمد نوری (لاہور) نے ''حقوقِ والدین''، مولانا حاجی محمد انور نوری (لاہور) نے ''حضرت سیدی فقیہ اعظم کا روحانی مقام''، مولانا صابر علی وٹو نوری (لاہور) نے ''حضرت فقیہ اعظم کردار وعمل کے آئینے میں''، مولانا رب نواز اویسی (وہاڑی) نے ''قرآن اور عظمت مصطفیٰ ﷺ'' اور ادیب ملت علامہ عبدالحق ظفر چشتی (لاہور) نے ''نسبت اولیاء'' کے موضوع پر سیر حاصل گفتگو کی---

علامہ عبدالحق ظفر چشتی نے نہایت مختصر مگر جامع گفتگو کی---انھوں نے اس بات کا اعتراف کیا:

''میں یہاں تقریر کے لیے نہیں بلکہ حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کے آستانے پر حاضری کو اپنے لیے سعادت خیال کرتے ہوئے حاضر ہوا ہوں''---

مولانا صابر علی وٹو نوری نے ذاتی مشاہدات کی روشنی میں حضرت سیدی فقیہ اعظم علیہ الرحمہ کے بارے میں اپنے تاثرات پیش کیے تو محفل کا رنگ دوبالا ہو گیا---

آخر میں استاذ العلماء جناب حافظ القاری محمد اسد اللہ نوری نے قصیدہ بردہ شریف اور قصیدہ غوثیہ شریف کے منتخب اشعار پڑھے---تقریباً ایک بجے اس کیف آفریں تقریب کا اختتام غسل مزار مبارک، درود وسلام اور حضرت قبلہ جانشین فقیہ اعظم مدظلہ العالی کی دعا پر ہوا---بعدازاں زائرین نے لنگر نوریہ تناول کیا---

نشست دوم، بعد نماز ظہر

صدارت: جانشین فقیہ اعظم حضرت صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری پرنسپل دارالعلوم ہٰذا

تلاوت: حافظ محمد اویس نوری

نعت: حافظ محمد عبدالقادر (بصیر پور) اور مولانا عبداللطیف نوری (لاہور)---

خطابات: مولانا ناصر احمد نوری (لاہور) نے ''محبتِ الٰہی''، مولانا غلام مجتبیٰ نوری (لاہور) نے ''محبتِ رسول اور اس کے تقاضے''، مناظر اہل سنت مولانا محمد انوار حنفی (کوٹ رادھا کشن، قصور) نے ''نماز، احادیث کی روشنی میں'' اور مناظر اہل سنت مولانا غلام مصطفیٰ نوری (ساہیوال) نے ''حاضر و ناظر'' کے عنوانات پر خطابات کیے---مولانا حنفی نے نیت نماز سے لے کر سلام تک احادیث مبارکہ کے ثبوت پیش کیے اور بڑے جچے تلے الفاظ میں مؤثر گفتگو کی---

مؤخر الذکر دارالعلوم کے قابلِ فخر فضلاء میں سے ہیں---انھوں نے آیت کریمہ ﴿یایھا النبی انا ارسلنک شاھدا و مبشرا و نذیرا ﴾ کو موضوعِ سخن بناتے ہوئے پنجابی میں خطاب کیا---حاضر و ناظر کے متعلق عقیدۂ اہلِ سنت کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

> ''حاضر و ناظر کے متعلق ہم اہلِ سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ مدینہ طیبہ میں تشریف فرما ہو کر شرق و غرب میں موجود اپنے غلاموں کے اعمال، احوال اور اقوال کو ملاحظہ فرما رہے ہیں اور جب چاہیں، جہاں چاہیں اپنے غلاموں کے پاس کروڑہا جگہ پر بیک وقت تشریف لے جا سکتے ہیں''---

انھوں نے اپنے موضوع پر تقریباً ۶ر آیاتِ بینات اور ۶ر احادیث مبارکہ سے استدلال کرتے ہوئے بڑی شان دار گفتگو فرمائی اور حق یہ ہے کہ حق ادا کیا---وہ ساتھ ساتھ اپنے ذوق کے مطابق پنجابی، اردو کے اشعار بھی پڑھتے جاتے اور علماء و عوام سے داد وصول کرتے جاتے---

یہ نشست درود وسلام اور دعا کے بعد اپنے اختتام کو پہنچی---

نماز عصر کے دوران صحنِ دارالعلوم مکمل طور پر خالی کرا دیے جانے کے بعد خواتین کو دربار حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز پر حاضری کا موقع دیا گیا اور نمازِ مغرب کے بعد زائرین نے لنگرِ نوریہ تناول کیا---

نشست سوم، بعد نماز عشاء

صدارت: بدر اشرفیت شیخ المشائخ پیر طریقت حضرت ڈاکٹر سید محمد مظاہر اشرف الاشرفی الجیلانی امیر حلقہ اشرفیہ پاکستان (کراچی)۔

مہمان خصوصی: صاحبزادہ پیر سید ظفر اقبال شاہ، آستانہ عالیہ علی پور سیداں، نارووال، صاحبزادہ سید محی الدین محمد اشرف الاشرفی الجیلانی، جگر گوشۂ شیخ القرآن مولانا فضل الرحمٰن اشرفی اوکاڑوی اور حضرت مولانا مفتی محمد یٰسین اوکاڑی

تلاوت و نعت: زینت القراء جناب قاری سید صداقت علی شاہ (لاہور)

قاری محمد عاصم اقبال (لاہور)، قاری اسرار احمد، صاحبزادہ محمد فیض الرسول

خطابات: مولانا محمد عثمان جامی نوری (قصور) نے "عظمتِ قرآنِ کریم"، مولانا محمد شریف قادری (لاہور) نے "معراج النبی ﷺ" اور خطیب شیریں لسان صاحبزادہ سید فدا حسین شاہ (حافظ آباد) نے "عظمتِ اہلِ بیتِ اَطہار" کے حوالے سے خطاب کیا---

حافظ آبادی خاندان کے فنِ خطابت سے کون شناسا نہیں؟ حسب روایت شاہ صاحب نے قرآن وسنت کی روشنی میں اپنے موضوع پر دل چسپ گفتگو فرمائی---انھوں آغاز میں ہی فرمایا:

"یہ کیسا حسین منظر ہے، کہ صاحبِ صدر بھی سید، مہمانِ خصوصی بھی سید، تلاوت کرنے والے قاری بھی سید، خطیب بھی سید اور جو موضوع ہے وہ بھی عظمت اہل بیت اطہار ہے"---

انھوں نے آغاز میں اہل سنت کا عقیدہ بیان کیا کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل الخلق بعد الانبیاء اور حضور ﷺ کے خلیفہ بلافصل ہیں---ہم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سمیت تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت کو تسلیم کرتے ہیں---

انھوں نے آگے چل کر کہا:

"جس طرح صحابہ کرام کی محبت ضروری ہے اسی طرح اہلِ بیت اطہار کی تعظیم وتوقیر ایمان کا حصہ ہے---جس طرح کوئی شخص نبی اکرم ﷺ کی محبت کے بغیر ایمان تک رسائی حاصل نہیں کرسکتا، اسی طرح اہل بیت کی محبت کے بغیر بھی ایمان کامل نہیں ہوسکتا"---

جوں جوں وہ ضیاءِ قرآن وسنت کے دلائل کے ساتھ ساتھ اشعار پڑھتے جاتے، عشاق اہل بیت کے دل جذبہ ایمانی سے معمور ہوتے جاتے---انھوں نے اپنے لحنِ داؤدی میں کئی اشعار پڑھے، لیکن قافلۂ پنجتن پاک کی سالار سیدہ فاطمہ الزہرا کی شان میں حکیم الامت علامہ اقبال علیہ الرحمہ کا یہ فارسی شعر:

نورِ چشمِ رحمۃ للعالمین — آں امام اولین و آخرین
بانوئے آں تاج دارِ ہل اتٰی — مرتضٰی، مشکل کشا، شیر خدا
مادرِ آں مرکزِ پرکارِ عشق — مادرِ آں کارواں سالارِ عشق

حاصلِ تقریر بن گیا---ایک عجیب سماں اور ایک عجیب کیفیت تھی---ہر آنکھ اشک بار تھی اور ہر دل جذباتِ محبت سے لبریز تھا---

اس نشست میں دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف سے دورۃ القرآن اور قراءت و تجوید کی تکمیل کرنے والے طلبہ کو دستار فضیلت اور اسناد سے نوازا گیا---

اختتام پر حضرت بدر اشرفیت مدظلہ نے بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں ہدیہ صلوٰۃ وسلام پیش کیا اور دعا فرمائی---

۱۸/جولائی ۲۰۰۷ء، بدھ

نماز فجر کے بعد جامع مسجد نور میں حضرت مولانا ضیاء الدین نوری (لاہور) نے ''تفہیم دین'' کے حوالے سے مختصر درس دیا--- جو نمازیوں نے پوری توجہ اور انہماک کے ساتھ سماعت کیا---

نشست اوّل

صدارت: حضرت پیر سید اصغر علی شاہ، المعروف چن پیر، آستانہ عالیہ ہڑپہ شریف

مہمان خصوصی: مناظر اسلام حضرت مولانا محمد عبد العزیز نوری، حویلی لکھا

تلاوت: قاری نوید النبی (متعلم دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف)

نعت: صاحبزادہ سید محمد محمود الحق شاہ (بورے والا)، الحاج قاری جان محمد نوری (منڈی احمد آباد)

خطابات: مولانا محمد نواز نوری (مدرس دار العلوم) نے ''تعظیم استاذ''، مولانا شیر محمد نقشبندی (بہلطان کے، لاہور) نے ''حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ''، مولانا سید شبیر حسین شاہ (کھڈیاں) نے ''ذکرِ مصطفیٰ ﷺ'' کے موضوعات پر نہایت پُر اثر و پُر ذوق خطابات فرمائے--- ازاں بعد دنیائے اسلام کے عظیم خطیب مناظر اہل سنت حضرت علامہ مولانا مفتی شوکت علی سیالوی (خانیوال) نے ''و المدبرات امرا'' کے موضوع پر بڑا حسین خطاب فرمایا---

آپ نے اپنے موضوع کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

''اُمورِ کائنات کے چلانے میں حقیقی فاعل اللہ تعالیٰ ہے، اسی کی اجازت و اذن سے ملائکہ بالاتفاق کائنات کے بعض امور کو چلانے کی ڈیوٹی سر انجام دیتے ہیں--- ملائکہ کے علاوہ انبیاء و اولیاء اور مقربین بارگاہِ خداوندی، بالخصوص سید الانبیاء ﷺ کائنات کے امور میں تصرف فرماتے ہیں یا نہیں؟ ہم اہل سنت و جماعت کے نزدیک آپ ﷺ اور آپ کی امت کے اولیاء و صلحاء بھی مدبرات امر میں شامل ہیں، جن کی اللہ کریم نے قرآنِ کریم میں قسم کھائی ہے''---

مفتی صاحب نے اپنے موضوع پر قرآنِ کریم سے دلائل دیتے ہوئے حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی امت کے وہ عالم کتاب جنھوں نے ملکہ بلقیس کا تخت آن واحد میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر کر دیا تھا، کی مثال پیش کی اور بتایا کہ حضرت خضر علیہ السلام کا کشتی کو عیب لگانے، بچے کے قتل، دیوار کی تعمیر کے متعلق کارروائی اور پھر استفسارِ موسوی پر علوم کا اظہار بتاتا ہے کہ ملائکہ کے علاوہ بھی کچھ اللہ کے مقربین ''مدبرات امر'' میں شامل ہیں--- انھوں نے اپنے موقف کی

تائید میں قرآن وسنت سے اور بھی بیسیوں دلائل پیش کیے اور آخر میں صحیح احادیث مبارکہ کی روشنی میں حضور ﷺ کا ''مدبرات امر'' میں سے ہونا بڑے احسن انداز میں ثابت کیا--- حقیقت یہ ہے کہ انھوں نے اس مختلف فیہ مسئلہ کو بہترین عوامی انداز میں حل کیا اور اپنے موضوع کے ساتھ انصاف کا حق ادا کر دیا، یہی وجہ ہے کہ علماء کے ساتھ ساتھ عوام نے بھی دل کھول کر داد پیش کی---

ازاں بعد خطیب العصر فاضل جلیل حضرت علامہ مولانا سید محمد محفوظ الحق شاہ (بورے والا) نے ''حضرت فقیہ اعظم، فتاویٰ نوریہ کی روشنی میں'' کے موضوع پر نہایت جامع، پُر اثر و پُر ذوق خطاب فرمایا---

قبلہ شاہ صاحب نے آیت کریمہ ﴿و نزلنا علیک القرآن تبیانا لکل شیء﴾ تلاوت فرمائی--- حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے انھوں نے مندرجہ ذیل حدیث پاک تلاوت فرمائی اور فرمایا:

مَنْ عَلِمَ وَ عَمِلَ وَ عَلَّمَ.............---

''جس نے علم پڑھا اور عمل کیا اور دوسروں کو پڑھایا...............''----

''جب ہم اس حدیث شریف کو سامنے رکھ کر حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کے سراپا کو دیکھتے ہیں تو یہ تینوں باتیں آپ کی قامت زیبا میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں--- حضرت فقیہ اعظم نے بڑی محنت ومشقت سے علم حاصل کیا اور پھر اس پر یوں عمل کر کے دکھایا کہ فرائض تو کجا، کبھی تہجد کا بھی ناغہ نہیں ہوا اور پھر خود ہی عامل نہیں بنے بلکہ آنے والوں کو بھی علوم نبویہ کے فیضان سے معمور کر کے عامل بنا دیا--- بلا شک وشبہ آپ نے اپنے متوسلین کے قلوب کو محبت وعشق مصطفوی کا مسکن بنا دیا اور انھیں مسکن مصطفیٰ ﷺ مدینہ منورہ کی محبت سے بھر دیا--- بلاشبہ آپ حجرہ کی بھی زینت تھے اور درس وتدریس کی مسند عالی کے شہ سوار''---

پچھلے سال کی طرح امسال بھی حضرت فقیہ اعظم کی تصنیف ''فتاویٰ نوریہ'' کی جلد پنجم کو اپنے موضوع کے لیے منتخب فرمایا اور بہترین اندازِ استدلال اپناتے ہوئے نہایت عالمانہ، فاضلانہ اور محققانہ خطاب فرمایا--- آپ کے خطاب میں عشق مصطفیٰ ﷺ کا ایسا رنگ جھلک رہا تھا کہ بارہا سامعین کی آنکھوں سے آنسو چھلک آئے--- یہ نشست درود وسلام اور دعا کے بعد اپنی انتہا کو پہنچی---

حاضرین نے لنگرِ نوریہ تناول کیا اور نمازِ ظہر ادا کی---

نشست دوم

صدارت: صاحبزادہ پیر غلام قدیر، آستانہ عالیہ کوٹلہ شریف

مہمان خصوصی: حضرت سید محمد نعمان بادشاہ، پشاور

تلاوت: قاری محمد حسن قادری (چک باوا، حویلی لکھا)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ

نعت: الحاج مرزا امداد حسین (فیصل آباد)، الحاج جان محمد شرق پوری، قاری محمد افضل (ملتان)

خطابات: صاحبزادہ محمد نعیم عارف نوری ابن علامہ محمد عارف نوری (لاہور) نے ''میلادِ مصطفیٰ ﷺ''، مولانا محمد منشاء تابش قصوری (مریدکے) نے ''حضرت صدر الافاضل کی دینی وملی خدمات''، پیر طریقت سید احمد شاہ بخاری (مریدکے) نے ''شان ولایت اور مقام حضرت فقیہ اعظم'' اور علامہ محمد فاروق خان سعیدی (ملتان) نے ''افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ'' کے موضوعات پر نہایت پُر اثر و پُر ذوق خطابات فرمائے---

علامہ سعیدی صاحب نے کم و بیش ایک گھنٹہ نہایت عالمانہ، فاضلانہ، محققانہ اور پر مغز تفصیلی خطاب کیا، جسے خواص وعوام نے بے حد سراہا--- انھوں نے اپنے مؤقف کو قرآن وسنت کی تائید کے ساتھ ثابت کیا اور بطورِ خلاصہ یہ شعر پڑھ کر اختتام کیا:

آں امن الناس بر مولائے ما   آں کلیمِ اوّلِ سینائے ما

ہمتِ اُو کشتِ ملت را چوں ابر   ثانیٔ اسلام و غار و بدر و قبر

فاتح عیسائیت مولانا ابوالنصر پیر منظور احمد شاہ، جامعہ فریدیہ ساہیوال نے ''محبت مصطفیٰ ﷺ'' کے موضوع پر گفتگو کی اور فرمایا:

''محبت کا یہ درس ہمیں سیدی واستاذی حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز نے دیا اور آپ کا فیضان آج بھی جاری وساری ہے''---

بعد از درود وسلام ودعا یہ نشست اپنے اختتام کو پہنچی---

نمازِ عصر کے بعد جامع مسجد نور میں حضرت مولانا پروفیسر خلیل احمد نوری (لاہور) نے ''تفہیم دین'' کے حوالے سے درس میں ''خدمت خلق'' کے موضوع پر بڑے مؤثر اور دل نشیں انداز میں گفتگو کی، جو خصوصی توجہ اور دل چسپی سے سنی گئی---

بعد نمازِ عصر دربار حضرت فقیہ اعظم پر چادر پوشی کی گئی--- بزرگانِ دین کے اعراس کے موقع پر چادر پوشی محض رسم نہیں بلکہ عقیدتوں اور محبتوں کا وہ گل دستہ ہوتا ہے، جو ارادت مند اپنے مربی ومحسن کی بارگاہ میں پیش کرنے کا شرف حاصل کرتے ہیں--- عقیدت منداور مریدین گلاب کے پھولوں کی ٹوکریاں اور چادریں گھروں سے دربار شریف تک لاتے ہیں اور حضرت سیدنا فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کے روحانی فرزند صلوٰۃ وسلام، قصیدہ بردہ شریف اور چادر پوشی سے متعلقہ مخصوص اشعار پڑھ کر والہانہ انداز میں آپ کے مزار پر گلاب کی پتیاں نچھاور کرتے ہوئے چادر ڈال دیتے ہیں--- آخر میں سجادہ نشین دربار عالیہ نوریہ، حضرت صاحب زادہ مفتی محمد محبّ اللہ نوری دامت برکاتہم العالیہ نے مملکت خداداد پاکستان کی سلامتی، امت مسلمہ کی اجتماعی بہتری اور جملہ حاضرین کی اصلاح وفلاح کے لیے دعا فرمائی ---

نشست سوم

نمازِ عشاء کے بعد عرس سراپا قدس کی چھٹی، آخری اور اہم ترین نشست کا آغاز ہوا---

صدارت: جانشین فقیہ اعظم حضرت صاحبزادہ مفتی محمد محب اللہ نوری، دامت برکاتہم العالیہ

مہمان خصوصی: حضرت پیر طریقت سید صمصام علی شاہ بخاری، آستانہ عالیہ کرمانوالا شریف، حضرت علامہ حافظ محمد عزیز الرحمٰن گوندل، اسلام آباد، میاں خرم جہانگیر وٹو، تحصیل ناظم دیپال پور، میاں افتخار حسین چھچھر، چیئر مین صوبائی زراعت سٹینڈنگ کمیٹی حکومت پنجاب

تلاوت: زینت القراء جناب قاری محمد نجم المصطفیٰ (اسلام آباد)، قاری عبد الشکور (فیصل آباد)

نعت: جناب محمد احمد رضا قادری (لاہور)، جگر گوشہ جانشین فقیہ اعظم صاحبزادہ محمد سعد اللہ نوری (بصیر پور شریف) انھوں نے اپنے والد گرامی کا کلام بڑے عمدہ پیرائے میں پیش کیا، ان کے درج ذیل اشعار بطور خاص پسند کیے گئے:

اِدھر بندہ، اُدھر آقا ﷺ، یہ سر ہو، ان ﷺ کی چوکھٹ ہو
یہی ہے مختصر سی اک تمنا آخری اپنی

مدینہ طیبہ کی حاضری کو دل تڑپتا ہے
ملے اذنِ حضوری تو بجھے یہ تشنگی اپنی

درودِ پاک سے تر ہو زباں، آنکھوں میں آنسو ہوں
مدینہ میں ہو نوری اس طرح سے حاضری اپنی

خطابات: مولانا نور الحسین نوری (بہاول نگر) نے "مقام ولایت، قرآن و حدیث کی روشنی میں"، پروفیسر حافظ محمد اعظم نوری (گوجرانوالا) نے "تربیتِ اولاد"، ادیب ملت علامہ احمد علی قصوری (لاہور) نے "موجودہ حالات میں تحفظِ ناموس رسالت کے تقاضے"، جگر گوشۂ جانشین فقیہ اعظم صاحبزادہ محمد نعیم اللہ نوری (بصیر پور) نے "فضیلت علم و علماء" اور سفیر عشق و محبت، خطیب دل پذیر علامہ حافظ خان محمد قادری (لاہور) نے "تسلیم و رضا" کے موضوعات پر اپنے مخصوص انداز میں نہایت خوب صورت، فکر انگیز، جامع اور دل چسپ خطابات فرمائے---

جناب پروفیسر محمد اعظم نوری نے آیت کریمہ ﴿وَ وَالِدٍ وَّ مَا وَلَدَ﴾ کو موضوعِ سخن بنایا اور نہایت مٹھاس بھرے انداز میں اپنے موضوع پر قرآن و سنت سے دلائل پیش کرتے ہوئے اولاد کی تعلیم و تربیت پر برانگیختہ کیا---انھوں نے خلاصہ کے طور پر اس حدیث پاک کو پیش کیا:

اَدِّبُوْا اَوْلَادَکُمْ عَلٰی ثَلَاثِ خِصَالٍ، حُبِّ نَبِیِّکُمْ وَ حُبِّ اَھْلِ بَیْتِهٖ وَ قِرَاءَةِ الْقُرْآن---

"اپنی اولاد کو تین چیزیں سکھاؤ، اپنے نبی ﷺ اور اُن کی اہل بیت علیہم السلام کی محبت اور قرآن کریم"---

پروفیسر صاحب نے فرمایا:

"مرکز علم و عرفان دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف کا یہی پیغام ہے کہ اپنے بچوں کو محبت مصطفیٰ ﷺ کا پیکر بنادو، پیارے نبی ﷺ کی اہل بیت کا دیوانہ بنادو اور قرآن کریم کا شیدائی بنادو"---

حضرت سیدی جانشین فقیہ اعظم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے انھوں نے کہا:

پاس رہتا ہے ، دور رہتا ہے　　کوئی دل میں ضرور رہتا ہے
ایسے رہتے ہیں وہ مرے دل میں　　جیسے ظلمت میں نور رہتا ہے
جب سے دیکھا ہے ان کی آنکھوں کو　　ہلکا ہلکا سرور رہتا ہے

جگر گوشۂ جانشین فقیہ اعظم حضرت مولانا صاحب زادہ محمد نعیم اللہ نوری کو خطاب کے لیے مدعو کیا گیا تو انھوں نے آیت کریمہ ﴿انما یخشی اللّٰہ من عبادہ العلماء﴾ اور حدیث پاک "من یرد اللّٰہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین" کو موضوع سخن بناتے ہوئے مختلف آیات قرآنی اور احادیث مبارکہ و اقوال اکابرین سے استدلال کرتے ہوئے بہترین خطاب فرمایا--- دوران خطاب انھوں نے مختلف زاویوں سے علم و علماء کی فضیلت یوں بیان کی:

"علم، مومن کے دل میں نور ہے، جو فانوس نبوت کے چراغ سے روشن ہوتا ہے---
اگر انسان تین دن تک علم و حکمت سے خالی ہو جائے تو اس کی موت واقع ہو جائے---
علم کی ایک نشست لہو ولعب کی ستر مجالس کا کفارہ ہے--- علماء زمانوں کے چراغ ہیں---
عالم، متعلم یا پھر توجہ سے سننے والا بن جا، وگرنہ ہلاک ہو جائے گا"---

حضرت سیدی فقیہ اعظم (نور اللّٰہ مرقدہ بنور جمال حبیبہ ﷺ) کے علمی و فقہی مقام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے انھوں نے فرمایا:

"اہل علم میں فقیہ کا درجہ ممتاز ہے--- کسی عالم کو فقاہت عطا ہونا اس بات کی روشن دلیل ہے کہ اس کا دامن خیر و بھلائی سے معمور ہے--- یہی وجہ ہے کہ حضرت سیدی فقیہ اعظم کی فقاہت کا سورج پوری آب و تاب سے چمک رہا ہے، کیوں کہ ان کو اللہ کی طرف سے خیر کثیر مل گئی--- آپ اسی خیر کثیر کی بدولت دنیا میں ہی "ابوالخیر" کی کنیت سے شہرت پا گئے"---

ادیب ملت علامہ احمد علی قصوری نے آیت کریمہ ﴿و من الناس من یقول آمنا باللّٰہ و بالیوم الآخر و ما ھم بمؤمنین﴾ کو موضوع سخن بنایا اور اپنے مخصوص انداز میں فکر انگیز اور دل نواز خطاب فرمایا،

جس میں عالمی سطح پر امت مسلمہ کو درپیش مسائل کا پرسوز تذکرہ کیا--- علامہ قصوری صاحب نے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا:

"ہمارے پاس نمازیں بھی ہیں، روزے بھی ہیں، زکوٰۃ بھی ہے، حج بھی ہے لیکن پھر بھی ہم وہ عزت وآبرو حاصل نہیں کر پا رہے، جو ہمارے اسلاف کے حصہ میں آئی تھی، اس کی ایک ہی وجہ ہے کہ ہمارے دلوں میں محبت وعشق رسول کی کمی ہے--- آج دنیا کا سب سے بڑا فرعون امریکہ اور اس کے حواری اسی روح کو ختم کرنے کے لیے مختلف قسم کی چالیں چل رہے ہیں--- ہمارے اکابر کی زندگیاں تعلق بالرسول کا منہ بولتا ثبوت ہیں--- قائداعظم محمد علی جناح اور علامہ محمد اقبال کی گھٹی میں یہی روح ڈال دی گئی تھی، جس کی وجہ سے وہ قوم کے قائد ورہنما کی حیثیت سے ابھرے--- علامہ اقبال نے اسی محبت کا درس دیتے ہوئے کہا تھا:

خرد نے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل؟
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں [ضرب کلیم]

انھوں نے مزید کہا:

"آج ہر طرف سے اس روح کو ختم کرنے کے لیے حملے ہو رہے ہیں، مسلمانوں کا خون کیا جا رہا ہے اور ہلاکت وتباہی کی طرف دھکیلا جا رہا ہے لہٰذا ہر فرد اٹھے اور نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کے ساتھ ساتھ اپنے ایمان کی اصل روح "اپنے نبی مکرم ﷺ کی محبت" کو اپنے دل میں جگہ دے تاکہ پھر سے عزت ووقار بحال ہو جائے"---

انھوں نے یاس وحسرت کے امنڈتے سمندر میں امید ورجا کا کنکر پھینکتے ہوئے یہ شعر پڑھا:

طولِ شب فراق سے گھبرا نہ اے جگر!
ایسی بھی کوئی شب ہے، جس کی سحر نہ ہو

رات کے 2:15 بجے شہنشاہ خطابت، سفیر عشق ومحبت علامہ حافظ خان محمد قادری نے آیت کریمہ ﴿وَ رضوان من اللہ اکبر﴾ کو موضوع سخن بناتے ہوئے عشق ومحبت کی بانسری میں نغمۂ تسلیم ورضا الاپا، تو لوگوں میں زندگی کی نئی لہر دوڑ گئی--- آپ نے حضرت جانشین فقیہ اعظم دامت برکاتہم العالیہ سے اپنے خلوص کا اظہار اس شعر سے کیا:

تیڈی دید عبادت اکھیاں دی   معراج دا سڈ پیغام تیڈا
تیڈا ذکر زبان دی زینت ہے   تھوں ورد بنایم نام تیڈا
میڈے جذبے ہن جاگیر تیڈی   میں خادم ہاں بے دام تیڈا
میکوں خواب چہ ملن نہ آیا کر   نہ خرچ تھیوے آرام تیڈا

انھوں نے اپنے موضوع ''تسلیم و رضا'' کے حوالے سے مختلف اولیاء، صوفیہ اور اکابرین کے واقعات کو ہدیۂ سماعت سامعین کیا اور رات کے اس وقت، جب کہ لوگ گہری نیند میں مصروف ہوتے ہیں، علامہ صاحب نے اپنی درد و سوز بھری آواز میں برموقع اشعار سے سامعین کو بیدار کر دیا اور انھیں پیغام دیتے ہوئے فرمایا:

''مرید و پیر کا رشتہ صرف تعویذ کا یا کسی کرامت کا محتاج نہیں، بلکہ یہ ایک ایسا رشتہ ہے، جو سراسر مبنی بر خلوص ہوتا ہے اور اس کی بدولت مرید اپنی آرزؤں، خواہشوں اور ارادوں کو اپنے شیخ کے ملک کر دیتا ہے--- پیر، نظرِ عنایت کر دے، تب بھی مرید اس کے درِ دولت پر بیٹھا رہے اور اگر نظرِ التفات نہ بھی فرمائے تب بھی اسی کا ہو کے رہے، یہی رشتۂ پیری و مریدی کی حقیقت ہے''---

اس نشست میں فضلائے دورۃ الحدیث اور حفاظ کرام کو دستارِ فضیلت اور اسناد سے نوازا گیا--- مجموعی طور پر دونوں راتوں میں سوا سو (۱۲۵) حفاظ، قراء اور علماء کی دستار بندی کی گئی---

معزز قارئین! رات کی آخری تہائی تھی، روشنیوں کا ایک سیلاب حضرت فقیہ اعظم قدس سرہٗ العزیز کے گنبدِ بیضا سے ٹکرا کر ماحول کو بقعۂ نور بنا رہا تھا، قراء حضرات کوثر و تسنیم سے دھلی زبانوں سے لاہوتی نغمات سماعتوں کی زینت کر چکے تھے، نعت خوانانِ شیریں لسان بارگاہ رسالت میں نذرانہ عقیدت پیش کر چکے تھے اور مقررین اپنے اپنے موضوع کے حساب سے خطابت کے جوہر دکھا چکے تھے، عین اس سمے سٹیج سیکرٹری نے حضرت سیدی فقیہ اعظم علیہ الرحمہ کے سچے اور حقیقی جانشین، گلشن نوریہ کے امین، پروردہ آغوش ولایت، قاسم فیضان فقیہ اعظم، حضرت صاحب زادہ مفتی پیر محمد محب اللہ نوری قادری دامت برکاتہم العالیہ کو نعرہ ہائے تکبیر و رسالت کے جلو میں مسند صدارت پر جلوہ افروز ہونے کی دعوت دی--- حضرت جانشین حضرت فقیہ اعظم کے مسند صدارت پر آتے ہی شجرہ عالیہ نوریہ قادریہ اور ختم شریف پڑھنے کی سعادت مولانا حافظ محمد اسد اللہ نوری نے حاصل کی---

حضرت سیدی جانشین فقیہ اعظم دامت برکاتہم العالیہ نے وقت کی تنگ دامانی کی بنا پر نہایت مختصر مگر انتہائی مفکرانہ خطاب فرمایا--- اوّلاً آپ نے حضرت سیدی فقیہ اعظم (اکرمنا اللّٰہ تعالیٰ بہ) کے عرس مبارک کے حوالے سے فرمایا:

''جب شادی ہوتی ہے، جب عرس ہوتا ہے تو دولہا کے قریبی شادی میں شرکت کرتے ہیں--- بلاشبہ آج حضرت فقیہ اعظم کے عرس مبارک کے موقع پر آپ کے سلسلہ عالیہ کے سارے مشائخ اس شادی میں شریک ہیں اور ان کی عنایات، برکات اور روحانی توجہات اس محفل کی طرف ہیں--- کچھ لینے اور حاصل کرنے کا وقت ہے، لہٰذا جھولیاں پھیلا کر بیٹھیں''---

پھر آپ نے حضرت سیدی فقیہ اعظم کے عرس مبارک پر آنے علماء و مشائخ اور دیگر تمام مہمانوں اور کارکنوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا:

''دو دن اور دو راتوں سے کتنے ہی علماء و مشائخ تشریف لائے، میں ان سب کا شکر گزار ہوں --- میں ان اساتذہ، بچوں اور کارکنوں کے لیے بھی دعا گو ہوں، جنھوں نے دو تین دنوں سے دن اور رات کا کوئی فرق نہیں دیکھا اور اپنی آنکھوں میں راتیں کاٹیں --- قاری بشیر احمد صاحب نے اپنے عملے کے ساتھ جس انداز میں لنگر کھلایا، لنگر پکانے والوں نے، صفائی کرنے والوں نے جس طرح اپنی ڈیوٹی نبھائی اور ہر وہ فرد، جس نے عرس مقدس کے لیے کوئی بھی ڈیوٹی سر انجام دی، وہ مبارک باد اور شکریے کا مستحق ہے، میری دعائیں ان کے شاملِ حال ہیں --- میں ان لمحات میں بھی آپ کے لیے دعا گو ہوتا ہوں، جب اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی آنکھ مجھے نہیں دیکھ رہی ہوتی اور اس وقت بھی آپ کے لیے دعا گو ہوں جب ہر آنکھ ٹکٹکی باندھ کے مجھے تک رہی ہوتی ہے'' ---

عرسِ مقدس کے دوران سنے گئے خطابات پر عمل کرنے پر آپ نے یوں برانگیختہ فرمایا:

''آپ نے ان دو روزہ تقریبات میں محبت بھرے خطابات سماعت فرمائے، ان میں مسائل بھی تھے، خدمت خلق کی باتیں بھی تھیں، دین کی باتیں بھی تھیں، عقائد کے متعلق بھی باتیں ہوئیں، آپ ان باتوں کو یاد رکھیں اور انھیں اپنی زندگی پر لاگو کریں'' ---

آپ نے انتہائی پُر درد الفاظ میں تعلق و عشق رسول، اخلاص، حقوق اللہ اور حقوق العباد، دار العلوم حنفیہ فریدیہ سے تعلق اور ملک پاکستان سے محبت کی اہمیت کے متعلق مندرجہ ذیل باتوں کی تلقین فرمائی:

① ''حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ کی شناخت حضور ﷺ سے تعلق و عشق تھا --- عشق و محبت کی دولت کا جس طریقے سے آپ نے درس دیا، آج اس شمع کو بجھانے کی کوششیں کی جا رہی ہیں --- آج بڑا نازک وقت ہے کہ طاغوتی قوتیں عشق مصطفیٰ ﷺ کی شمع کو بجھانے کے لیے مسلمانوں کا ٹیسٹ لیتی ہیں، کبھی خاکوں کی شکل میں اور کبھی دشمنان رسول کو اعزازی خطاب سے نواز کر --- ان اوقات میں ہر فرد کے لیے ضروری ہے کہ مبلغ بن جائے اور عشق مصطفیٰ ﷺ کو عام کرنے کے لیے اپنا سب کچھ قربان کر دے'' ---

② ''اپنے اندر دین کے ساتھ اخلاص اور دین کا درد پیدا کریں ---

③ ''حضرت فقیہ اعظم (نور اللہ بہ ظاھرنا و باطننا) آنے والوں کو حقوق اللہ و فرائض کی بڑی تلقین فرماتے --- سب سے پہلے پوچھتے کہ نماز پڑھ لی ہے؟ --- اب اگر کوئی فرد نوری بھی کہلائے، فقیہ اعظم سے محبت کا دعویٰ بھی کرے اور وہ نماز نہ پڑھے، حضرت فقیہ اعظم کے ساتھ اس کا کوئی

تعلق نہیں---نماز، روزہ حج، زکوٰۃ اور دیگر حقوق وفرائض اور واجبات وسنن ادا کریں---ہر شخص اپنے بچوں کو نمازی بنائے---خود نماز پڑھیں، آپ نماز پڑھیں گے تو بچے بھی نمازی بنیں گے، اگر خود غفلت کریں گے تو بچے بھی غفلت کریں گے---حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کا بھی خیال رکھیں باہمی محبتوں کو عام کریں''---

④ ''یہ دار العلوم حنفیہ فریدیہ آپ کا ادارہ ہے---اس کی فلاح و بہبود کے لیے سعی کرنا صرف میری ذمہ داری نہیں ہے، بلکہ آپ کی بھی ذمہ داری ہے---اس سے محبت رکھیں---اس مشن کو جاری رکھنے کے لیے اپنا بھرپور کردار ادا کریں اور ہمیشہ مرکز سے رابطہ رکھیں---اس رابطے کا بہترین ذریعہ ماہنامہ ''نور الحبیب'' ہے---آپ میں سے ہر فرد، اس رسالے کو جاری کروائے تا کہ مرکز کے شب وروز سے واقفیت رہے''---

⑤ ''اے نوریو! یہ وطن پاکستان علماء اہل سنت کی کاوشوں سے بنا---ہمارے دادا پیر حضرت صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی نے بنارس میں منعقدہ آل انڈیا سنی کانفرس کی صدارت فرمائی جس میں یہ قرارداد پاس کی گئی کہ اگر بالفرض قائد اعظم، پاکستان بنانے کی ذمہ داری سے دست بردار بھی ہو جائیں تو ہم پھر بھی اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک پاکستان بنا نہیں لیں گے---یہ پاکستان ہمارا ہے، اسے ہمارے مشائخ نے بنایا ہے، اس لیے اس سے محبت رکھیں---الحمد للہ! ہمارے مدارس امن کا گہوارہ ہیں، یہاں دہشت گردی کا نہیں، امن ومحبت کا درس دیا جاتا ہے---حضرت سیدی فقیہ اعظم علیہ الرحمہ کا مشن ہے:

میرا پیغام محبت ہے، جہاں تک پہنچے

سب لوگ مجسمہ ساعت بنے اس درویش حق نما کی طرف کان لگائے ہوئے تھے---ان کی باتیں دلوں میں اتر رہی تھیں---کانوں میں رس گھول رہی تھیں---جی چاہتا تھا، وہ کہتے رہیں اور ہم سنتے رہیں---عمر تمام ہو جائے مگر ان کی بات نہ رکے---عشق ومحبت کا یہ سائبان سمٹنے نہ پائے---بے ساختہ ان کی پلکوں کے گوشے نم ہو گئے---کوئی دل ایسا نہ تھا، جو شدتِ جذبات سے مچل نہ رہا ہو---کوئی چہرہ ایسا نہ تھا، جو فرطِ احساس سے تپ نہ رہا ہو---ہر ایک کے رخساروں پر شبنم ٹپکی پڑنے کو تھی---وقت رک گیا تھا---لمحے ساکت ہو گئے---ہر شے کو قرار آ گیا---ایک انجانی خوش بو تھی، جو ان کے سروں پر تھپکیاں دے رہی تھی---انھیں اندر باہر سے جل تھل کر رہی تھی---ان کے چاروں طرف، اوپر نیچے، ہر طرف اسی ایک مہک کا راج تھا---دل دھڑکنا بھول گئے تھے---پلکوں نے حرکت کرنا چھوڑ دیا تھا---ان کے جسم تنکوں سے ہلکے ہو کر ہوا میں اڑنے لگے تھے---وہ امید وحسرت کے سمندر میں غوطے کھا رہے تھے---ہر سانس ان کے لیے دائرہ حیات تنگ کرتی چلی گئی تھی---دنیا اور اس کی ہر رنگینی

ان کے لیے تاریک رات کی پرچھائیں بن کر رہ گئی--- رات اپنی سیاہ زلفیں بکھیرے ہوئے تھی--- ہر طرف سناٹا چھایا تھا--- چار سو خاموشی کا پہرا تھا--- پچھلی رات کا وقت تھا--- انوار و تجلیات کا سماں تھا--- رحمتِ الٰہیہ کا نزول ہو رہا تھا--- چاند اپنی ردا سمیٹ رہا تھا--- ستارے اپنی محفل برخاست کرنے کو تھے--- حضرت جانشین فقیہ اعظم صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری دامت برکاتہم العالیہ کے دعائیہ کلمات نے ان کے زخموں پر مرہم کا کام کیا--- اب رحمتِ ایزدی ان کے گناہوں کو صاف کر رہی تھی--- وہ نظرِ رحمتِ محبوب میں آ گئے--- کرمِ عمیم نے محروم تمنا نہ رکھا--- سحابِ رحمت اہلِ محبت کو سیراب کر رہا تھا--- چشمِ کرم عنایتوں سے جھولیاں بھر رہی تھی--- کرم گستریاں ہوتی رہیں--- بحرِ جود و کرم متموج تھا--- دامانِ طلب گوہر ہائے مراد سے بھرے جا رہے تھے--- نگاہِ لطف، سوکھی کھیتیاں ہری کر رہی تھی--- سیرابیٔ قلب و نظر کی جا رہی تھی--- ہر ایک روحانی صحبت سے نوازا جا رہا تھا--- لطفِ قرب سے بہرہ اندوز کیا جا رہا تھا--- وہ گناہوں کی دلدل سے نکالے جا رہے تھے--- ان کا اندر شفاف ہوتا جا رہا ہے--- دھویا جا رہا ہے--- رحمتِ الٰہی نے اس پچھلے رات کے وقت میں کچھ ایسا نوازا کہ بے تابی کا نام و نشان تک باقی نہ رہا اور سکون ہے کہ ان پر سایہ فگن ہے--- انھوں نے اختتام دعا پر جب چہرے پر ہاتھ پھیرے تو پتا چلا کہ چہرہ آنسوؤں سے تر ہے اور دل ہے کہ طمانیت و سکون کے لازوال سائے میں آ گیا ہے---

آپ نے سلطنت خداداد پاکستان کی سلامتی، عالم اسلام کی سربلندی، حاضرین و زائرین اور جملہ اہل اسلام کے لیے خصوصاً، رقت آمیز دعا فرمائی---

پھر دعاؤں، آنسوؤں اور محبتوں اور مرشد کریم کے آستانے سے دور ہو جانے کے خیال سے بے پناہ بوجھل جذبات کی چھاؤں میں، پروفیسر حافظ محمد اعظم کی زبان میں یہ نغمہ گنگناتے ہوئے اپنے گھروں کو رخصت ہوئے:

نوری ہے آستاں ، عظمتوں کا نشاں
جو بھی آیا یہاں ، مل گئی ہے اماں

تیرے دربار کی کیا عجب شان ہے — رحمتوں کا نزول اس پہ ہر آن ہے
مجھ پہ بھی ہو کرم ، اے میرے مہرباں — جو بھی آیا یہاں ، مل گئی ہے اماں
حالتِ کیف پر ہے یہاں ہر بشر — مٹ گئے سارے غم ، ہو گئی جب نظر
آپ نے کر دیا ، سب کو ہے شادماں — جو بھی آیا یہاں ، مل گئی ہے اماں
مجھ کو بچپن سے نسبت یہ نوری ملی — اِن کے دربار کی ہے حضوری ملی
آپ اعظم کا سب کچھ ہیں، اے جانِ جاں! — جو بھی آیا یہاں ، مل گئی ہے اماں



روزنامہ نوائے وقت لاہور (4) 26 جولائی 2007ء

عرس حضرت محمد نور اللہ نعیمی قادری و دار العلوم حنفیہ قادریہ کا سالانہ اجلاس

اندرون و بیرون ملک سے سینکڑوں علماء و مشائخ عظام نے شرکت کی' اختتام پر علامہ محب اللہ نوری نے دعا کرائی

دعائیہ تقریب اجتماع کا نقطہ عروج تھا' دعا کا ایک ایک جملہ دلوں کی صدا بن گیا

اوکاڑہ سے نامہ نگار محمد سرور مجاہد کی سوز قلب و روح میں سرشار ایک روح پرور تاثراتی رپورٹ

حجۃ الاسلام حضرت فقیہ اعظم مفتی ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی قادری محدث بصیر پوریؒ اللہ تعالیٰ کے مقبول اور برگزیدہ بندوں میں سے ہیں۔ آپ ولی کامل و محدث ہیں۔ حضرت فقیہ اعظم محمد نور اللہ نعیمی قادری نسباً ارائیں' مسلکاً حنفی قادری تھے۔ آباء و اجداد صوفی مشرب' پاکیزہ سیرت اور صاحب دل بزرگ تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت 16 رجب المرجب

سجادہ نشین صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری

بمطابق 10 جون 1914ء کو ہوئی۔ آپ کا سالانہ عرس اور دار العلوم حنفیہ فریدیہ کا سالانہ اجلاس یکم اور دو رجب المرجب کو قصبہ بصیر پور میں ہوا جس میں علماء و فضلاء' مشائخ کرام' عقیدت مندوں' مریدین' شاگردوں نے ہزاروں کی تعداد میں شرکت کی۔ متعدد علماء و مشائخ نے اجلاس اور عرس پاک کی 6 نشستوں میں خطاب کیا۔ اگر یہ کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا کہ فقیہ اعظم کا عرس پاک یہاں خیر و برکت کا مرکز ہوتا ہے وہاں پر علمائے کرام کی تربیت ورکشاپ کا درجہ رکھتی ہیں۔ حجۃ الاسلام فقیہ اعظم مولانا ابوالخیر مفتی محمد نور اللہ مرقدہ کے عرس مقدس اور دار العلوم فریدیہ بصیر شریف کے سالانہ اجلاس کی سالانہ تقریبات جب اختتام کو پہنچیں تو رات کے اگلی نماز فجر تقریباً 4 بج رہے تھے۔ ان کیف آور اور نزول رحمت کی ساعتوں میں اجلاس کا پنڈال ایسے مبارک انسانوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا جو تڑپتے دلوں اور مچلتے جذبوں سے عشق الٰہی اور محبت مصطفیٰ ﷺ کی خیرات سمیٹ رہے تھے۔ بھیگی پلکوں' گرتے آنسوؤں' لرزتی آوازوں اور رندھے لہجوں سے آمین کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ جانشین فقیہ اعظم حضرت صاحبزادہ محمد محب اللہ دامت فیوضہم دعا کروا رہے تھے اور دعا کا ایک ایک جملہ ہر دل کی صدا بن گیا تھا۔

اسلامی دنیا میں اشاعت اسلام اور تبلیغ دین کے لئے جن ذرائع کو بروئے کار لایا جا رہا ہے۔ ان میں دینی مدارس کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ یہی مدارس اسلام کی بقا کے ضامن اور اسلام کے قلعے ہیں۔ اس طرح خانقاہی نظام اور تصوف و معرفت کے سرچشموں نے اصلاح احوال تعمیر شخصیت اور تشکیل کردار میں بڑا ٹھوس کردار ادا کیا ہے جو وعظ و ارشاد اور خطبات تو اس سلسلے میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ الحمد للہ کہ اہلسنت والجماعت کے دینی مدارس میں دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف کو امتیاز حاصل ہے کہ وہ ساٹھ سال سے علوم اسلامیہ کی تدریس اور اشاعت میں مصروف عمل ہے۔ ہر سال حفظ اور درس نظامی کے فضلا کی ایک معتدبہ تعداد علوم و فنون کی تکمیل کر کے خدمت دین کی ذمہ داریاں سنبھالتی ہے۔ دار العلوم کے بانی حضرت فقیہ اعظم حجۃ الاسلام مولانا مفتی ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی قادری نے علمی و فقہی مصروفیات کے ساتھ ساتھ سلف کی طرز پر صاف ستھرا خانقاہی نظام قائم کیا جس کی بدولت لاکھوں گمراہوں کو راہ ہدایت ملی۔ آپ کے وصال کے بعد اب بھی دار العلوم کی فیض رسانی کا وہی عالم ہے۔ علوم و فنون کی تدریس و تعلیم حسب سابق جاری ہے۔ ہر سال فارغ التحصیل ہونے والے افراد دستار فضیلت و سند فراغت لے کر ملک و ملت کی خدمت میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ حضرت فقیہ اعظم کا قائم کردہ خانقاہی نظام اب بھی مرکز طریقت اور حضرت صاحبزادہ پیر مفتی محمد محب اللہ نوری دامت برکاتہم سجادہ نشین آستانہ عالیہ نوریہ قادریہ کی سرپرستی میں تشنگان معرفت کی سیرابی کا ذریعہ بنا ہوا ہے۔

دار العلوم کا سالانہ اجلاس اور حضرت فقیہ اعظم کا سالانہ عرس مبارک یکم رجب المرجب کو منعقد ہوتے ہیں۔ روزانہ تین نشستیں ہوتی ہیں جن میں وعظ و ارشاد کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ ملک کے نامور علمائے کرام مشائخ عظام قرآن و سنت کے نور سے مزین اور دلائل و براہین عقلیہ سے آراستہ مواعظ حسنہ سے لوگوں کے دلوں کو منور و مستفیض کرتے ہیں۔ اہل سنت و جماعت کے عقائد حقہ کی توضیح و تشریح کی جاتی ہے۔ منکرات کا رد اور معرفت کی اشاعت ہوتی ہے۔ نیکی پر تعاون اور برائی پر عدم تعاون کی تلقین کی جاتی ہے۔ ملکی اور بین الاقوامی مسائل اور امت مسلمہ کو درپیش مشکلات کا حل پیش کیا جاتا ہے۔ غلبہ حق دین اور اسلام کی سربلندی کے لئے غور و فکر کی راہ ہموار ہوتی ہے۔ علمائے کرام بالخصوص تازہ سند فراغت پانے والے ساتھیو کو ان کی منصبی ذمہ داریوں سے روشناس کرایا جاتا ہے اور دین متین کے لئے کام کرنے کی راہ سمجھائی جاتی ہے۔ حکمرانوں اور سیاستدانوں کو ان کے فرائض کی یاد دہانی کرائی جاتی ہے اور ان کی کوتاہیوں اور خامیوں پر تنبیہ کی جاتی ہے۔ حق سربلند اور باطل سرنگوں ہوتا ہے۔ عوام الناس کی اصلاح و تربیت کا اہتمام ہوتا ہے۔ حلال و حرام کی تمیز سکھائی جاتی ہے اور عملی زندگی میں حسن و نکھار کی تدبیر بتائی جاتی ہے۔ خصوصاً اہل اللہ صالحین اور اولیائے عظام کے ساتھ موانست و مجالست کی برکات اور ان کی زندگی میں اور بعد از وصال فیوض و برکات کو واضح کیا جاتا ہے۔ نیز حضور رحمۃ العالمینؐ فخر دو جہاںؐ کے عشق و محبت اور آپ کی غلامی اختیار کرنے کا خصوصی بیان ہر مقرر کے خطاب کا نشانہ قرار پاتا ہے۔

عرس پاک کی 6 نشستوں میں اس دفعہ ملک سے آئے ہوئے علمائے کرام جن مولانا محمد ضیاء الدین نوری لاہور' حضرت علامہ سید محفوظ الحق شاہ آف بورے والا' مولانا مفتی محمد شوکت علی سیالوی خانیوال مولانا شیر محمد نقشبندی لاہور' مولانا شبیر حسین کھنڈیں حضرت مولانا نعیم عارف نوری' مولانا محمد خشاہ تابش قصوری' مولانا منظور شاہ آف ساہیوال' مولانا حافظ فاروق خان سعیدی' ملتان' مولانا پیر سید احمد شاہ بخاری مرید کے' مولانا پروفیسر خلیل احمد نوری لاہور'



مفتی ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی قادریؒ کا مزار اقدس

مولانا حافظ فاروق خان سعیدی' ملتان' مولانا پیر سید احمد شاہ بخاری مرید کے' مولانا پروفیسر خلیل احمد نوری لاہور' مولانا حافظ خان محمد قادری لاہور' حضرت علامہ احمد علی قصوری لاہور' مولانا پروفیسر حافظ پروفیسر محمد اعظم نوری گوجرانوالہ' مولانا نور الحسن نوری بہاولنگر' مولانا غلام مصطفیٰ نوری ساہیوال' مولانا محمد انور حنفی قصور' پروفیسر مفتی محمد امین صابر القادری جڑانوالہ' مولانا سید فدا حسین حافظ آبادی' پیر سید صمصام علی شاہ سجادہ نشین حضرت کرنوالہ شریف' حضرت صاحبزادہ الحاج غلام رسول نوگروی نوگرہ شریف' حضرت پیر سید اصغر علی شاہ چمن پیر بزرپہ' حضرت صاحبزادہ غلام قدیر آف کوٹلہ شریف' ڈاکٹر سید طاہر رضا بخاری لاہور' صاحبزادہ میاں عبدالرحیم' میاں مظفر حسین سلطان عبدالحکیم حضرت صاحبزادہ محمد افضل الرحمن نوکھڑوی اور ڈاکٹر پیر مظاہر اشرف آف کراچی سے عرس پاک کی محفلوں میں ایمان افروز تقریریں کیں۔ ان مندرجہ بالا علماء و مشائخ کی عرس پاک کی کارروائی ایک تربیتی ورکشاپ کی کارروائی کی طرح آگے بڑھتی رہتی ہے جس کے منتظم کی نگاہ میں خاص اہداف ہیں۔ ان اہداف کے حصول کے لئے مختلف النوع سرگرمیوں کا اہتمام ہوتا ہے۔ ان دو روزہ تقریبات عرس و اجلاس میں پاکستان کے نامور قراء و دنیائے سنت کے معروف نعت خوانوں اور ملت اسلامیہ کے مشہور ترین علمائے' خطباء اپنے خطابات سے عاشقان مصطفیٰ ﷺ کے ایمان کو جلا بخشی۔ بیسیوں علمائے کرام و مشائخ زینت سٹیج ہوئے۔ ہر دن تین نشستیں ہوئیں۔

عرس حضرت فقیہ اعظم و اجلاس دار العلوم

مولانا محمد فیض النعیم اشرفی

عشقِ مصطفیٰ ﷺ میں گندھا ہوا خمیر، اسی سانچے میں ڈھلا ہوا پیکر، جس کی منزلِ فکر، حاصلِ علم اور منتہائے دین و ایمان، عشق محبوب کبریا ﷺ ہے--- جس کے خون میں عشق نبی ﷺ کی حدت ہے--- جس کی ارتعاشِ نبض بھی اسی کی بدولت اور ارتکازِ جذبات بھی اسی پہ--- جس کی پیاس و سیرابی بھی عشق اور درد و شفا بھی--- جس کے رت جگے اسی عشق کے باعث اور ریاضتیں اسی خاطر ہیں--- جس کے آنسو اسی درد کی رم جھم ہیں اور تبسم اسی پیار کی خوش بو--- جس کے من کا گداز یہی ہے اور اس کے قلم کی کاٹ اسی سے--- جس کے چہرے کی شادابی یہی ہے اور سانسوں کی مہکار اسی سے--- جس کا دل دھڑکے تو یہی نام ابھرتا ہے، پلکیں اٹھیں تو یہی جلوہ ڈھونڈتی ہیں اور لب ہلیں تو یہی پکار گونجتی ہے--- اس کا سینہ مبارک ایسا کہ جس میں گدازِ عشق کی بجلیاں بھری ہیں اور وہ ان بجلیوں کی حرارت کو ہر سو بانٹ رہا ہے---

ہاں ہاں! یہی ہیں ہمارے ممدوح و موصوف مظہر غوث الوریٰ، فنا فی المصطفیٰ، سید العرفاء،

سند الاتقیاء، محدث اعظم، نائبِ امام اعظم، وارثِ علوم رسول، جامع معقول و منقول، کعبۃ العلوم، مدینۃ المعانی، حجۃ الاسلام، حضرت العلام، فقیہ اعظم پاکستان، حضرت خواجہ ابوالخیر مفتی پیر محمد نور اللہ نعیمی قادری متعنا اللہ بفیوضاتہ

ہاں ہاں! وہی، جنھیں آج دنیا 'نائب ابوحنیفہ' کہتی اور 'فقیہ اعظم' کے لقب سے یاد کرتی ہے--- جو میدانِ علم و فکر میں یکتا ہیں اور جملہ اسالیبِ بیان و اظہار پر حاوی، جو تمام گوشہ ہائے فہم و ادراک میں ممتاز و فائق ہیں اور منازلِ جذبہ و احساس میں سب سے آگے--- جن کا وجود ہمارے لیے استعارۂ عزم و ہمت ہے اور شخصیت خزانۂ رہ نمائی--- جن کا باطن معمور بہ عشق رسول ﷺ ہے اور ظاہر اسوۂ رسول ﷺ سے پُر نور--- لوگ انھیں 'عالم جلیل' کہتے ہیں اور میں انھیں رسول کریم ﷺ کا 'معجزہ'--- لوگ انھیں فقیہ و عالم ٹھہراتے ہیں اور میں انھیں فہم دین میں 'حجت'---

آپ ایک ہمہ جہت اور بھرپور شخصیت تھے--- ایک کامل صوفی، صاحب اسلوب مصنف، مترجم، مفسر، فقیہ، محقق، محدث، فلسفی، منطقی، راسخ علم عقائد، ماہر علم مناظرہ، کلام، بیان اور معانی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عملی سیاست دان کے طور پر بہت نمایاں حیثیت اور نام کے مالک و حامل تھے--- ان کا سب کچھ اللہ کے لیے تھا، رنج، خوشی، غصہ، پیار، یگانگت، بے گانگی، دوستی، دشمنی، لینا، دینا، تبسم، آنسو، سوچ، خیال، فکر، درد، آہ، سوز، گریہ، راحت، کلفت، اوڑھنا، بچھونا، جینا، مرنا، ان کا پیمانہ اور معیار سارے جہانوں کا پروردگار تھا--- بلا مبالغہ آپ 'آیۃ من آیات اللہ' تھے---

آپ سچے وارثِ منبر رسول، کامیاب مبلغِ میدانِ دعوت، علوم شرعیہ کے صحیح وارث، مسند رشد و ہدایت کے مرشد کامل اور دنیائے قلم و قرطاس میں مانے ہوئے انشاء پرداز تھے--- ایک دنیا آپ کے سحر علم و فضل کی اسیر تھی اور روحانیت میں آپ لاثانی تھے--- جماعت اولیاء اگر ستاروں کا ہار ہے تو آپ اس کا چاند--- تصوف اگر کتاب ہے تو آپ اس کا عنوانِ جلی--- روحانیت اگر شمع ہے تو آپ اس کی لو--- تجدید و احیائے دین کا کام اگر شادابیٔ چمن ہے تو آپ اس کا گلِ سرسبز--- شکوہِ علم اور غیرتِ فقر اگر کوہِ طور ہے تو آپ اس کا جلوۂ نور---

حضرت فقیہ اعظم کے عشق رسول کے باب کے حوالے سے ان کے نثر پارے کیسے شہ پارے ہیں، اہل نظر سے مخفی نہیں--- بالعموم آپ کا سارا 'فتاویٰ نوریہ' اور دیگر تصنیفات مطبوعہ و غیر مطبوعہ اور بالخصوص فتاویٰ نوریہ کی پانچویں جلد میں موجود 'حجیت حدیث' کے حوالے سے آپ کی تحقیق پر مبنی رسالہ 'حدیث الحبیب' اپنے دامن میں جو فراوانیٔ جذبات، غلبۂ محبت، کیفیاتِ درد و سوز، والہانہ پن،

خوب صورت سلیقۂ اظہار، اور جذب و مستی میں ڈوبے ہوئے الفاظ وحروف رکھتی ہے، اسے پڑھیں تو دل دھک دھک کر اٹھتا ہے، آنکھیں ابل پڑتی ہیں، کلیجے پر برف پڑ جاتی ہے، جگر تھامے نہیں تھمتا، روح سرشار ہو جاتی ہے اور دماغ معطر و معنبر ہو جاتا ہے--- اس پیارے کی بات ایسے پیارے لہجے میں کی گئی ہے کہ اپنے آپ پر پیار آنے لگتا ہے--- دنیا میں قوسِ قزح کی معصومیت کے چرچے ہیں، چاندنی کی ٹھنڈک کی باتیں ہوتی ہیں، شبنم کی پاکیزگی ضرب المثل ہو کر رہ گئی ہے، گلاب کی شادابی کی کیا بات ہے، غنچے اور کلی کی لطافت اپنی جگہ مسلمہ ہے، ہیرے کی آب و تاب کا جواب نہیں، نسیم سحر کی جادوئی خوش بو کا زمانہ معترف ہے، تاروں کی لو بڑی دل آویز ہوتی ہے، کنول کے پھول بڑے شفاف ہوتے ہیں، ہرنی کی چال میں بڑا بانکپن ہوتا ہے، کوئل کی نغمگی سبحان اللہ، آبشار کی گونج ماشاء اللہ، کچی مٹی کی سوندھی مہک کیا کہنے اور پنکھڑی کی نازکی واہ واہ--- مگر خدا لگتی بات ہے کہ حضرت فقیہ اعظم نے 'حجیت حدیث' کے مسئلہ میں عشق و محبت رسول کا جو گھلاؤ، گھولا اور رچاؤ پیدا کیا ہے، جو کیفیت اور جو معنویت پیدا کی ہے، جو رنگ اور جو نور پیدا کیا ہے، اس کا جواب نہیں اور دل بے اختیار پکار اٹھتا ہے کہ جس ذاتِ ستودہ صفات کا پیرہن کاغذی اتنا خوب صورت ہے، وہ خود کتنی دل آویز اور دل ربا شخصیت ہو گی؟---

اس سلسلے میں ایک اور بات بھی لائق توجہ ہے کہ لکھنے پڑھنے کا اتنا بھاری بھرکم کام آدمی کے دماغ کا رس نچوڑ لیتا ہے، رگیں پھولی رہتی ہیں، جبین شکن آلودہ اور احساس کی دنیا گرد آلود ہو جاتی ہے، آدمی کرم کتابی بن کر رہ جاتا ہے، خشک موضوعات پر لکھتے لکھتے طبیعت پر خشکی کا لیپ چڑھ جاتا ہے، ذوق و کیف کا عالم اس کے لیے اجنبی بن جاتا ہے، ایسے آدمی کے بارے میں گمان بلکہ یقین ہو جاتا ہے کہ کوئی اس سے ذرا قریب ہو کر گزرے تو شاید وہ چھل جائے، کیوں کہ یہ تجربہ ہے کہ کتابی علم چنگے بھلے اور بانکے سجیلے آدمی کو جلا، بھنا اور کھردرا بنا دیتا ہے، علم کی ہیبت اور خشونت اس درجہ بڑھ جاتی ہے کہ لفظ بیچارے کانپتے اور حرف ہانپتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں--- لیکن حضرت فقیہ اعظم کو مبدأ فیاض نے علم و فن اگر منوں کے حساب سے دیا تو ذوق و عشق بحمد اللہ ٹنوں کی مقدار میں بخشا--- ذوق، غلامی رسول کا اور عشق، ذات مصطفیٰ ﷺ کا--- جب وہ مسند افتاء پر ہوں تو بالغ نظر مفتی، حدیث پڑھا رہے ہوں تو عظیم محدث، فقہی مسائل پر بات کر رہے ہوں تو فقیہ اعظم اور فن میراث زیر غور ہو تو ماہر علم المیراث دکھائی دیتے ہیں---

ان کی قامت پر ہر قبا خوب سجتی ہے مگر جب وہ کوچۂ نبی میں ہوتے تو ان کی شان گدائی پر دارا

وسکندر کو رشک آنے لگتا ہے، جب وہ وقفِ ذکرِ رسول ہوتے ہیں تو وجدان درود پڑھنے لگتا ہے، جب ان کے ہاتھ میں نعت کا کشکول ہوتا ہے تو فرشتے بھی دادوتحسین کے لیے قطار اندر قطار زمین پر اترتے دکھائی دیتے ہیں، جب ان کے لبوں پر نام مصطفیٰ ﷺ آتا ہے تو شہد کی بارش ہونے لگتی ہے، جب ان کا موضوعِ سخن حضور ﷺ کا چشمہ فیض ہوتا ہے تو ساغرِ دل چھلک چھلک جاتا ہے، جب یادِ حبیب کا چاند ان کے دل کے آنگن میں اترتا ہے تو شب ہجراں چمک چمک جاتی ہے اور جب کبھی وہ اپنی شاعری میں حسن سرکار کا مضمون باندھتے ہیں تو غنچۂ فن چٹک چٹک جاتا ہے---

آپ کی شش جہات دینی وروحانی خدمات کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے کام کے لیے خاص طور پر آپ کو پیدا فرمایا اور وہ تمام خوبیاں دے کر اس کام کے لیے منتخب فرمایا، جو دین کی نشر و اشاعت، مخلوق کی ہدایت اور بھولے بھٹکوں کی رہنمائی کے لیے ضروری تھیں--- تدریس کی مہارت، خطاب میں جاذبیت، شخصیت میں کشش وملائمت، بات میں تاثر اور بلا کی ذہانت، اندازِ بیاں میں دل کشی وحکمت اور فصاحت وبلاغت جیسی خوبیاں منعم حقیقی نے آپ کو ارزاں کی تھیں---

یہ راز تو حق تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ حضرت فقیہ اعظم ولایت کے کس درجے پر فائز تھے، مگر تاریخ کا ایک عام طالب علم بھی اس حقیقت سے باخبر ہے کہ حضرت سیدنا فقیہ اعظم ایک عالم باعمل تھے، آپ کی ذاتِ مبارک میں 'مردِ مومن' کی وہ تمام نشانیاں جمع تھیں جن کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب میں واضح اشارہ کیا ہے--- حصولِ علم کی خاطر آبلہ پائی، سلامتیٔ ایمان کے لیے نفس کشی اور دنیا کی تمام لذتوں سے بے رغبتی اور اللہ کی کبریائی کا اقرار کرنے کے لیے ہر مادّی طاقت کی نفی، دربارِ امراء میں شمشیرِ بے نیام، غریبوں اور بے کسوں کی محفل میں باپ اور بھائی سے زیادہ شفیق ومہربان، بھوکوں کو اپنے دہن کا لقمہ عطا کرنے والے، ننگوں کو اپنا پیرہن مبارک بخش دینے والے، امراء کے دروازوں کی طرف پیٹھ کر لینے والے، دربارِ امراء میں شمشیرِ بے نیام---

آپ کی قائم کردہ مسلک اہل سنت وجماعت کی عظیم دینی درس گاہ مرکزی دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف کا نام تعارف کا محتاج نہیں--- لاتعداد علماء، قراء اور حفاظ اس مرکزِ علم وعرفان سے علوم نبوی سے مزین ہو کر کائناتِ ارض کے مختلف گوشوں کو فیضانِ علومِ مصطفوی سے فیض یاب اور شرابِ محبتِ شہ دوسرا ﷺ سے سیراب کرنے کے لیے ہمہ وقت مصروفِ عمل ہیں---

اس عظیم، مہربان مادرِ علمی کو دیکھ کر بے ساختہ منہ سے دعائیں نکلتی ہیں اور دستِ دعا اٹھ جاتا ہے کہ علم وحکمت اور نور ومعرفت کی یہ نور بار قندیل اپنی تابانیاں تا قیامت بکھیرتی رہے اور یہاں

آنے والے پاکیزگیٔ قلب ونظر کے ساتھ ساتھ حسنِ عمل، خوبیٔ کردار اور بلندیٔ افکار کا سرمایہ حاصل کرتے رہیں--- حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کا انتہائی دردمندی، للّٰہیت اور خلوصِ قلب سے لگایا ہوا گلشن تا ابد سلامت رہے، یہاں قمریاں اور عنادل ہمیشہ نغمہ ریز رہیں، دانش وحکمت، علم ومعرفت اور محبت وعشق کے جام لنڈھائے جاتے رہیں اور ہر تشنہ لب دست بستہ، مہر بلب، دامانِ قلب ونظر فرشِ راہ کیے، سرمستی میں یہ الاپتا رہے:

برآستانِ تو ہر کس رسید مطلب یافت　　روا مدار کہ من نا امید بر گردم

اور ساقیٔ میخانہ کا یہ نعرۂ مستانہ سدا کانوں میں رس گھولتا رہے:

اگر یک قطرہ خوں داری، اگر مشت پرے داری　　بیا! من با تو آموزم، طریق شاہ بازی را

بہر حال حضرت سیدی فقیہ اعظم ﷫ کی ذات ستودہ صفات ہر رنگ، ہر جہت اور ہر اعتبار سے رنگ ونور کی ایسی قوس قزح ہے، جس کے تمام رنگوں کا شمار اور بیان کم از کم مجھ ایسے بے علم و بے ہنر کے بس کی بات نہیں---

یہ وہ ہستی ہیں جنھوں نے عصر حاضر میں اپنے حسنِ عمل کے دل کش اور مقناطیسی جلووں سے تجدید واحیائے دین کے کارنامے اس حکمت عملی سے سرانجام دیے ہیں کہ ان کی ذات امت کے ہمہ جہت اختلافات کی خلیج کو پاٹ کر مرحلہ بمرحلہ جملہ سلاسل ومسالک اور مکاتب فکر کے لیے نقطۂ اتحاد بنتی جارہی ہے--- آپ نے ہمیشہ قینچی کی بجائے سوئی سے کام لیا، کاٹنے کی بجائے سینے پر زور دیا--- انہی مقدس جذبوں اور نیک تمناؤں کا زادِ سفر لیے، امین اماناتِ فقیہ اعظم حضرت صاحب زادہ مفتی پیر محمد محب اللہ نوری مدظلہ العالی نے ہر سال کی طرح امسال بھی اسلام کے بطلِ جلیل اور ملت اسلامیہ کی اس عظیم شخصیت، قاسم محبت مصطفوی، امین امانت امام اعظم، وارثِ علوم نبوی، پاسبانِ مشربِ غوثیت، سیدی فقیہ اعظم الحاج ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی قادری نور اللہ مرقدہ وقدس سرہ العزیز کے ۲۴ ویں سالانہ عرس سراپا قدس اور آپ کے قائم کردہ عظیم ادارہ دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف کے ۶۷ ویں سالانہ اجلاس دستار ہائے فضیلت وتقسیم اسناد، منعقدہ ۱-۲/رجب المرجب ۱۴۲۷ھ، بمطابق ۲۹-۳۰/جولائی ۲۰۰۶ء، بروز ہفتہ، اتوار کی تقاریب کے انعقاد کا اعلان کیا--- وابستگان حضور سیدی فقیہ اعظم کے قلوب میں مسرت کی لہر دوڑ گئی، ایک ایک دن گن گن کر گزارا جانے لگا--- ذکر محبوب کے وہ کیف آفریں لمحات قریب آ رہے تھے، جن کی لذت وحلاوت بارہ ماہ گزرنے پر بھی نہ بھولی تھی--- بالخصوص آخری نشست کے روح پرور لمحات تو بے چین اور

مضطرب کیے ہوئے تھے، اللہ اللہ کر کے دن گزارے---

آج ۲۸؍جولائی ۲۰۰۶ء ہے---عرس پاک کی تیاریوں کا سلسلہ فزوں تر دکھائی دینے لگا، مختلف تنظیموں اور اہالیانِ شہر کی طرف سے خطاطی کے مختلف نمونوں کے بینرز آویزاں ہونے لگے، ملک کے کونے کونے سے آنے والے حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کے معتقدین بھی اپنے اشتہارات، اسٹیکرز اور بینرز پیش کرنے لگے، دورۃ الحدیث اور موقوف علیہ کے طلبہ بینرز کی حسن ترتیب میں مشغول ہو گئے، دن بھر کی محنت کے بعد انھوں نے دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف کے صحن، درودیوار اور جامع مسجد نور کے ساتھ بنائے گئے پنڈال کو دلہن کی طرح سجا دیا---صبح ۸ بجے النور ٹینٹ سروس بصیر پور کی ٹیم پہنچ گئی، انہوں نے انتہائی عقیدت ومحبت کا مظاہرہ کرتے ہوئے صحن دارالعلوم اور لنگر شریف سے متعلقہ علاقہ جات کو خوب صورت شامیانوں اور قناتوں سے مزین کر دیا---عقیدت ومحبت کے جذبے زبانوں سے نہیں عمل کی قوت سے جھلکتے ہیں---

اس موقع پر یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ عرس سراپا قدس کی تیاریوں، تشہیری مہم اور عملی انتظامات میں بزم غلامان فقیہ اعظم ضلع قصور اور بزم غلامان فقیہ اعظم ضلع اوکاڑا نے جس طرح کردار ادا کیا، وہ باقی تمام اضلاع کے لیے قابل تقلید نمونہ ہے---

دارالعلوم، دربار نور، جامع مسجد نور اور ملحقہ پنڈال وگلی کوچوں کو برقی قمقموں، ٹیوبوں، رنگارنگ بلبوں، آرائشی محرابوں اور بینروں سے مزین کر دیا گیا---جامعہ کے وسیع وعریض صحن کو عمدہ قالین اور چٹائیاں بچھا کر پنڈال بنا دیا گیا---پوری جلسہ گاہ بقعۂ نور بنی ہوئی تھی---اسی دن دارالعلوم بصیر پور شریف کے تمام اساتذۂ کرام تقسیم کار کے تحت اپنی اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لیے تیاریوں کو حتمی شکل دے رہے تھے---سیکورٹی کے فرائض سرانجام دینے والے طلبہ نے انتہائی ذہانت سے اپنے انتظامات کو حتمی شکل دی---مقامی احباب اور بیرون شہر سے آنے والے احباب کو سٹال لگانے کے لیے جگہ دی گئی---ہر طرف ایک کیف آگیں سماں ہے---جذبے ابھرے ابھرے اور خیالات مچلے مچلے نظر آتے ہیں---جذب وشوق کی اس ہمہ گیر کیفیت میں میری نظریں بار بار اٹھ رہی ہیں اور ہر بار پلٹ کر یہی پیغام دے رہی ہیں:

وہی بزم ہے، وہی دھوم ہے، وہی عاشقوں کا ہجوم ہے
ہے کمی تو بس اسی ''چاند'' کی جو تہ مزار چلا گیا

انتظامات ہر جہت اور ہر اعتبار سے اس طرح مکمل ہو گئے تھے کہ مختلف بلادِ اسلامیہ سے آنے والے

تشنگانِ علم وفکر، عاشقانِ مصطفیٰ اور فدایانِ حضرت فقیہ اعظم میں سے ہر ایک نے حضرت جانشینِ فقیہ اعظم مدظلہم العالی کے حسن ذوق اور طبعی نفاست کو داد تحسین پیش کی---

عرس و اجلاس کی تقاریب میں عشاق فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ کے بے پناہ ہجوم کی وجہ سے دارالعلوم کا صحن خصوصاً رات کی نشستوں میں تنگ پڑ جاتا تھا، اس لیے حسب سابق اس سال بھی حضرت جانشینِ فقیہ اعظم صاحب زادہ مفتی محمد محب اللہ نوری مدظلہ العالی نے فراست وبصیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے مسجد سے ملحقہ اراضی میں پچھلے سال سے بھی زیادہ وسیع وعریض پنڈال تیار کرایا--- اس طرح جامع مسجد نور کا صحن بھی پنڈال کا حصہ دکھائی دے رہا تھا (مگر آخری نشست میں یہ وسیع وعریض پنڈال اپنی تنگ دامانی کا منظر پیش کر رہا تھا)--- اس پنڈال کو بھی برقی بلبوں کی ایک خوب صورت چھتری کے ذریعہ سے سجا دیا گیا اور کپڑے کی مدد سے اسٹیج پر سجاوٹ کا جیسا عمدہ کام کیا گیا تھا، وہ اپنی مثال آپ تھا---

دارالعلوم سے ملحقہ جامع مسجد نور کی عمارت پر روشنیوں کی بارات، مختلف کلرز میں خطاطی کے بینرز، سیدی فقیہ اعظم کے مزار پر چمکتا عظمتوں کا چاندی نما کلس، دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف کے ماتھے کی جھومر میں قوس قزح کی رنگینیاں، حسن و دل کشی کے یہ سارے دل فریب جلوے زائرین کو دعوت نظارہ دے رہے تھے--- عالم وارفتگی میں اہل محبت کی نظریں بار بار اٹھ جاتیں اور حسن ازل کے اس نمود کا نظارہ کرتیں---

عرس واجلاس کی تقریبات دو روز جاری رہتی ہیں اور روزانہ تین نشستیں ہوتی ہیں:

نشست اول: صبح ساڑھے آٹھ بجے سے پونے ایک بجے تک

نشست دوم: بعد نماز ظہر تا عصر

نشست سوم: بعد نماز عشاء سے رات گئے تک جاری رہتی ہے

ان دو روزہ تقریبات عرس واجلاس میں اندرون وبیرون ملک کے نام ور قراء، دنیائے اہل سنت کے معروف نعت خوانان، شعراء اور ملت اسلامیہ کے جید علماء وخطباء نے شرکت کی اور اپنے خطابات سے عاشقانِ مصطفیٰ کے ایمان کو جلا بخشی--- بیسیوں علماء کرام، مشائخ عظام اور سجادہ نشین حضرات زینت اسٹیج بنے رہے--- اس دفعہ بھی گزشتہ سالوں کی طرح مقررین کو باقاعدہ موضوعات دیے گئے تھے، جس کی وجہ سے مقصدیت وافادیت کے ساتھ ساتھ سامعین کی دل چسپی بھی بڑھ گئی---

روح پرور، طمانیت بخش اور وجد آور ساعتوں کو الفاظ کی تنگنائیوں میں قید کیا جا سکتا ہے اور

نہ ہی قلم وقرطاس ان کیف آگیں لمحات کو بیان کرنے کی سکت رکھتے ہیں---اختصار کے ساتھ واقعاتی روداد درج ذیل ہے:

۲۹/ جولائی ۲۰۰۶ء، ہفتہ

ہنگام طلوع سپیدۂ سحر دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف کے اساتذہ وطلبہ مضبوط ارادوں اور مچلتی آرزوؤں کے ساتھ ذمہ داریاں ادا کرنے کے لیے اپنے محاذوں پر موجود تھے، جوں ہی خاورِ مشرق سر بلند ہوا، عشاق حضرت فقیہ اعظم کی بھیڑ لگ گئی، مزار حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز پر قرآن خوانی ہوئی---عرس سراپا قدس کی تقریبات کا آغاز تقریباً ساڑھے آٹھ بجے شہزادۂ فقیہ اعظم حضرت علامہ صاحب زادہ مفتی پیر محمد محب اللہ نوری قادری دامت فیوضاتھم کے حکم سے محفل ذکر اور مزارپُر انوار کے غسل مبارک سے ہوا---

جناب قاری جان محمد نوری (منڈی احمد آباد) نے نغمۂ تار الست چھیڑا، جب کہ سرورِ کون ومکاں، رحمت عالمیاں، راحت قلوب عاشقاں، محبوب ربِّ دوجہاں ﷺ کی بارگاہ ناز میں صوفی برکت علی، صوفی امام دین، صوفی اللہ دتہ قادری اور جگر جانشین فقیہ اعظم صاحبزادہ محمد سعد اللہ نوری نے عقیدت کے پھول نچھاور کیے---خطابات کا سلسلہ شروع ہوا تو مولانا شیر محمد نوری (سلطانکے) نے ''فضائل اہل بیت''، مولانا عزیز احمد نوری (لاہور) نے ''اصلاحِ معاشرہ''، مولانا قاری عبدالستار نوری (دیپال پور) نے ''عظمت اولیاء ومقام فقیہ اعظم'' اور مولانا رب نواز اویسی (وہاڑی) نے ''معراج النبی ﷺ'' کے موضوع پر سیر حاصل گفتگو کی---اس نشست میں جامع معقول و منقول حضرت علامہ محمد اکرم الازہری (لاہور) اور سید خورشید علی شاہ (جلے والا) کے صاحبزادے سید امام علی شاہ (سیشن جج لاہور) مہمان خصوصی تھے---آخر میں جناب قاری جان محمد نوری نے قصیدہ بردہ شریف اور قصیدہ غوثیہ شریف کے منتخب اشعار پڑھے تو پوری محفل پر وجد طاری ہوگیا---تقریباً ایک بجے اس کیف آفریں تقریب کا اختتام غسل مزار مبارک، درود وسلام اور حضرت قبلہ جانشین فقیہ اعظم مدظلہ العالی کی دعا پر ہوا---بعد ازاں زائرین نے لنگر نوریہ تناول کیا---

نماز ظہر کے بعد دوسری نشست کا آغاز ہوا، تلاوت کلام پاک کی سعادت قاری خلیل احمد نوری اور بارگاہ مصطفوی ﷺ میں ہدیہ نعت کی سعادت محمد فیض الرسول، محمد حبیب الرسول، محمد نوید النبی نے حاصل کی اور خوب داد وصول کی---سلسلۂ سخن شروع ہوا تو مولانا محمد عثمان جامی (قصور) نے ''تحفظ ناموسِ رسالت'' مناظر اہل سنت مولانا محمد انوار حنفی (کوٹ رادھا کشن، قصور) نے

''فاتحہ خلف الامام'' اور مناظر اہل سنت مولانا غلام مصطفیٰ نوری (ساہیوال) نے ''حیات النبی'' کے عنوانات پر خطابات فرمائے جب کہ مولانا شبیر احمد ہاشمی (چونکی) نے ''ردّ قادیانیت'' اور فاتح عیسائیت مولانا ابوالنصر پیر منظور احمد شاہ ہاشمی (ساہیوال) نے ''حیات النبی ﷺ'' کے حوالے سے بڑی شان دار گفتگو فرمائی اور حق یہ ہے کہ حق ادا کیا --- اس نشست میں پیر طریقت حضرت صاحبزادہ پیر سردار احمد عالم (کھر پیڑ شریف)، پیر طریقت خواجہ غلام رسول (تو گیرہ شریف) مہمان خصوصی تھے، علاوہ ازیں مختلف علماء کرام اور مشائخ عظام کثیر تعداد میں رونقِ اسٹیج بنے رہے --- یہ نشست درود وسلام اور دعا کے بعد اپنے اختتام کو پہنچی ---

نمازِ عصر کے بعد جامع مسجد نور میں مولانا صابر علی وٹو نوری (لاہور) نے ''تفہیم دین'' کے حوالے سے درس دیا، جسے نمازیوں نے نہایت توجہ سے سنا اور پسند کیا --- اس وقفہ میں صحنِ دارالعلوم مکمل طور پر خالی کرا دیے جانے کے بعد خواتین کو دربار حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز پر حاضری کا موقع دیا گیا --- نمازِ مغرب کے بعد زائرین نے لنگر نوریہ تناول کیا ---

نمازِ عشاء کے بعد جامع مسجد نور کے ساتھ ملحقہ وسیع وعریض پنڈال میں تیسری نشست کا آغاز ہوا، تلاوت کلام مقدس کی سعادت قاری اسرار احمد نے حاصل کی، مولانا حافظ نذیر احمد اشرفی سیفی نے بارگاہِ رسالت مآب میں ہدیۂ عقیدت پیش کیا --- دریں اثناء نعروں کی گونج میں حضرت جانشین فقیہ اعظم صاحبزادہ مفتی محمد محب اللہ نوری دامت فیوضاتہ اپنی مسند پر جلوہ افروز ہوئے --- آپ کے مسند صدارت پر تشریف لاتے ہی سلسلۂ سخن شروع ہوا تو مولانا غلام مجتبیٰ نوری (لاہور) نے ''اتباعِ رسول''، مولانا پروفیسر حافظ محمد اعظم نوری (گوجرانوالا) نے ''اہل قبور سے تعلق''، علامہ ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی (لاہور) نے ''حدود آرڈیننس اور ناموسِ رسالت''، محقق عصر مولانا مفتی محمد خان قادری (لاہور) نے ''انسانی اقدار کا تحفظ اور علماء کی ذمہ داریاں'' کے موضوع پر علمی وفکری خطابات کیے، بعد میں پیر طریقت حضرت خواجہ غلام قطب الدین، گڑھی اختیار خاں نے ''صحبت صالحین'' کے حوالے سے فارسی واردو اشعار سے مرصع خطاب کیا --- آخر میں جگر گوشہ حافظ الحدیث مناظر اسلام علامہ سید محمد عرفان شاہ مشہدی (بھکی شریف) نے ''عظمت مصطفیٰ ﷺ'' کے موضوع پر اپنے مخصوص انداز میں بھرپور خطاب فرمایا اور خوب داد پائی --- اس نشست میں دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف سے دورۃ القرآن اور قراءت وتجوید کی تکمیل کرنے والے طلبہ کو دستار فضیلت دی گئی --- اس نشست کی صدارت بدر اشرفیت شیخ المشائخ پیر طریقت حضرت ڈاکٹر سید محمد مظاہر اشرف

الاشرفی الجیلانی امیر حلقہ اشرفیہ پاکستان (کراچی) نے کی، جب کہ قاسم فیضانِ حضرت گنج کرم پیر طریقت صاحبزادہ سید میر طیب علی شاہ (کرمانوالا شریف) اور مدینہ منورہ سے تشریف لائے ہوئے الشیخ حاجی محمد اقبال مغل نوری مہمان خصوصی تھے--- اختتام پر حضرت بدر اشرفیت مدظلہ نے بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں ہدیہ صلوٰۃ وسلام پیش کیا اور دعا فرمائی---

۳۰/جولائی ۲۰۰۶ء، اتوار

نمازِ فجر کے بعد جامع مسجد نور میں حضرت مولانا مفتی محمد امین صابر القادری (جڑانوالا) نے ''تفہیم دین'' کے حوالے سے مختصر درس دیا، بعدہٗ تقریباً ساڑھے آٹھ بجے آج کی پہلی اور عرس سراپا قدس کی چوتھی نشست کا آغاز متعلم دار العلوم ہٰذا قاری اسرار احمد کی تلاوت سے ہوا، جب کہ بارگاہِ محبوب رب العالمین ﷺ میں ہدیہ گلہائے عقیدت حافظ محمد اویس اور محمد مشتاق ناصر نے پیش کیے، بعد از تلاوت ونعت مولانا محمد نواز نوری (مدرس دار العلوم) نے ''نسبت''، مولانا مختار احمد اشرفی (قصور) نے ''فضائل علم وعلماء''، مولانا نور الحسین نوری (بہاول نگر) نے ''تقویٰ کی اہمیت'' کے موضوعات پر نہایت پُر اثر وپُر ذوق خطابات فرمائے--- ازاں بعد صاحبزادہ سید محمد محمود الحق شاہ (بورے والا) نے حضرت مولانا حسن رضا خاں بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نعتیہ کلام کے چند اشعار ہدیہ سماعت سامعین کیے تو اصحابِ ذوق جھوم جھوم اٹھے اور ہر عاشق دل فگار اس کو اپنے ہی دل کی آواز سمجھ رہا تھا---

نعت شریف کے بعد خطیب العصر فاضل جلیل حضرت علامہ مولانا سید محمد محفوظ الحق شاہ (بورے والا) نے ''عقائد اہل سنت، حضرت فقیہ اعظم کے ارشادات کی روشنی میں'' کے موضوع پر نہایت جامع، پُر اثر وپُر ذوق خطاب فرمایا--- قبلہ شاہ صاحب نے پچھلے سال کی طرح امسال بھی حضرت فقیہ اعظم کی تصنیف ''فتاویٰ نوریہ'' کی جلد پنجم میں حجیت حدیث کے ثبوت میں رسالہ ''حدیث الحبیب'' کو اپنے موضوع کے لیے منتخب فرمایا اور بہترین اندازِ استدلال اپناتے ہوئے نہایت عالمانہ، فاضلانہ اور محققانہ خطاب فرمایا--- خطاب کے دوران آپ اس بات کا اعتراف کرتے ہوئے دکھائی دیے:

در فقاہت وجودِ نور اللہ　　اہلِ دیں را دلیلِ محکم بود
زاں سبب در افاضلِ امت　　لقب اُو فقیہ اعظم بود

یہ نشست درود وسلام اور دعا کے بعد اپنی انتہا کو پہنچی---

نمازِ ظہر کے بعد عرس سراپا قدس کی پانچویں نشست کا آغاز ہوا--- تلاوت کلام حکیم کی سعادت محترم قاری عبدالشکور نعیمی (فیصل آباد) نے حاصل کی اور بارگاہ مصطفوی میں عقیدت و محبت کے پھول مولانا محمد نصر احمد نوری (لاہور) اور محترم جناب غلام جعفر نوری صاحب (ایس پی ٹریفک پولیس، بہاول پور رینج) نے نچھاور کیے، سلسلہ خطابات شروع ہوا تو صاحبزادہ ضیاء محی الدین (ہڑپہ) نے ''فیضانِ فقیہ اعظم''، ادیب شہیر مولانا محمد منشاء تابش قصوری (مریدکے) نے ''فتاویٰ نوریہ کی اہمیت و انفرادیت''، خطیب دل پذیر مولانا محمد عبدالحق ظفر چشتی (لاہور) نے ''نسبت اولیاء'' اور مناظر اسلام، محقق عصر حضرت علامہ مفتی عبدالمجید سعیدی (رحیم یار خان) نے ''توحید و شرک'' کے موضوعات پر نہایت پُر اثر و پُر ذوق خطابات فرمائے، مفتی صاحب نے کم و بیش ڈیڑھ گھنٹہ نہایت عالمانہ، فاضلانہ، محققانہ اور پر مغز تفصیلی خطاب کیا، جسے خواص و عوام نے بے حد سراہا---

اس نشست میں پیر طریقت صاحبزادہ سید اصغر علی شاہ، المعروف چن پیر (ہڑپہ)، صاحبزادہ پیر مظفر حسین (آستانہ عالیہ سلطان عبدالحکیم)، جانشین شیخ القرآن صاحبزادہ محمد فضل الرحمٰن اوکاڑوی (اوکاڑا)، جناب سید شفیق حسین بخاری، ممبر بورڈ آف ریونیو پنجاب (لاہور)، ڈاکٹر سید طاہر رضا بخاری، ڈائریکٹر مذہبی امور اوقاف (پنجاب)، جناب حافظ عزیز الرحمٰن گوندل، سیکرٹری وزارات اطلاعات (اسلام آباد) اور مولانا محمد عارف سیالوی صوبائی خطیب اوقاف (پنجاب) مہمان خصوصی تھے، جناب ڈاکٹر طاہر رضا بخاری صاحب نے نہایت مؤثر خطاب بھی کیا--- انہوں نے خانقاہوں اور مدارس کی طرف انتہا پسندی اور فرقہ واریت کو منسوب کرنے والے افکار اغیار کے مقلد افراد کا رد کرتے ہوئے کہا:

''آج دنیا میں شدت پسندی، انتہا پسندی، فرقہ واریت کی باتیں ہوتیں ہیں، لیکن تاریخ گواہ ہے کہ یہ بارگاہیں، یہ آستانے، جہاں روحانی اور دینی تدریس کا بیک وقت اہتمام ہے، ان آستانوں سے کبھی انتہا پسندی کی بات نہیں ہوئی--- مدرسہ جب تک خانقاہوں کے ساتھ منسلک رہا ہے، تدریس جب تک صوفی کے حلقے اور نصاب میں شامل رہی ہے، جب تک ان مدارس میں ''عوارف المعارف'' پڑھائی جاتی رہی ہے، جب تک عراقی اور ابن عربی ان کے نصاب میں شامل رہے ہیں، مدارس اور محراب و منبر سے کبھی انتہا پسندی کی بات نہیں ہوئی، فرق تب پڑا ہے جب ہم نے تدریس اور

تعلیم دین کو خانقاہ سے الگ کر دیا"---

آستانہ حضرت فقیہ اعظم کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے مزید فرمایا:

"آج ہم اس عظیم آستانے پر حاضر ہیں جہاں مدرسہ بھی ہے اور مسجد بھی، جہاں خانقاہ بھی ہے اور دین کا علم بھی---فقر کی وہ منزلیں اور علم کے وہ پہلو جو ایک مرد حق اور ایک صوفی کی بارگاہ میں جمع ہونے چاہئیں اور جن کا نور اس معاشرے میں ہونا چاہیے، وہ بحمد اللہ یہاں پر موجود ہیں"---

بعد از درود و سلام و دعا یہ نشست اپنے اختتام کو پہنچی---

نماز عصر کے بعد جامع مسجد نور میں حضرت مولانا پروفیسر خلیل احمد نوری (لاہور) نے "تفہیم دین" کے حوالے سے مؤثر اور دل نشیں انداز میں درس دیا، بعدہٗ دربار حضرت فقیہ اعظم پر چادر پوشی کی گئی، بارگاہ نبوت میں گل ہائے عقیدت پیش کیے گئے---وہ سماں بہت خوب صورت تھا، جب حضرت سیدنا فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کے نسبی و روحانی فرزند صلوٰۃ و سلام، قصیدہ بردہ شریف اور چادر پوشی سے متعلقہ مخصوص اشعار پڑھ کر والہانہ انداز میں آپ کے مزار پر گلاب کی پتیاں نچھاور کرتے ہوئے چادر ڈال رہے تھے---آخر میں سجادہ نشین دربار عالیہ نوریہ حضرت صاحب زادہ مفتی محمد محب اللہ نوری دامت برکاتہم العالیہ نے مملکت خداداد پاکستان کی سلامتی، امت مسلمہ کی اجتماعی بہتری اور جملہ حاضرین کی اصلاح و فلاح کے لیے دعا فرمائی---

نماز عشاء کے بعد عرس سراپا قدس کی چھٹی، آخری اور اہم ترین نشست کا آغاز ہوا، تلاوت کلام مقدس قاری محمد مظہر حیات نوری (لاہور) نے کی، پناہ گاہِ خستگاں، شفیع المذنبین ﷺ کے حضور نذرانہ محبت و عقیدت پیش کرنے کی سعادت حافظ علی شیر قادری (متعلم دار العلوم)، جناب جان محمد (شرق پور) نے حاصل کی---خطابات کا سلسلہ شروع ہوا تو مولانا محمد شریف قادری (لاہور) نے "فضائل قرآن و حاملین قرآن"، مفکر اسلام علامہ احمد علی قصوری (لاہور) نے "علماء و مشائخ کی ذمہ داریاں" کے موضوع پر فکر انگیز اور دل نواز خطاب فرمایا، جس میں عالمی سطح پر امت مسلمہ کو درپیش مسائل کا پرسوز تذکرہ کیا---

اس کے بعد حضور سیدی فقیہ اعظم کے پوتے اور جانشین فقیہ اعظم کے چھوٹے صاحبزادے محمد سعد اللہ نوری نے حضرت قبلہ جانشین فقیہ اعظم دامت برکاتہم العالیہ کے اس نعتیہ کلام:

شہر شاہِ انبیاء بے انتہا اچھا لگا — مرکز مہر و وفا ، بے انتہا اچھا لگا
ان کی صورت، ان کی سیرت کا بیانِ دل نشیں — ابتدا تا انتہا ، بے انتہا اچھا لگا
سبز گنبد پر پڑی پہلی نظر نوری کی جب — ''آستانِ مصطفیٰ ، بے انتہا اچھا لگا''

کے چند منتخب اشعار ہدیہ سماعت سامعین کیے تو محفل کا رنگ اور زائرین کا وجد و ذوق دیدنی تھا---ان اشعار پر اصحابِ ذوق جھوم اٹھے اور ہر عاشقِ دل فگار اس کو اپنے ہی دل کی آواز سمجھ رہا تھا---سلسلہ سخن دوبارہ شروع ہوا تو جگر گوشۂ جانشین فقیہ اعظم حضرت مولانا صاحب زادہ محمد نعیم اللہ نوری کو خطاب کے لیے مدعو کیا گیا، انھوں نے ''حضرت فقیہ اعظم کا فقہی مقام'' کے موضوع پر نہایت جامع خطاب فرمایا، انھوں نے کہا:

''لاؤڈ سپیکر کا مسئلہ ہو یا گھڑی کے چین کا، سرکاری زمین پر تعمیر مسجد کا جواز ہو، نماز میں ٹوپی کی اہمیت کا معاملہ ہو، رؤیت ہلال کا قضیہ ہو یا روزہ میں انجکشن کے جواز یا عدم جواز کی صورت، عورتوں کے لیے علم کتابت کے حصول کی اجازت ہو یا انتقال خون کے اضطرار کا معاملہ یا انگریزی ادویات میں الکحل کی ملاوٹ کا مشکل فیصلہ، یہ تمام وہ مسائل تھے جن پر آپ نے پوری قوت سے دلائل دیے، ان کا اپنے استنباط پر اتنا اعتماد تھا کہ انگریزی ادویات پر فیصلہ سناتے ہوئے پوری قوت سے کہتے ہیں:

فاقول انا و لا شک لی اصلا لو کان ھذا الامام المجدد (مراد اعلیٰ حضرت ہیں) فی ھذا الزمان لقال بالجواز---

بعد ازاں دنیائے قراءت کے ابھرتے ہوئے درخشندہ ستارے، (دنیائے اسلام کے نام ور قاری، قاری خوشی محمد الازہری کے صاحبزادے) جناب قاری محمد نجم المصطفیٰ (اسلام آباد) کو تلاوت قرآن کریم کے لیے مدعو کیا گیا، جوں جوں وہ آیات بیّنات کی تلاوت فرما رہے تھے، سامعین پر ایک وجدانی کیفیت طاری ہوتی جا رہی تھی، سامعین آسمان سے انوار الٰہیہ کی اترتی برسات اپنی محسوس نظروں سے ملاحظہ کر رہے تھے---خطیب ذیشان علامہ محمد عارف نوری (لاہور) نے ''مقام صحابہ رضی اللہ عنہم و مقام سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ'' کے موضوع پر بھرپور خطاب فرمایا---آخری خطابات خطیب شیریں لسان، شیر بیشۂ اہل سنت، سفیر عشق و محبت علامہ حافظ مفتی خان محمد قادری (لاہور) اور خطیب اسلام مفسر قرآن، حضرت صاحبزادہ پیر سید شبیر حسین شاہ صاحب حافظ آبادی کے تھے، انھوں نے بالترتیب ''موت انبیاء و اولیاء کے دروازے پر'' اور ''ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' کے موضوعات پر اپنے

مخصوص انداز میں نہایت خوب صورت، فکر انگیز، جامع اور دل چسپ خطابات فرمائے---

اس نشست میں سابق چیف منسٹر پنجاب جناب میاں منظور احمد وٹو جو ایک ممتاز سیاست دان، دانش ور اور منتظم ہونے کے ساتھ ساتھ منجھے ہوئے مقرر بھی ہیں، نے سیدی فقیہ اعظم کی علمی خدمات اور عظمت کردار کو خراج تحسین پیش کیا، اسی طرح صوبائی وزیر، چیف وہپ جناب پیر غلام محی الدین چشتی نے بھی اس اجتماع میں اپنی شمولیت پر اظہار مسرت کیا اور حضرت کی دینی خدمات کو سراہا---علاوہ ازیں اس آخری نشست میں میاں افتخار حسین چھچھر ایم پی اے، میاں غلام احمد وٹو چیئرمین زکوٰۃ وعشر اوکاڑا کے علاوہ شہر اور علاقہ کی ممتاز سیاسی وسماجی شخصیات نے شرکت کی---

اسی نشست میں فضلائے دورۃ الحدیث اور حفاظ کرام کو دستار فضیلت اور اسناد سے نوازا گیا، اس طرح مجموعی طور پر اجلاس میں ۱۰۲ علماء، قراء وحفاظ کی دستار بندی ہوئی، جب کہ اسی روز ۱۰ بجے صبح دارالعلوم حنفیہ فریدیہ شعبہ بنات میں دورۂ تفسیر مکمل کرنے والی ۷۰ طالبات کی خمار پوشی کی گئی اور اسناد دی گئیں---

معزز قارئین! سکوتِ شام صحرا میں جرسِ کارواں کا تغزل راہ نوردانِ شوق کو بھلا معلوم ہوتا ہے، بہتے دریا کے گہرے پانیوں سے ابھرتی موجوں کا رقص بھی دلوں کے لیے ہیجان آمیز ہوتا ہے، گلستانوں میں رنگا رنگ پھولوں کا تبسم بھی بڑا دل نواز ہوتا ہے، وقت سحر قمریوں اور طوطیانِ خوش نوا کے نغمے بھی سوز ومستی کی عجیب تر کیفیات پیدا کرتے ہیں، لیکن آج کی اس نشست میں خوش گلو قراء، شیریں لسان نعت خوان اور شعلہ نوا مقررین کی تلاوت، نعت اور خطابات سرمستی ورعنائی کی نئی داستانیں رقم کر رہے تھے---رات کی آخری تہائی تھی، روشنیوں کا ایک سیلاب حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کے گنبد بیضا سے ٹکرا کر ماحول کو بقعۂ نور بنا رہا تھا، قراء حضرات کوثر وتسنیم سے دھلی زبانوں سے لاہوتی نغمات سماعتوں کی زینت کر چکے تھے، نعت خوانانِ شیریں لسان بارگاہ رسالت میں نذرانہ عقیدت پیش کر چکے تھے اور مقررین اپنے اپنے موضوع کے حساب سے خطابت کے جوہر دکھا چکے تھے، عین اس سمے سٹیج سیکرٹری نے حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ کے سچے اور حقیقی جانشین، گلشن نوریہ کے امین، پروردۂ آغوش ولایت، قاسم فیضان فقیہ اعظم، حضرت صاحب زادہ مفتی پیر محمد محب اللہ نوری قادری دامت برکاتہم العالیہ کو نعرہ ہائے تکبیر ورسالت کے جلو میں مسند صدارت پر جلوہ افروز ہونے کی دعوت دی---حضرت جانشین حضرت فقیہ اعظم کے مسند صدارت پر آتے ہی شجرہ عالیہ نوریہ قادریہ پڑھنے کی سعادت مولانا حافظ محمد اسد اللہ نوری نے حاصل کی---اس کے بعد حسب سابق شیخ

محمد اسلم غلہ منڈی بصیر پور کی جانب سے (ان کی اہلیہ محترمہ اور بیٹے شیخ محمد نوید اسلم کے ایصال ثواب کے لیے) رکھے گئے عمرہ کے ٹکٹ کی قرعہ اندازی ہوئی --- جس میں بشارت علی بھٹہ، مڑھا شریف (اوکاڑا) کا نام قرعہ اندازی میں نکلا (یہ خوش نصیب ان شاء المولیٰ تعالیٰ جلد ہی زیارتِ حرمین شریفین کے لیے روانہ ہو جائیں گے) ---

حضرت سیدی جانشین فقیہ اعظم دامت برکاتہم العالیہ نے وقت کی تنگ دامانی کی بنا پر نہایت مختصر مگر انتہائی مفکرانہ خطاب فرمایا --- انہوں نے پُر درد الفاظ میں شریعت مطہرہ کی پابندی کی پُر زور تلقین کی ---

ازاں بعد آپ نے سلطنت خداداد پاکستان کی سلامتی، عالم اسلام کی سر بلندی، حاضرین وزائرین اور جملہ اہل اسلام کے لیے خصوصاً، رقت آمیز دعا فرمائی ---

ان کیف آور اور نزولِ رحمت کی ساعتوں میں اجلاس کا پنڈال ایسے مبارک انسانوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا، جو تڑپتے دلوں اور مچلتے جذبوں سے عشق الٰہی اور محبت مصطفوی کی خیرات سمیٹ رہے تھے --- بھیگی پلکوں، گرتے آنسوؤں، لرزتی آوازوں اور رندھے لہجوں سے آمین کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں --- ہر کوئی پکار رہا تھا:

الم ہے، یاس ہے، حسرت ہے، تنہائی ہے، غربت ہے
بہر ساعت دلِ غم گیں پہ اک تازہ مصیبت ہے

اور ہزاروں زبانیں اپنے شیخ کی بارگاہ میں یہ استغاثہ پیش کر رہی تھیں:

کہاں اس در سے جائے اور کہے کس سے گدا تیرا
تجھی سے ہے دلِ ناکام کی امید وابستہ

جانشین فقیہ اعظم حضرت صاحب زادہ محمد محب اللہ نوری دامت فیوضاتھم دعا کروا رہے تھے اور دعا کا ایک ایک جملہ ہر دل کی صدا بن گیا تھا --- کاشانہ دل کی ویرانیاں دور ہو رہی تھیں --- در و دیوار پر قیمتی فانوس آویزاں تھے اور دماغوں کا اندھیرا چھٹ رہا تھا --- نگاہیں جھکی ہوئی تھیں، لفظ لفظ اور حرف حرف مقام قبولیت کی جانب محو پرواز تھا --- ایک غیر مرئی قوت تھی، جس نے رات کے ابتدائی حصے سے لے کر اس سے تک ہزاروں انسانوں کو اپنی گرفت میں لیے رکھا تھا اور اب جس وقت رحمت کی برکھا اپنے جوبن پر آئی تھی، دعا کے لیے ہاتھ اٹھے تھے --- ہر انسان اپنے دل، دماغ اور جسم کی ہم آہنگی کے ساتھ اپنے خالق کی بارگاہ میں حضوری کا مزا لے رہا تھا ---

یہ دعا، زوالِ امت کے اندھیروں میں ابدی اُجالے کی نوید تھی --- ہر آنکھ، احیاءِ امت کے خواب دیکھ رہی تھی --- ہر ذہن عروجِ اسلام کی خواہش لیے ہوئے تھا --- ساری کائنات اس کی ہم نوا ہے --- یہ دعا نغمہ ہندی ہے، پر اس کی لے حجازی ہے --- یہ صدا سوزِ دل سے اٹھی ہے اور صحرائے حیات پر چھا گئی ہے ---

یہ کیفیت وقت کو روک لینا چاہتی تھی، ان مقدس لمحوں کو طویل تر کر دینا چاہتی تھی تا کہ یہ روحانی مسرت سدا بہار ہو جائے، عطاءِ ربانی کی برسات برستی رہے اور عصیاں شعار بندے اپنے پروردگار کی رحمت کے دامن سے چمٹے رہیں، خطا کاروں کو اپنے دامن رفو کرنے اور داغ دھبے دھونے کا موقع ملتا رہے ---

ان دوروزہ پروگراموں میں نقابت کے فرائض مولانا محمد انعام اللہ اشرفی (ملتان)، مولانا قاری محمد اسلم نوری (لاہور) اور راقم الحروف حافظ محمد فیض النعیم اشرفی (اُستالی شریف) نے ادا کیے ---

متفرقات

● ...... بزرگانِ دین کے اعراس، انتظامیہ کی جہالت کی وجہ سے میلوں، ٹھیلوں کا روپ دھار چکے ہیں، جس سے مخالفین کو مسلک اہل سنت کو بدنام کرنے کا موقع ملتا ہے مگر عرس فقیہ اعظم دیکھ کر مخالف بھی اعتراف پر مجبور ہوتا ہے کہ عرسوں کا انعقاد، تبلیغ دین کا بہترین ذریعہ ہے ---

چناں چہ صوبائی وزیر محترم غلام محی الدین نے بھی اپنے مختصر مگر جامع خطاب میں اس حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ مجھے بہت سے آستانوں پر جانے کا اتفاق ہوا اور وہاں مرد و زن کا مخلوط اجتماع دیکھ کر دکھ ہوتا ہے، حالاں کہ اسلام غیر محرم عورتوں کے ساتھ ایسے مخلوط اجتماع کی اجازت نہیں دیتا --- مگر یہاں شریعت مطہرہ کی پابندی، نظم و ضبط اور علمی و روحانی مناظر اور عوام اور علماء و صوفیہ کا جم غفیر دیکھ کر اتنا کیف و سرور نصیب ہوا کہ شاید ہی کبھی زندگی میں اتنی مسرت ہوئی ہو --- یہ فقیہ اعظم کا فیضان اور آپ کی علمی و دینی خدمات کا اثر ہے ---

● ...... لنگر کے انتظامات استاذ الحفاظ والقراء محترم جناب قاری بشیر احمد شاکر نوری (مہتمم دارالعلوم جامعہ حنفیہ تعلیم القرآن عارف والا، پاکپتن) کی زیرِ قیادت مدرسین و طلباء شعبہ حفظ القرآن دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف نے ان تھک محنت سے سرانجام دیے اور حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز سے سچی محبت کا اظہار کیا --- حاجی خدا بخش نوری، چودھری محمد حیات نوری، حاجی محمد یار، حاجی نیاز احمد نوری، غلام مصطفیٰ نوری (ناظم آب و طعام)، صوفی محمد شفیع نوری، حاجی

خوشی محمد، شیخ محمد ارشاد نوری اور شیخ محمد خالد نوری وغیرہم نے ان کی بھرپور معاونت کی---

●...... حافظ عبد الرشید نوری، حاجی محمد اقبال نوری اور ظہور احمد نوری نے لائیٹنگ کا وسیع اہتمام کر کے اپنے شیخ سے سچی عقیدت کا ثبوت دیا---

●......فضلائے کرام کے لیے ناشتے کے انتظام میں حسب سابق شیخ محمد سردار نوری مرحوم کے صاحبزادے شیخ محمد نصر اللہ نوری (نوری بیکرز، بصیر پور) نے حصہ لیا، حافظ محمد افضل نوری، منڈی مرید کے (شیخوپورہ) ان کے معاون رہے---

●...... یوں تو بہت سے احباب نے لنگر کے لیے عطیات پیش کیے مگر بطور خاص منشی نواب علی نوری صاحب، پاک پتن شریف نے نمایاں خدمات انجام دیں---

●......حاجی ممتاز احمد نوری، غلام مرتضٰی نوری اور فیاض احمد نوری کی قیادت میں جوانوں کا وہ لشکر بھی قابل تحسین ہے، جنھوں نے سیکورٹی کے فرائض نبھائے---

●......ملک میں سیکورٹی کی مخدوش صورت حال کی وجہ سے ذاتی سیکورٹی کا بھی اہتمام کیا گیا تھا، جناب چودھری نذیر احمد نوری (چاہ بختو والا) کے بیٹوں اور میاں ندیم یوسف، بصیر پور نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر سیکورٹی کے فرائض بڑی خوب صورتی کے ساتھ نبھائے---

●......مولانا ریاض احمد نوری و اراکین بزم غلامان فقیہ اعظم قصور، بزم فقیہ اعظم راجوال، مولانا حافظ محمد ظہور اللہ چشتی، مولانا عزیز احمد نوری، مولانا عبد الکریم نوری، مولانا غلام مرتضٰی نوری، نوری ٹریولز اینڈ ٹورز بصیر پور اور بزم غلامان فقیہ اعظم بصیر پور نے انتہائی دیدہ زیب اور خوب صورت اشتہار، اسٹیکرز اور بینرز پرنٹ کروا کر حضرت فقیہ اعظم سے اپنی عقیدت کا ثبوت پیش کیا---

●......سال گزشتہ کی طرح اس بار بھی عرس و اجلاس کا دو روزہ پروگرام اوّل تا آخر بذریعہ انٹرنیٹ پوری دنیا میں سنا گیا، اس کو حافظ عمر حسین نوری (لاہور) نے آن ایئر پہنچایا---

●......آواز کو سامعین تک پہنچانے کے لیے حسب سابق ساؤنڈ سسٹم انتہائی کامیاب رہا، اس حسن کارکردگی کا سہرا مولانا محمد اکرم نوری (بصیر پور) کو جاتا ہے، جنہوں نے ان تھک محنت کر کے ولی سن ساؤنڈز (ساہیوال) کے تعاون سے یہ سہولت بہم پہنچانے کی سعادت حاصل کی---

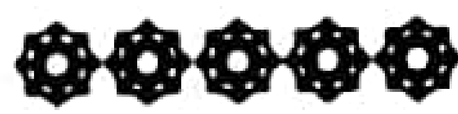
●......انتظامات کے لیے تمام کمیٹیوں کی نگرانی کی ذمہ داری صاحبزادہ محمد فیض المصطفٰی نوری نے بڑے احسن انداز میں نبھائی---

عرس مبارک کی رپورٹ کے اختتام پر میں ایک دفعہ پھر مرکزی دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف

اور اس کے ذیلی اداراوں کے ان کارکنوں کو خراج عقیدت پیش کرتا ہوں جو عرس سراپا قدس کی کامیابی کے لیے ان تھک اور مسلسل محنت کرتے رہے، مہمانان گرامی کی خاطر مدارت کے لیے اپنی بہترین صلاحتیں پیش کیں اور حضرت سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کے عرس پاک میں شامل ہونے والے اہل محبت کی خدمت کو اپنے لیے سرمایہ سعادت خیال کیا---

آخر میں بارگاہ صمدیت میں دعا ہے کہ وہ اپنے حبیب لبیب ﷺ کے توسل وتصدق سے اس آستانِ نور اور اس مرکز علم وعرفان دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف کو تا ابد الاباد قائم ودائم رکھے اور حضرت جانشین فقیہ اعظم قبلہ صاحب زادہ مفتی محمد محب اللہ نوری قادری دامت برکاتہم العالیہ کا سایہ غلامان وخادمان فقیہ اعظم پر تادیر سلامت رکھے---

آمین بجاہ سید المرسلین و بحق طٰہٰ و یٰس ﷺ



وفیات

گزشتہ دنوں:

حضرت مولانا حافظ محمد فضل الحق بندیالوی (برادر گرامی استاذ العلماء حضرت علامہ محمد عبد الحق بندیالوی مدظلہ---

محترم پروفیسر محمد حسین آسی، مدیر مجلہ الحقیقہ، نارووال---

مولانا حافظ احمد علی نوری، چک نمبر 38/D چورستہ، دیپال پور کے چچا جان---

قاری محمد رمضان نوری، مہتمم مدرسہ نوریہ تحفیظ القرآن حویلی لکھا کی والدہ محترمہ---

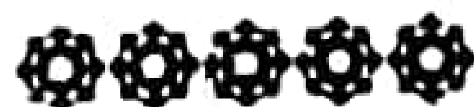
میاں طارق سعید ظفر سابق چیئرمین بصیر پور کے بھائی میاں اسد سعید ظفر---اور

حافظ شہزاد نواز کی دادی اور مستری ذوالفقار علی، بصیر پور کی والدہ قضائے الٰہی سے وفات پاگئیں---

انا للّٰہ و انا الیہ رٰجعون

جانشین فقیہ اعظم الحاج صاحب زادہ مفتی محمد محب اللہ نوری مدظلہ العالی نے دعا کی ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرما کر اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل سے نوازے---

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللّٰہ و سلم علیہ و علٰی آلہ و اصحابہ اجمعین



والدہ مرحومہ

ماں وہ مقدس ہستی ہے، جس کی خدمت میں سلاطینِ وقت اپنے تاج کو کاسۂ گدائی بنا کر حاضر ہوتے ہیں--- پچھلے دنوں حضرت صاحب زادہ سید نصیر الدین نصیر گیلانی گولڑوی کی والدہ محترمہ وفات پا گئیں، ان کی یاد میں صاحب زادہ صاحب کے جذبات عقیدت ومحبت:

فسانۂ دلِ برباد کیا سناؤں ماں؟
اجڑ گئی مری دنیا، کہاں میں جاؤں ماں

ہزار تو نے مری پرورش میں غم جھیلے
میں کون کون سے احساں ترے گناؤں ماں

تو چل بسی، مرے اندر کے دکھ سنے گا کون
ترے سوا کسے دل چیر کر دکھاؤں ماں

مری طرح کسی بیٹے کا گھر نہ ہو برباد
میں لٹ چکا ہوں، نہ کیوں اشکِ غم بہاؤں ماں

ترا جنازہ اٹھانے کو جب دیا کاندھا
جو مجھ پہ ٹوٹی قیامت، وہ کیا بتاؤں ماں

ہزار حیف کہ میں کیوں نہ مرگیا دمِ دفن
میں اور تجھ کو تہِ خاک چھوڑ جاؤں ماں

تو کیا گئی کہ بھرا گھر اجڑ گیا میرا
تو لوٹ آئے گی خود، یا میں لینے آؤں ماں

تو آج بھی اگر آ جائے اپنے آنگن میں
تو تیرے زیرِ قدم فرشِ دل بچھاؤں ماں

ترا وہ چومنا ماتھا، بوقتِ اذنِ سفر
وہ میرا چھو کے قدم پوچھنا کہ 'جاؤں ماں'

تری دعاؤں کا صدقہ ہے آج جو کچھ ہوں
تو چاہتی تھی، جہاں میں عروج پاؤں ماں

تمھارے ساتھ گئیں مسکراہٹیں میری
تمہارے بعد میں شاید ہی مسکراؤں ماں

بساؤں گا دلِ ویراں کو تیری یادوں سے
محال ہے کہ تجھے اب میں بھول پاؤں ماں

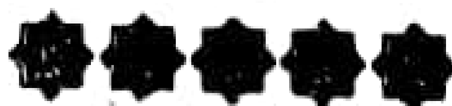
کہاں تلاش کروں ہائے اب متاعِ سکوں
کہاں گئی مری جنت، کہاں سے لاؤں 'ماں'

جدا تو مجھ سے ہوئی حالتِ علالت میں
خدا سے پوچھ ذرا، تجھ کو دیکھ آؤں ماں

یتیم ہو گیا تیرا حسام اور جلال
میں بدنصیب بھی شامل ہوں، کیا بتاؤں ماں

پھر آج پیار سے بیٹا نصیر کہہ کے پکار
لپٹ کے روؤں، گلے سے تجھے لگاؤں ماں

صاحبزادہ سید نصیر الدین نصیر گولڑوی



عرس حضرت فقیہ اعظم واجلاس

مولانا محمد فیض النعیم اشرفی

تاریخ کے پردے پر ابھرنے والی بے شمار شخصیات ایسی ہیں جنھوں نے اپنی شخصیت کی گھن گرج سے پوری دنیا کو لرزہ براندام کر دیا--- بعض وارثانِ مسندِ علم ہوئیں، بعض کا شمار ائمۂ طبیعات و سائنس میں سے ہوا، بعض مرشدِ اخلاق و تصوف قرار پائیں--- ان میں سے کچھ کو تاریخ کے دھاروں نے بہا ڈالا، کچھ کو زمانے کی کروٹوں نے نگل لیا، بعض حوادثِ روزگار کا نوالہ بنیں، بعض ہمالیہ جیسے لوگوں کو تغیر و تبدلِ عالم کی آگ اور وقت کی آندھیوں نے راکھ کا ڈھیر بنا کر اڑا ڈالا، چند نصابی کتب کی زینت بنیں اور کچھ حوالۂ یادِ ماضی، پارینہ داستان اور قصۂ دل چسپ بن گئیں--- جب کہ ان کے مدمقابل وہ بلند بخت اور ارفع ہستیاں جنھوں نے دنیا میں عشق رسول ﷺ کی دھوم مچائی، وہ تابندہ، عظیم و جلیل اور روشن و تاباں افراد جن کی صحبتیں اور توجہاتِ نور کی خوش بوئیں مشامِ ہستی کو معطر کرتی ہیں، یہی وہ لائق صد تکریم شخصیات ہیں جو کسی دنیوی مسند پر تو فائز نہیں ہوئیں لیکن سلطنتِ قلوب پر ان کا پورا تسلط ہے--- تاج و تخت کے مالک تو نہیں بنیں، البتہ عقیدتوں، محبتوں اور صالح جذبات کا خراج وافر مقدار میں وصول کر رہی ہیں--- کج کلاہی اور عالم پناہی سے دور رہیں مگر ''مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ'' کے مصداق خود آگاہی و خداشناسی کے ارفع مقام پر فائز ہو کر انسانی قافلوں کے حقیقی رہنما ہونے کا استحقاق رکھتی ہیں---

وہ طبع بلند، فکر نایاب اور ذہن رسا کا ایسا روشن منارہ ہوتے ہیں کہ جن سے ظلمت و گمرہی کے دھندلکوں میں الجھی نسل نو کے لیے صراط مستقیم کی منازل روشن و منور ہو جاتی ہیں--- ان کی حیات، علم و آگہی کی ایسی جامع کتاب ہوتی ہے، جس کے ہر ہر ورق پر امت مسلمہ کے

امید افزا مستقبل کی تقدیر رقم ہوتی ہے، ان کے صحیفۂ حیات کا جس حوالے سے بھی مطالعہ کیا جائے، حسن فکر و عمل اور جذبۂ شوق و ذوق کے نئے سے نئے گوشے سامنے آتے ہیں--- وہ تاریخ کے صفحوں میں ایسے نظر آتے ہیں، جیسے کوئی نور کے تڑکے میں دھیرے دھیرے جنت کی طرف رواں دواں ہو--- وہ روحوں میں ایسے اتر جاتے ہیں، جیسے شبنم شبِ تیرہ و تار کا کلیجہ چیر کر پھولوں کی پتیوں پر آ بیٹھی ہو--- وہ بولیں نہ بھی تو ان کا عمل انقلاب کے گیت گنگناتا ہے، ان کی گدڑیوں کی دھول میں ہیروں کی چمک ہوتی ہے، ان کے فقر میں خسروی حکمتیں پنہاں ہوتی ہیں--- وہ اگرچہ اس عالم دنیا کو چھوڑ کر عالم برزخ کی طرف منتقل ہو جائیں لیکن ان کی باتیں، ان کی یادیں ہمیشہ تازہ رہتی ہیں اور روشنی بانٹتی رہتی ہیں---

وہ وارثانِ جنید و بایزید ہمیشہ ہمیشہ کے لیے صفحۂ ہستی پر اپنا نام یوں کندہ کر جاتے ہیں کہ تندیٔ بادِ مخالف ان کے سراجِ عظمت کو بجھا سکی اور نہ ہی لوحِ قلوب سے ان کے نام مٹا سکی--- کتنے تاج و تخت، تہس نہس ہو گئے، لیکن قولِ صادق یہی ہے کہ یہ مردانِ باوفا مرورِ زمانہ کی دھول میں گم ہونے کی بجائے اور نکھر گئے--- وہ اس جہان فانی میں نظر نہ بھی آئیں، تو ان کے مرقدوں کی مٹی زندگی کی سوغات تقسیم کرتی ہے، کیوں کہ:

مر کے مردہ عاشقِ ربُّ الانام ہوتا نہیں — اہلِ حق کی زندگی کا اختتام ہوتا نہیں
اہلِ حق پر موت سے پڑتا ہے بس اتنا اثر — پہلے وہ زندہ تھے، اب ہیں زندہ تر، تابندہ تر

ایسے ہی مردانِ خود آگاہ و خدا آشنا میں ایک نہایت معتبر اور محترم نام مظہر غوث الوریٰ فنافی المصطفیٰ، سید العرفاء، سند الاتقیاء، نائبِ امام اعظم، وارثِ علوم رسول، جامع معقول و منقول، کعبۃ العلوم، مدینۃ المعانی، حجۃ الاسلام، حضرت العلام، فقیہ اعظم پاکستان، حضرت خواجہ ابوالخیر مفتی پیر محمد نور اللہ نعیمی قادری متعنا اللہ بفیوضاتہٖ کا ہے، جسے زمانے کی الٹ پھیر ابھی تک صفحۂ عزت اور لوحِ شہرت سے محو نہ کر سکی اور نہ کر سکے گی ان شاء اللہ المولیٰ تعالیٰ---

دفترِ ہستی میں تھی زرّیں ورق تیری حیات — تھی سراپا دین و دنیا کا سبق تیری حیات
زندگانی تھی تری مہتاب سے تابندہ تر — خوب تر تھا صبح کے تارے سے بھی تیرا سفر

کون فقیہ اعظم؟ جو شاہ جہاں، جہاں گیر اور ظلِ سبحانی کے القاب سے تو ملقب نہیں ہوئے، البتہ سلطنت علم کی امارت اور ایمان و شعور کی عنایت ان کی جھولی میں ضرور آئی--- جنھوں نے قصر و ایوان کے جھروکوں سے تو جھانک کر کبھی نھیں دیکھا، تاہم کوچۂ علم و عرفان کی رونق انھیں کے دم قدم سے ہے--- جن کے نام کا سکہ تو نہیں ڈھلا،

مگر جہانِ دانش و حکمت پر ان کی حکومت ہے--- کہ کوچۂ علم و عرفان کی رونق انھیں کی بدولت ہے اور رنگِ محفل انھی کے دم قدم سے ابھی تک پھیکا نہیں پڑا--- جو فرش خاک پر مسند نشین ہو کر اخبارِ عرشِ پاک سے مطلع کرتے رہے--- جو شانِ بے نیازی کا پیکر بن کر عہد سازی کرتے رہے--- جن کی ادائے قلندری کے آگے جلالِ سکندری دبا لچا رہا--- جن کی خانقاہ کے کچے آنگن نکہت و بہارِ گلشن کا سماں بنے رہے--- جن کو کسی دنیوی دربار میں تو جگہ نہیں ملی لیکن انھوں نے تخلیقِ کردار کا عمل بخوبی سرانجام دیا--- جو آبلہ پائی کی تکالیفِ مسلسل سہتے رہے لیکن بڑی شان سے داستانِ وفا رقم کرتے رہے--- جو پاسبان مسلک رضا بھی ہیں اور گلستانِ صدر الافاضل کے گل رنگیں قبا بھی:

وہ ظلِ صدرِ افاضل، رضا کا عکسِ جمیل — محدثوں کا تجمل، فقیہ و مردِ جلیل
شکوہِ اہلِ تفاسیر و مکرمت کی دلیل — فیوض پاش مسلسل، مثالِ موجۂ نیل
متاعِ منجم لقمانیاں تھے نور اللہ
امیر حلقۂ نورانیاں تھے نور اللہ

کون فقیہ اعظم؟ جو فخر الجہابذہ بھی ہیں اور استاذ الاساتذہ بھی--- جو اعلم العلماء بھی ہیں اور اعظم الفقہاء بھی--- جو سید العرفاء بھی ہیں اور رئیس العلماء بھی--- جو کعبۂ اخیار بھی ہیں اور قبلۂ ابرار بھی--- جو مہبطِ انوار بھی ہیں اور مرکزِ انوار بھی--- جو صاحبِ حکمتِ لقمان بھی ہیں اور وارثِ فقرِ سلمان بھی--- جو گلہ بانِ امتِ خیر الانام بھی ہیں اور پاسبانِ عزت بیت الحرام بھی--- جو کامرانِ منزلِ یوم الحساب بھی ہیں اور راز دانِ نغمۂ ام الکتاب بھی--- جو قمرِ مطلعِ ہدایت بھی ہیں اور آفتابِ افقِ ولایت بھی--- جو غواصِ بحرِ طریقت بھی ہیں اور واقفِ رموزِ شریعت بھی--- جو کرامت کا روشن نشاں بھی ہیں اور استقامت کا کوہِ گراں بھی--- جو صاحبِ صدق و صفا بھی ہیں اور راز دارِ حریمِ کبریا بھی--- جو عالمِ باوقار بھی ہیں اور عابدِ شب زندہ دار بھی--- جو علومِ شریعت کے سمندر بھی ہیں اور بحرِ طریقت کے شناور بھی--- جو شریعت محمدیہ کے حامل بھی ہیں اور طریقت کے ولی کامل بھی:

سراج علم و عمل، آفتابِ حقانی — عزیزِ اہلِ ہمم، موجِ بحرِ عرفانی
امینِ گنجِ معارف، وقارِ انسانی — حبیبِ خلق، مُشیعِ علومِ قرآنی
بہارِ گلشنِ روحانیاں تھے نور اللہ
امیرِ حلقۂ نورانیاں تھے نور اللہ

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کا شمار ان اعلیٰ و ارفع شخصیات میں ہوتا ہے جن کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو ان کا چہرہ ''نور اللہ'' کی تجلیات سے دمکتا نظر آتا ہے۔ ان کی پیشانی آثارِ عبادت سے معمور ہوتی ہے، نشان ہائے ملامت سے نہیں--- درد کے چراغ تو قلوب میں جاگزیں ہوتے ہیں، داغ ہائے ندامت نہیں--- ان کے دامن پیوندِ فقر سے تو بھرے ہوتے ہیں، دھبہ ہائے گدائی سے نہیں--- ان کے اجساد نفس مطمئنہ کے پیکر ہوتے ہیں، روحِ زمانہ ان کی مٹھی میں اور مرورِ زمانہ ان کی رفعت کا فسانہ سنا رہا ہے---

حضرت فقیہ اعظم قدسنا اللہ بسرہ کی روحانیت مسلّم، قائم کردہ مدارس کی نور افشانیاں بجا طور پر عظیم کارنامہ، تلامذہ کا ایک جم غفیر اندرون و بیرون ملک مصروف کار بخدمتِ دین متین اپنی جگہ ایک اٹل حقیقت، مگر میں یہ سمجھتا ہوں کہ عصر رواں کے اس عظیم مجدد و محدث کی زندگی کا بہترین سرمایہ، آپ کی کاوشوں کا اچھوتا شاہ کار، تدبر و تفکر کا بے مثال نمونہ، قرآن و سنت کے بحر بیکراں میں غواصی سے حاصل ہونے والا نایاب موتیوں کا خزانہ، ''فتاویٰ نوریہ'' ایسا عظیم الشان فقہی انسائیکلوپیڈیا ہے، جسے ضبطِ تحریر میں لاکر حضرت نے پوری ملت اسلامیہ پر جو کرم گستری کی ہے، اس کی نظیر نہیں پیش کی جاسکتی--- صاحب ''فتاویٰ نوریہ'' نے اپنے بے بہا علم اور تحقیق و جستجو سے معارف و معالم قرآن و سنت کے ہر طالب کی تسلی کا کام کیا، منہاج القرآن کے متلاشی کو راہ دکھلائی، تفکر و تدبر قرآن و سنت کے بحرِ بیکراں میں غواصی کرنے والوں کا ہاتھ تھاما:

وقف کردی زندگی اوجِ فقاہت کے لیے — دیدنی ہے آپ کی خلد فقاہت کی بہار
اس حقیقت پر ہے شاہد خود فتاویٰ نوریہ — آپ ہیں صدق فقاہت کے نقیب اعتبار

وہ فقیہ اعظم! جن کی قائم کردہ مسلک اہل سنت و جماعت کی عظیم دینی درس گاہ مرکزی دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف کا نام تعارف کا محتاج نہیں--- لاتعداد علماء، قراء اور حفاظ اس مرکز علم و عرفان سے علوم نبوی سے مزین ہو کر کائناتِ ارض کے مختلف گوشوں کو فیضانِ علومِ مصطفوی سے فیض یاب اور شرابِ محبتِ شہ دوسرا علیہ التحیۃ والثناء سے سیراب کرنے کے لیے ہمہ وقت مصروف عمل ہیں---

اس عظیم، مہربان مادر علمی کو دیکھ کر بے ساختہ منہ سے دعائیں نکلتی ہیں اور دست دعا اٹھ جاتا ہے کہ علم و حکمت اور نور و معرفت کی یہ نور بار قندیل اپنی تابانیاں تا قیامت بکھیرتی رہے اور یہاں آنے والے پاکیزگیٔ قلب و نظر کے ساتھ ساتھ حسنِ عمل، خوبیٔ کردار اور بلند افکار کا سرمایہ حاصل کرتے رہیں، حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کا انتہائی دردمندی، للّٰہیت

اور خلوصِ قلب سے لگایا ہوا گلشن، بداماں رہے، یہاں قمریاں اور عنادل ہمیشہ نغمہ ریز رہیں، دانش وحکمت، علم ومعرفت اور محبت وعشق کے جام لنڈھائے جاتے رہیں اور ہر تشنہ لب حرم میکدہ کے سامنے دست بستہ، مہر بلب، دامانِ قلب ونظر فرش راہ کیے سرمستی میں یہ الا پتا رہے:

برآستانِ تو ہر کس رسید مطلب یافت　　روا مدار کہ من نا امید بر گردم

اور ساقیٔ میخانہ کا یہ نعرۂ مستانہ سدا کانوں میں رس گھولتا رہے:

اگر یک قطرہ خوں داری، اگر مشت پرے داری　　بیا! من باتو آموزم، طریق شہبازی را

بہرحال حضرت سیدی فقیہ اعظم ﷺ کی ذات ستودہ صفات ہر رنگ، ہر جہت اور ہر اعتبار سے رنگ ونور کی ایسی قوس قزح ہے، جس کے تمام رنگوں کا شمار اور بیان کم از کم مجھ ایسے بے علم و بے ہنر کے بس کی بات نہیں ---

یہ وہ ہستی ہیں جنھوں نے عصر حاضر میں اپنے حسن عمل کے دل کش اور مقناطیسی جلووں سے تجدید واحیائے دین کے کارنامے اس حکمت عملی سے سرانجام دیے ہیں کہ ان کی ذات امت کے ہمہ جہت اختلافات کی خلیج کو پاٹ کر مرحلہ بمرحلہ جملہ سلاسل و مسالک اور مکاتب فکر کے لیے نقطہ اتحاد بنتی جارہی ہے --- انہی مقدس جذبوں اور نیک تمناؤں کا زادِ سفر لیے امین اماناتِ فقیہ اعظم حضرت صاحب زادہ مفتی پیر محمد محب اللہ نوری مدظلہ العالی نے ہر سال کی طرح امسال بھی اسلام کے بطلِ جلیل اور ملت اسلامیہ کی اس عظیم شخصیت، قاسم محبت مصطفوی، امین امانت امام اعظم، وارثِ علوم نبوی، پاسبانِ مشربِ غوثیت، سیدی فقیہ اعظم الحاج ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی قادری نور اللہ مرقدہ وقدس سرہ العزیز کے ۲۳ ویں سالانہ عرس سراپا قدس اور آپ کے قائم کردہ عظیم ادارہ دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف کے ۶۲ ویں سالانہ اجلاس دستار ہائے فضیلت وتقسیم اسناد، منعقدہ ۱-۲ رجب المرجب ۱۴۲۶ھ، بمطابق ۷-۸/اگست ۲۰۰۵ء، بروز اتوار، پیر کی تقاریب کے انعقاد کا اعلان کیا، وابستگان حضور سیدی فقیہ اعظم کے قلوب میں مسرت کی لہر دوڑ گئی، ایک ایک دن گن گن کر گزارا جانے لگا --- ذکر محبوب ﷺ کے وہ کیف آفریں لمحات قریب آرہے تھے، جن کی لذت وحلاوت بارہ ماہ گزرنے پر بھی نہ بھولی تھی، بالخصوص آخری نشست کے روح پرور لمحات تو بے چین اور مضطرب کیے ہوئے تھے، اللہ اللہ کر کے دن گزارے ---

آج ۶/اگست ۲۰۰۵ء ہے --- عرس پاک کی تیاریوں کا سلسلہ فزوں تر دکھائی دینے لگا، مختلف تنظیموں اور اہالیانِ شہر کی طرف سے خطاطی کے مختلف نمونوں کے بینرز آویزاں

ہونے لگے، ملک کے کونے کونے سے آنے والے حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کے معتقدین بھی اپنے اشتہارات، سٹیکرز اور بینرز پیش کرنے لگے، دورۃ الحدیث اور مشکوٰۃ شریف کے طلبہ بینرز کی حسن ترتیب میں مشغول ہو گئے، دن بھر کی محنت کے بعد انھوں نے دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف کے صحن، در و دیوار اور جامع مسجد نور کے ساتھ بنائے گئے پنڈال کو دلہن کی طرح سجا دیا---تقریباً صبح ۸ بجے النورٹینٹ سروس بصیر پور کی ٹیم پہنچ گئی، انہوں نے انتہائی عقیدت ومحبت کا مظاہرہ کرتے ہوئے صحن دارالعلوم اور لنگر شریف سے متعلقہ علاقہ جات کو خوب صورت شامیانوں اور قناتوں سے مزین کر دیا---عقیدت و محبت کے جذبے زبانوں سے نہیں عمل کی قوت سے چھلکتے ہیں---اس موقع پر یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ عرس سراپا قدس کی تیاریوں، تشہیری مہم اور عملی انتظامات میں بزم غلامان فقیہ اعظم ضلع قصور اور بزم غلامان فقیہ اعظم ضلع اوکاڑا نے جس طرح کردار ادا کیا، وہ باقی تمام اضلاع کے لیے قابل تقلید نمونہ ہے---

دارالعلوم، دربارِ نور، جامع مسجد نور اور ملحقہ پنڈال وگلی کوچوں کو برقی قمقموں، ٹیوبوں، رنگا رنگ بلبوں، آرائشی محرابوں اور بینروں سے مزین کر دیا گیا--- جامعہ کے وسیع وعریض صحن کو عمدہ قالین اور چٹائیاں بچھا کر پنڈال بنا دیا گیا--- پوری جلسہ گاہ بقعۂ نور بنی ہوئی تھی--- اسی دن دارالعلوم بصیر پور شریف کے تمام اساتذۂ کرام تقسیم کار کے تحت اپنی اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لیے تیاریوں کو حتمی شکل دے رہے تھے--- سیکورٹی کے فرائض سر انجام دینے والے طلبہ نے انتہائی ذہانت سے اپنے انتظامات کو حتمی شکل دی--- مقامی احباب اور بیرون شہر سے آنے والے احباب کو سٹال لگانے کے لیے جگہ دی گئی--- ہر طرف ایک کیف آگیں سماں ہے--- جذبے ابھرے ابھرے اور خیالات مچلے مچلے نظر آتے ہیں--- جذب وشوق کی اس ہمہ گیر کیفیت میں میری نظریں بار بار اٹھ رہی ہیں اور ہر بار پلٹ کر یہی پیغام دے رہی ہیں:

وہی بزم ہے، وہی دھوم ہے، وہی عاشقوں کا ہجوم ہے
ہے کمی تو بس اسی ''چاند'' کی جو تہ مزار چلا گیا

انتظامات ہر جہت اور ہر اعتبار سے اس طرح مکمل ہو گئے تھے کہ مختلف بلاد اسلامیہ سے آنے والے تشنگانِ علم وفکر، عاشقانِ مصطفیٰ اور فدایانِ حضرت فقیہ اعظم میں سے ہر ایک نے حضرت جانشین فقیہ اعظم مدظلہم العالی کے حسن ذوق اور طبعی نفاست کو داد تحسین پیش کی---

عرس واجلاس کی تقاریب میں عشاق فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ کے بے پناہ ہجوم کی وجہ سے دارالعلوم کا صحن خصوصاً رات کی نشستوں میں تنگ پڑ جاتا تھا، اس لیے حسب سابق اس سال بھی حضرت جانشینِ فقیہ اعظم صاحب زادہ مفتی محمد محب اللہ نوری مدظلہ العالی نے فراست و بصیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے مسجد سے ملحقہ اراضی میں پچھلے سال سے بھی زیادہ وسیع و عریض پنڈال تیار کرایا---اس طرح جامع مسجد نور کا صحن بھی پنڈال کا حصہ دکھائی دے رہا تھا (مگر آخری نشست میں یہ وسیع و عریض پنڈال اپنی تنگ دامانی کا منظر پیش کر رہا تھا)---اس پنڈال کو بھی برقی بلبوں کی ایک خوب صورت چھتری کے ذریعہ سے سجادیا گیا اور کپڑے کی مدد سے اسٹیج پر سجاوٹ کا جیسا عمدہ کام کیا گیا تھا، وہ اپنی مثال آپ تھا---

دارالعلوم سے ملحقہ جامع مسجد نور کی عمارت پر روشنیوں کی بارات، مختلف کلرز میں خطاطی کے بینرز، سیدی فقیہ اعظم کے مزار پر چمکتا عظمتوں کا چاندی نما کلس، دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف کے ماتھے کی جھومر میں قوس قزح کی رنگینیاں، حسن و دل کشی کے یہ سارے دل فریب جلوے زائرین کو دعوت نظارہ دے رہے تھے--- عالم وارفتگی میں اہل محبت کی نظریں بار بار اٹھ جاتیں اور حسن ازل کے اس نمود کا نظارہ کرتیں---

عرس واجلاس کی تقریبات دو روز جاری رہتی ہیں اور روزانہ تین نشستیں ہوتی ہیں:

نشست اول: صبح ساڑھے آٹھ بجے سے پونے ایک بجے تک

نشست دوم: بعد نماز ظہر تا عصر

نشست سوم: بعد نماز عشاء سے رات گئے تک جاری رہتی ہے

ان دو روزہ تقریبات عرس واجلاس میں اندرون و بیرون ملک کے نام ور قراء کرام، دنیائے اہل سنت کے معروف نعت خوانان، شعراء اور ملت اسلامیہ کے جید علماء وخطباء نے شرکت کی اور اپنے خطابات سے عاشقان مصطفیٰ کے ایمان کو جلا بخشی---بیسیوں علماء کرام، مشائخ عظام اور سجادہ نشین حضرات زینت اسٹیج بنے رہے--- اس دفعہ بھی گزشتہ سالوں کی طرح مقررین کو باقاعدہ موضوعات دیے گئے تھے، جس کی وجہ سے مقصدیت وافادیت کے ساتھ ساتھ سامعین کی دل چسپی بھی بڑھ گئی---

روح پرور، طمانینت بخش اور وجد آور ساعتوں کو الفاظ کی تنگنائیوں میں قید کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی قلم و قرطاس ان کیف آگیں لمحات کو بیان کرنے کی سکت رکھتے ہیں--- اختصار کے ساتھ واقعاتی روداد درج ذیل ہے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَہٗ

۷/اگست ۲۰۰۵ء، اتوار

جب ہنگام سپیدۂ سحر طلوع ہو رہا تھا، دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف کے اساتذہ و طلبہ مضبوط ارادوں اور مچلتی آرزوؤں کے ساتھ ذمہ داریاں ادا کرنے کے لیے اپنے محاذوں پر موجود تھے، جوں ہی خاورِ مشرق سر بلند ہوا، عشاق حضرت فقیہ اعظم کی بھیڑ لگ گئی، مزار حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز پر قرآن خوانی ہوئی---عرس سراپا قدس کی تقریبات کا آغاز تقریباً ساڑھے آٹھ بجے شہزادۂ فقیہ اعظم حضرت علامہ صاحب زادہ مفتی پیر محمد محب اللہ نوری قادری دامت فیوضاتھم کے حکم سے محفل ذکر اور مزار پُر انوار کے غسل مبارک سے ہوا---

جناب حافظ نذیر احمد اشرفی مدرس دار العلوم ہٰذا نے نغمۂ تار الست چھیڑا، جب کہ سرور کون و مکاں، رحمت عالمیاں، راحت قلوب عاشقاں، محبوب رب دو جہاں ﷺ کی بارگاہ ناز میں حافظ اللہ بخش، حافظ خلیل احمد، حافظ اعجاز احمد، صوفی محمد صادق وٹو نوری، صوفی برکت علی برکت، سید امام شاہ، امام دین اور صوفی اللہ دتہ قادری صاحبان نے عقیدت کے پھول نچھاور کیے جب کہ محمد اشرف فریدی نے بارگاہِ حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ میں ہدیۂ منقبت پیش کیا---

نعت و منقبت کے بعد خطابات کا سلسلہ شروع ہوا تو مولانا محمد شریف قادری کریمی (لاہور) نے ''معراج النبی ﷺ'' مولانا عزیز احمد نوری (لاہور) نے ''حقوق والدین'' اور مولانا قاری عبد الستار نوری (دیپال پور) نے ''صحبت صالحین'' کے موضوع پر سیر حاصل گفتگو کی---آخر میں مولانا حافظ محمد اسد اللہ نوری نے قصیدہ بردہ شریف اور قصیدہ غوثیہ شریف کے منتخب اشعار پڑھے تو پوری محفل پر وجد طاری ہو گیا---تقریباً ایک بجے اس کیف آفریں تقریب کا اختتام غسل مزار مبارک، درود و سلام اور حضرت قبلہ جانشین فقیہ اعظم مدظلہ العالی کی دعا پر ہوا---بعد ازاں زائرین نے لنگر نوریہ تناول کیا---

نماز ظہر کے بعد دوسری نشست کا آغاز ہوا، تلاوت کلام پاک کی سعادت قاری عبد الشکور نوری (فیصل آباد) اور بارگاہ مصطفوی ﷺ میں ہدیہ نعت کی سعادت نصر احمد نوری نے حاصل کی، جب کہ جناب قاری جان محمد نوری (منڈی احمد آباد) نے بارگاہِ غوثیت مآب میں ہدیۂ منقبت پیش کیا اور خوب داد وصول کی---سلسلۂ سخن شروع ہوا تو مولانا غلام مجتبیٰ نوری (لاہور) نے ''اتباع رسول ﷺ'' مناظر اہل سنت مولانا محمد انوار حنفی (کوٹ رادھا کشن، قصور) نے ''تقلید کی شرعی حیثیت'' کے عنوانات پر خطابات فرمائے جب کہ مناظر اہل سنت مولانا غلام مصطفیٰ نوری (ساہیوال) نے ''مسئلہ حاضر و ناظر'' کے حوالے سے بڑی شان دار گفتگو

فرمائی اور حق یہ ہے کہ موضوع کا حق ادا کیا --- اس نشست میں پیر طریقت صاحب زادہ خواجہ غلام رسول ثانی تو گیروی مہمان خصوصی تھے، جب کہ مختلف علماء کرام اور مشائخ عظام کثیر تعداد میں رونقِ اسٹیج بنے رہے --- یہ نشست درود و سلام اور دعا کے بعد اپنے اختتام کو پہنچی ---

نماز عصر کے بعد جامع مسجد نور میں علامہ احمد علی قصوری نے مسائل نماز کے حوالے سے درس فقہ دیا، جسے نمازیوں نے نہایت توجہ سے سنا اور پسند کیا --- اس وقفہ میں پنڈال مکمل طور پر خالی کرا دیے جانے کے بعد خواتین کو دربار حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز پر حاضری کا موقع دیا گیا --- نماز مغرب کے بعد زائرین نے لنگر نوریہ تناول کیا ---

نماز عشاء کے بعد جامع مسجد نور کے ساتھ ملحقہ وسیع و عریض پنڈال میں تیسری نشست کا آغاز ہوا، تلاوت کلام مقدس کی سعادت قاری محمد حبیب الرسول (لاہور) نے حاصل کی، مولانا حافظ نذیر احمد اشرفی سیفی اور صاحبزادہ محمد فیض الرسول نے بارگاہِ رسالت مآب میں ہدیۂ عقیدت پیش کیا --- دریں اثناء نعروں کی گونج میں حضرت جانشین فقیہ اعظم صاحبزادہ مفتی محمد محب اللہ نوری دامت فیوضاتہ مسند صدارت پر جلوہ افروز ہوئے --- آپ کے مسند صدارت پر تشریف لاتے ہی سلسلۂ سخن شروع ہوا تو مولانا پروفیسر حافظ محمد اعظم نوری (گوجرانوالا) نے ''تم ذات خدا سے نہ جدا ہو نہ خدا ہو'' پروفیسر خلیل احمد نوری (لاہور) نے ''فرقہ واریت کی پہچان اور انسداد کیسے''، محقق عصر مولانا حافظ مفتی محمد خان قادری (لاہور) نے ''مسئلہ نور و بشر'' خطیب شعلہ نوا ادیب ملت حضرت علامہ مولانا ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی (لاہور) نے ''عظمتِ قرآن مجید'' جب کہ خطیب شیریں لسان مولانا صاحبزادہ ضیاء المصطفیٰ حقانی (لاہور) نے اپنے لحن داؤدی سے ''میلادِ مصطفیٰ ﷺ'' کے موضوعات پر بھرپور خطابات فرمائے اور موضوعات کا حق ادا کیا --- اس نشست میں دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف سے قراءت و تجوید پڑھنے والے طلبہ کو دستار فضیلت دی گئی --- علامہ احمد علی قصوری کی دعا کے بعد یہ نشست اختتام پذیر ہوئی ---

۸/اگست ۲۰۰۵ء، سوموار

صبح ساڑھے آٹھ بجے آج کی پہلی اور عرس سراپا قدس کی چوتھی نشست کا آغاز متعلم دارالعلوم ہذا قاری محمد عامر حسین کی تلاوت اور نعت سے ہوا --- بعد از تلاوت و نعت مولانا محمد نواز نوری (مدرس دارالعلوم) نے ''حضرت فقیہ اعظم --- بحیثیت مشفق باپ'' مولانا مختار احمد اشرفی (قصور) نے ''تحریک پاکستان میں علماء و مشائخ کا کردار'' مولانا نور الحسین

نوری (بہاول نگر) نے ''حیات النبی ﷺ'' مولانا رب نواز اویسی (وہاڑی) نے ''تعظیم رسالت'' کے موضوعات پر نہایت پُر اثر و پُر ذوق خطابات فرمائے--- ازاں بعد صاحبزادہ سید محمد محمود الحق شاہ (بورے والا) نے حضرت فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نعتیہ کلام کے چند اشعار ہدیہ سماعت سامعین کیے تو محفل کا رنگ دیدنی تھا--- ان کی نعت پر اصحابِ ذوق جھوم جھوم اٹھے اور ہر عاشق دل فگار اس کو اپنے ہی دل کی آواز سمجھ رہا تھا---

نعت شریف کے بعد خطیب عصر فاضل جلیل حضرت علامہ مولانا سید محمد محفوظ الحق شاہ (بورے والا) نے ''عقائد اہل سنت، حضرت فقیہ اعظم کے ارشادات کی روشنی میں'' کے موضوع پر نہایت جامع، پُر اثر و پُر ذوق خطاب فرمایا--- قبلہ شاہ صاحب نے حضرت فقیہ اعظم کی تصنیف ''فتاویٰ نوریہ'' کی جلد ۵ میں حجیت حدیث کے ثبوت میں رسالہ ''حدیث الحبیب'' کو اپنے موضوع کے لیے منتخب فرمایا اور بہترین اندازِ استدلال اپناتے ہوئے نہایت عالمانہ، فاضلانہ اور محققانہ خطاب فرمایا--- آپ نے دورانِ خطاب بار ہا یہ بات ہدیہ سماعت سامعین فرمائی:

> ''میں نے اس موضوع پر متعدد اکابر علماء و محدثین علیہم الرحمۃ کے فتاویٰ اور کتب کا مطالعہ کیا ہے مگر میں پوری ذمہ داری اور شرح صدر سے کہتا ہوں کہ جو حلاوت و شیرینی اور ایمان کی تقویت مجھے حضرت فقیہ اعظم کے رسالہ ''حدیث الحبیب'' کے مطالعہ سے حاصل ہوئی وہ کسی اور کتاب کے مطالعہ سے حاصل نہیں ہوئی''---

خطاب کے دوران آپ اس بات کا اعتراف کرتے ہوئے دکھائی دیے:

در فقاہت وجودِ نور اللہ   اہلِ دیں را دلیلِ محکم بود
زاں سبب در افاضلِ امت   لقب اُو فقیہ اعظم بود

یہ نشست درود وسلام اور دعا کے بعد اپنی انتہا کو پہنچی---

نماز ظہر کے بعد عرس سراپا قدس کی پانچویں نشست کا آغاز ہوا--- تلاوت کلام حکیم کی سعادت محترم قاری مظہر حیات نوری (لاہور) نے حاصل کی اور بارگاہ مصطفوی میں عقیدت و محبت کے پھول الحاج جان محمد شرق پوری نے نچھاور کیے--- سلسلہ خطابات شروع ہوا تو ادیب ملت مولانا محمد عبد الحق ظفر چشتی (لاہور) نے ''صحبت صالحین'' مناظر اسلام، محقق عصر خطیب دل پذیر حضرت علامہ مفتی شوکت علی سیالوی (خانیوال) نے ''حقیقت شرک'' کے موضوعات پر نہایت پُر اثر و پُر ذوق خطابات فرمائے--- مفتی صاحب نے اپنے انداز کو

برقرار رکھا اور کم وبیش پونے دو گھنٹے نہایت عالمانہ، فاضلانہ اور محققانہ تفصیلی خطاب کیا، جسے خواص وعوام نے بے حد سراہا--- بعد از درود وسلام ودعا یہ نشست اپنے اختتام کو پہنچی---

نمازِ عصر کے متصل جامع مسجد نور میں مفتی محمد امین صابر القادری اور علامہ احمد علی قصوری نے درس فقہ دیا، بعدہٗ دربار حضرت فقیہ اعظم پر چادر پوشی کی گئی--- بارگاہ نبوت میں گل ہائے عقیدت پیش کیے گئے--- وہ سماں بہت خوب صورت تھا، جب حضرت سیدنا فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کے نسبی وروحانی فرزند صلوٰۃ وسلام، قصیدہ بردہ شریف اور چادر پوشی سے متعلقہ مخصوص اشعار پڑھ کر والہانہ انداز میں آپ کے مزار پر گلاب کی پتیاں نچھاور کرتے ہوئے چادر ڈال رہے تھے--- آخر میں سجادہ نشین دربار عالیہ نوریہ حضرت صاحب زادہ مفتی محمد محبّ اللہ نوری دامت برکاتہم العالیہ نے مملکت خداداد پاکستان کی سلامتی، امت مسلمہ کی اجتماعی بہتری اور جملہ حاضرین کی اصلاح وفلاح کے لیے دعا فرمائی---

نمازِ عشاء کے بعد عرس سراپا قدس کی چھٹی، آخری اور اہم ترین نشست کا آغاز ہوا، تلاوت کلام مقدس قاری محمد راشد نور (متعلم دار العلوم ہٰذا) نے کی--- پناہ گاہ خستگاں، شفیع المذنبین ﷺ کے حضور نذرانہ محبت وعقیدت پیش کرنے کی سعادت جناب محترم مرزا امداد حسین (فیصل آباد) نے حاصل کی--- خطابات کا باقاعدہ سلسلہ شروع ہوا تو ادیب ملت مفکر اسلام علامہ احمد علی قصوری (لاہور) نے ''موجودہ سامراجی عزائم اور ہماری ذمہ داریاں'' کے موضوع پر فکر انگیز اور دل نواز خطاب فرمایا، جس میں عالمی سطح پر امت مسلمہ کو درپیش مسائل کا پرسوز تذکرہ کیا۔ اس کے بعد حضور سیدی فقیہ اعظم کے پوتے اور جانشین فقیہ اعظم کے چھوٹے صاحبزادے محمد سعد اللہ نوری نے حضرت قبلہ جانشین فقیہ اعظم دامت برکاتہم العالیہ کے اس نعتیہ کلام:

صد شکر کہ آقا کا گدا، ابنِ گدا ہوں ــــ نازاں ہوں کہ سرکار کے ٹکڑوں پہ پلا ہوں
محسوس یہ کرتا ہوں، سرِ عرش علیٰ ہوں ــــ قدموں میں شہنشاہِ دو عالم کے پڑا ہوں
کچھ خوف نہیں کا قبر اور حشر کا نوری ــــ جب شافعِ محشر کا میں اک مدح سرا ہوں

کے چند منتخب اشعار ہدیہ سماعت سامعین کیے تو محفل کا رنگ اور زائرین کا وجد وذوق دیدنی تھا--- ان اشعار پر اصحابِ ذوق جھوم اٹھے اور ہر عاشق دل فگار اس کو اپنے ہی دل کی آواز سمجھ رہا تھا--- بعد ازاں دنیائے قراءت کے ابھرتے ہوئے درخشندہ ستارے جناب قاری محمد نجم المصطفیٰ (اسلام آباد) کو تلاوت قرآن کریم کے لیے مدعو کیا گیا، جوں جوں

وہ آیات بیّنات کی تلاوت فرما رہے تھے، سامعین پر ایک وجدانی کیفیت طاری ہوتی جارہی تھی، اہل نظر آسمان سے انوار الٰہیہ کی اترتی برسات اپنی محسوس نظروں سے ملاحظہ کررہے تھے--- سلسلہ سخن دوبارہ شروع ہوا تو جگر گوشۂ جانشین فقیہ اعظم حضرت مولانا صاحب زادہ محمد نعیم اللہ نوری کو خطاب کے لیے مدعو کیا گیا، انھوں نے ''فکر آخرت'' کے موضوع پر مختصر مگر جامع خطاب فرمایا، بعد ازاں خطیب ذیشان علامہ محمد عارف نوری (لاہور) نے ''مقام حضرت سیدنا علی المرتضیٰ'' کے موضوع پر بھرپور خطاب فرمایا--- آخری خطاب خطیب شیریں لسان شیر بیشۂ اہل سنت علامہ حافظ مفتی خان محمد قادری (لاہور) کا تھا، انھوں نے ''ملک الموت انبیاء واولیاء کے دروازے پر'' کے موضوع پر اپنے مخصوص انداز میں نہایت خوب صورت، فکر انگیز، جامع اور دل چسپ خطاب فرمایا---

اس نشست میں فضلائے دورۃ الحدیث اور حفاظ کرام کو دستار فضیلت اور اسناد سے نوازا گیا، جن کی تعداد ۵۴ تھی، جب کہ پہلی رات قراء اور دورۃ القرآن مکمل کرنے والے قراء وعلماء کی دستار بندی ہوئی--- اسی روز بعد عصر دار العلوم حنفیہ فریدیہ للبنات میں دورۂ تفسیر مکمل کرنے والی ۴۸ طالبات کی خمار پوشی کی گئی---

معزز قارئین! سکوتِ شام صحرا میں جرسِ کارواں کا تغزل راہ نوردانِ شوق کو بھلا معلوم ہوتا ہے، بہتے دریا کے گہرے پانیوں سے ابھرتی موجوں کا رقص بھی دلوں کے لیے ہیجان آمیز ہوتا ہے، گلستانوں میں رنگا رنگ پھولوں کا تبسم بھی بڑا دل نواز ہوتا ہے، وقت سحر قمریوں اور طوطیان خوش نوا کے نغمے بھی سوز ومستی کی عجیب تر کیفیات پیدا کرتے ہیں، لیکن آج کی اس نشست میں خوش گلو قراء، شیریں لسان نعت خوان اور شعلہ نوا مقررین کی تلاوت، نعت اور خطابات سرمستی ورعنائی کی نئی داستانیں رقم کررہے تھے--- رات کی آخری تہائی تھی، روشنیوں کا ایک سیلاب حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کے گنبد بیضا سے ٹکرا کر ماحول کو بقعہ نور بنا رہا تھا، قراء حضرات کوثر وتسنیم سے دھلی زبانوں سے لاہوتی نغمات سماعتوں کی زینت کرچکے تھے، نعت خوانان شیریں لسان بارگاہ رسالت میں نذرانہ عقیدت پیش کرچکے تھے اور مقررین اپنے اپنے موضوع کے حساب سے خطابت کے جوہر دکھا چکے تھے، عین اس سمے سٹیج سیکرٹری نے حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ کے سچے اور حقیقی جانشین، گلشن نوریہ کے امین، قاسم فیضان فقیہ اعظم، حضرت صاحب زادہ مفتی پیر محمد محب اللہ نوری قادری دامت برکاتہم العالیہ کو نعرہ ہائے تکبیر ورسالت کے جلو میں مسند صدارت پر جلوہ افروز ہونے

کی دعوت دی---حضرت جانشین حضرت فقیہ اعظم کے مسند صدارت پر آتے ہی شیخ محمد اسلم اینڈ برادرز غلہ منڈی بصیر پور کی جانب سے (ان کی اہلیہ محترمہ اور بیٹے شیخ محمد نوید اسلم کے ایصال ثواب کے لیے) رکھے گئے عمرہ کے ٹکٹ کی قرعہ اندازی ہوئی---جس میں کبیر احمد کا نام قرعہ اندازی میں نکلا (یہ خوش نصیب ان شاء المولیٰ تعالیٰ جلد ہی زیارت حرمین شریفین کے لیے روانہ ہو جائیں گے)---اس دوران نوری ٹریولز اینڈ ٹورز بصیر پور کی جانب سے اس خوش نصیب کو عمرہ کا پیکج مفت مہیا کرنے کا اعلان کیا گیا---

قرعہ اندازی کے بعد شجرہ عالیہ نوریہ قادریہ اور ختم شریف پڑھنے کی سعادت مولانا حافظ محمد اسد اللہ نوری نے حاصل کی---ازاں بعد حضرت سیدی جانشین فقیہ اعظم دامت برکاتہم العالیہ نے وقت کی تنگ دامانی کی بنا پر نہایت مختصر مگر انتہائی مفکرانہ خطاب فرمایا---انہوں نے پُر درد الفاظ میں شریعت مطہرہ کی پابندی کی پُر زور تلقین کی---

ازاں بعد آپ نے سلطنت خداداد پاکستان کی سلامتی، عالم اسلام کی سربلندی، حاضرین وزائرین اور جملہ اہل اسلام کے لیے خصوصاً، رقت آمیز دعا فرمائی---

ان کیف آور اور نزول رحمت کی ساعتوں میں اجلاس کا پنڈال ایسے مبارک انسانوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا، جو تڑپتے دلوں اور مچلتے جذبوں سے عشق الٰہی اور محبت مصطفوی کی خیرات سمیٹ رہے تھے---بھیگی پلکوں، گرتے آنسوؤں، لرزتی آوازوں اور رندھے لہجوں سے آمین کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں---ہر کوئی پکار رہا تھا:

الم ہے، یاس ہے، حسرت ہے، تنہائی ہے، غربت ہے
بہر ساعت دلِ غم گیں پہ اک تازہ مصیبت ہے

اور ہزاروں زبانیں اپنے شیخ کی بارگاہ میں یہ استغاثہ پیش کر رہی تھیں:

کہاں اس در سے جائے اور کہے کس سے گدا تیرا
تجھی سے ہے دلِ ناکام کی امید وابستہ

جانشین فقیہ اعظم حضرت صاحب زادہ محمد محب اللہ نوری دامت فیوضاتھم دعا کروا رہے تھے اور دعا کا ایک ایک جملہ ہر دل کی صدا بن گیا تھا---لفظ لفظ اور حرف حرف مقام قبولیت کی جانب محو پرواز تھا---ایک غیر مرئی قوت تھی، جس نے رات کے ابتدائی حصے سے لے کر اس سمے تک ہزاروں انسانوں کو اپنی گرفت میں لیے رکھا تھا اور اب جس وقت رحمت کی برکھا اپنے جوبن پر آئی تھی، دعا کے لیے ہاتھ اٹھے تھے---ہر انسان اپنے دل،

دماغ اور جسم کی ہم آہنگی کے ساتھ اپنے خالق کی بارگاہ میں حضوری کا مزا لے رہا تھا---

یہ کیفیت وقت کو روک لینا چاہتی تھی، ان مقدس لمحوں کو طویل تر کر دینا چاہتی تھی تاکہ یہ روحانی مسرت سدا بہار ہو جائے، عطاء ربانی کی برسات برستی رہے اور عصیاں شعار بندے اپنے پروردگار کی رحمت کے دامن سے چمٹے رہیں، خطا کاروں کو اپنے دامن رفو کرنے اور داغ دھبے دھونے کا موقع ملتا رہے---

عرس و اجلاس کی اختتامی نشست کے یہ لمحات اس قدر شیریں کیوں ہو گئے تھے، کس چیز نے ان میں رس گھول دیا تھا، یہ کس نے سحر کر دیا تھا کہ ہر فرد اپنے آپ سے بے خبر و بے خود ہو گیا تھا؟---

کیا یہ صاحب عرس کی فیض رسانی کا اثر تھا یا دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کے علمی و روحانی پس منظر اور طریقت و عرفان کے ماحول کی اثر انگیزی کا نتیجہ تھا یا پھر صدر نشین مجلس حضرت جانشین فقیہ اعظم صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری مدظلہ العالی کے خطاب کی دلآویزی اور دعا کی اثر آفرینی تھی، جس نے دل کے تاروں کو نور ازلی کی معرفت اور رحمۃ للعالمین ﷺ کی محبت کا نغمہ الاپنے پر مجبور کر دیا تھا--- یقیناً ان تینوں میں سے ہر ایک پہلو معرفت الٰہی کا سبق پڑھاتا ہے اور پیارے آقا ﷺ کی غلامی پر مجبور کر دینے کی بھرپور تاثیر رکھتا ہے اور جہاں یہ تینوں اسباب موجود ہوں، وہاں قلوب کی تطہیر کا عمل جاری ہونے میں کیا رکاوٹ ہو سکتی ہے، مادیت کی آلودگیوں، تاریکیوں اور ظلمتوں کے چھٹنے میں کیسے دیر ہو سکتی ہے؟ منزلیں خود آگے بڑھ کر کیوں نہ استقبال کریں اور مسافر کی دل جوئی کریں، آقا و مولا کی کرم نوازیوں کی مرہم، زخمیوں کو نوید صحت کیوں نہ دے؟--- ہر مستانہ فیضانِ فقیہ اعظم سے اپنا دامن مراد بھر کر اپنے گھر کو لوٹ رہا تھا اور یہ نعرہ لگا رہا تھا:

گیا ہے کب کوئی خالی تیرے دربارِ عالی سے
جو مانگا جس نے بھی، پایا تیری سرکار عالی سے

ان دو روزہ پروگراموں میں نقابت کے فرائض مولانا محمد انعام اللہ اشرفی (ملتان)، مولانا عطاء محمد گولڑوی (لاہور)، مولانا قاری محمد اسلم نوری (لاہور) اور راقم الحروف حافظ محمد فیض النعیم اشرفی (اُنتالی شریف) نے ادا کیے---

متفرقات

❁ ...... بزرگان دین کے اعراس، انتظامیہ کی جہالت کی وجہ سے میلوں، ٹھیلوں کا روپ دھار چکے

ہیں، جس سے مخالفین کو مسلک اہل سنت کو بدنام کرنے کا موقع ملتا ہے مگر عرس فقیہ اعظم دیکھ کر مخالف بھی اعتراف پر مجبور ہوتا ہے کہ عرسوں کا انعقاد، تبلیغ دین کا بہترین ذریعہ ہے---

❁......لنگر کے انتظامات استاذ الحفاظ والقراء محترم جناب قاری بشیر احمد شاکر نوری (مہتمم دارالعلوم جامعہ حنفیہ تعلیم القرآن عارف والا، پاکپتن) کی زیر قیادت مدرسین وطلباء شعبہ حفظ القرآن دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور نے ان تھک محنت سے سرانجام دیے اور حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز سے سچی محبت کا اظہار کیا--- حاجی خدا بخش نوری، چودھری محمد حیات نوری، حاجی محمد یار، حاجی نیاز احمد نوری، غلام مصطفیٰ نوری (ناظم آب وطعام)، صوفی محمد شفیع نوری، حاجی خوشی محمد اور مولوی محمد حسن نوری وغیرہم نے ان کی بھرپور معاونت کی---

❁......حافظ عبدالرشید نوری، حاجی محمد اقبال نوری اور ظہور احمد نوری نے لائیٹنگ کا وسیع اہتمام کر کے اپنے شیخ سے سچی عقیدت کا ثبوت دیا---

❁......حاضرین کے لیے ناشتے کے انتظام میں حسب سابق شیخ محمد سردار نوری مرحوم کے صاحبزادے شیخ محمد نصر اللہ نوری (نوری بیکرز، بصیر پور) نے حصہ لیا---

❁......حاجی ممتاز احمد نوری، غلام مرتضیٰ نوری اور فیاض احمد نوری کی قیادت میں جوانوں کا وہ لشکر بھی قابل تحسین ہے، جنھوں نے سیکورٹی کے فرائض نبھائے---

❁......ملک میں سیکورٹی کی مخدوش صورت حال کی وجہ سے ذاتی سیکورٹی کا بھی اہتمام کیا گیا تھا، جناب چودھری نذیر احمد نوری (چاہ بختو والا) کے بیٹوں نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر سیکورٹی کے فرائض بڑی خوب صورتی کے ساتھ نبھائے---

❁......مولانا ریاض احمد نوری اور دیگر اراکین بزم غلامان فقیہ اعظم قصور، بزم فقیہ اعظم راجوال اور بزم غلامان فقیہ اعظم بصیر پور نے انتہائی دیدہ زیب اور خوب صورت اشتہار، اسٹیکرز اور بینرز پرنٹ کروا کر حضرت فقیہ اعظم سے اپنی عقیدت کا ثبوت پیش کیا---

❁......سال گزشتہ کی طرح اس بار بھی عرس واجلاس کا دوروزہ پروگرام اول تا آخر بذریعہ انٹرنیٹ پوری دنیا میں سنا گیا، اس کو حافظ عمر حسین نوری (لاہور) اور محمد اعظم چشتی (اسلام آباد) نے آن ایئر پہنچایا---

❁......آواز کو سامعین تک پہنچانے کے لیے حسب سابق ساؤنڈ سسٹم انتہائی کامیاب رہا، اس حسن کارکردگی کا سہرا مولانا محمد اکرم نوری (بصیر پور) کو جاتا ہے، جنھوں نے ان تھک محنت کر کے ولی سن ساؤنڈز (ساہیوال) کے تعاون سے یہ سہولت بہم پہنچانے کی سعادت حاصل کی---

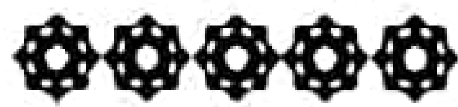
❁......انتظامات کے لیے تمام کمیٹیوں کی نگرانی کی ذمہ داری صاحبزادہ محمد فیض المصطفیٰ نوری نے بڑے احسن انداز میں نبھائی---

عرس مبارک کی رپورٹ کے اختتام پر میں ایک دفعہ پھر مرکزی دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف اور اس کے ذیلی اداراوں کے ان کارکنوں کو خراج عقیدت پیش کرتا ہوں جو عرس سراپا قدس کی کامیابی کے

لیے ان تھک اور مسلسل محنت کرتے رہے، مہمانان گرامی کی خاطر مدارت کے لیے اپنی بہترین صلاحیتیں پیش کیں اور حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کے عرس پاک میں شامل ہونے والے اہل محبت کی خدمت کو اپنے لیے سرمایہ سعادت خیال کیا---

آخر میں بارگاہ صمدیت میں دعا ہے کہ وہ اپنے حبیب لبیب ﷺ کے توسل وتصدق سے اس آستانِ نور اور اس مرکز علم وعرفان دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف کو تا ابد الاباد قائم و دائم رکھے اور حضرت جانشین فقیہ اعظم قبلہ صاحب زادہ مفتی محمد محب اللہ نوری قادری دامت برکاتہم العالیہ کا سایہ غلامان وخادمان فقیہ اعظم پر تادیر سلامت رکھے---

آمین بجاہ سید المرسلین و بحق طٰہٰ و یٰس ﷺ



وفیات

گزشتہ دنوں محبین و وابستگان دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف میں سے:

مولانا عطاء محمد گولڑوی، لاہور کے بھتیجے---

مولانا الحاج محمد جعفر ضیائی، شاہدرہ لاہور کی والدہ محترمہ---

خطیب اہل سنت مولانا سعید احمد اسعد، فیصل آباد کی اہلیہ محترمہ---

مولانا حافظ عبدالرشید نوری، قصور کی اہلیہ محترمہ----

مولانا الحاج فلک شیر نوری، رینالہ خورد کا پوتا---

مولانا مسعود احمد نوری، موضع جلال کوٹ (بھومن شاہ) کے برادر نسبتی---

معروف نعت خواں محترم محمد ثناء اللہ بٹ، لاہور---اور

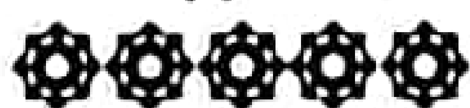
مولانا محمد اکرم عباس نوری المعروف اکرم لاہوری قضائے الٰہی سے وفات پا گئے (موصوف کا چہلم ان کے آبائی گاؤں موضع جیا بگا ضلع لاہور میں مورخہ ۲/اکتوبر ۲۰۰۵ء، اتوار، بعد ظہر ہوگا)---

انا للہ و انا الیہ راجعون

جانشین فقیہ اعظم الحاج صاحب زادہ مفتی محمد محب اللہ نوری مدظلہ العالی نے دعا فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرما کر اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل سے نوازے---

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ و سلم علیہ و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین

نامور خطیب حضرت مولانا صاحبزادہ سید محمد محفوظ الحق شاہ (بوریوالا)، پیر سید عبدالخالق شاہ اور پیر سید محمد شمس الحق شاہ صاحبان کی والدہ ماجدہ کا **ختم چہلم** مورخہ 9/ستمبر 2005ء، بروز جمعۃ المبارک، چک نمبر E.B/267، جملیرا روڈ، بوریوالا میں صبح نو بجے تا نماز جمعہ ہوگا---



اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ

روداد سالانہ عرس و اجلاس

(صاحبزادہ) محمد فیض النعیم اشرفی

مشک آں است کہ خود بوید نہ کہ عطار بگوید

"کستوری وہ ہے جو خود خوشبو دے، نہ کہ عطار کو کہنا پڑے کہ اس کی خوشبو سونگھو"---

وہ بلند بخت اور ارفع ہستیاں جنہوں نے دنیا میں عشق رسول ﷺ کی دھوم مچائی، وہ قدسی صفات لوگ جن کے ہر قول اور ہر عمل پر حب رسول ﷺ کی چھاپ لگی ہوئی ہے، وہ تابندہ، عظیم و جلیل اور روشن و تاباں افراد، جن کی محبتیں اور توجہاتِ نور کی خوش بوئیں مشام ہستی کو معطر کرتی ہیں، یہی وہ لائق تکریم شخصیات ہیں، جو انسانی قافلوں کی حقیقی راہنما ہونے کا استحقاق رکھتی ہیں--- وہ طبع بلند، فکر تاب اور ذہن رسا کا ایسا روشن منار ہوتے ہیں کہ جن سے ظلمت و گمرہی کے دھندلکوں میں الجھی نسل نو کے لیے صراط مستقیم کی منزلیں روشن و منور ہو جاتی ہیں--- ان کی زندگی علم و آگہی کی ایسی جامع کتاب ہوتی ہے، جس کے ہر ہر ورق پر امت مسلمہ کے امید افزا مستقبل کی تقدیر رقم ہوتی ہے--- ان کے صحیفۂ حیات کا جس حوالے سے بھی مطالعہ کیا جائے، حسن فکر و عمل اور جذبۂ شوق و ذوق کے نئے سے نئے گوشے سامنے آتے ہیں--- وہ تاریخ کے صفحوں میں ایسے نظر آتے ہیں، جیسے کوئی نور کے تڑکے میں دھیرے دھیرے جنت کی طرف رواں دواں ہو--- وہ روحوں میں ایسے اتر جاتے ہیں، جیسے شبنم شبِ تیرہ و تار کا کلیجہ چیر کر پھولوں کی پتیوں پر آ بیٹھی ہو--- وہ بولیں نہ بھی تو ان کا عمل انقلاب کے گیت گنگناتا ہے--- ان کی گدڑیوں کی دھول میں ہیروں کی چمک ہوتی ہے--- ان کے فقر میں خسروی حکمتیں پنہاں ہوتی

ہیں--- وہ اگر چہ اس عالم دنیا کو چھوڑ کر عالم برزخ کی طرف منتقل ہو جائیں لیکن ان کی باتیں، ان کی یادیں ہمیشہ تازہ رہتی ہیں اور روشنی بانٹتی رہتی ہیں--- وہ اس جہان فانی میں نظر نہ بھی آئیں، تو ان کے مرقدوں کی مٹی زندگی کی سوغات تقسیم کرتی ہے:

ہرگز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بہ عشق ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

مظہر غوث الوریٰ، فنافی المصطفیٰ، سید العرفاء، سند الاتقیاء، نائب امام اعظم، محدث اعظم، بقیۃ السلف، وارث علوم رسول، جامع معقول و منقول، کعبۃ العلوم، مدینۃ المعانی، حجۃ الاسلام، حضرت العلام، فقیہ اعظم پاکستان، حضرت خواجہ ابوالخیر مفتی پیر محمد نور اللہ نعیمی قادری قدسنا اللہ بسرہ العزیز کا شمار بھی انہی ستودہ صفات شخصیات میں ہوتا ہے---

تنویرِ رسول انس و جاں فقیہ اعظم سرمایۂ صاحب نظراں فقیہ اعظم
در پیکر عشق گرمیٔ سوزِ الست عارف، درویش، نکتہ داں فقیہ اعظم

کون فقیہ اعظم؟ جو پاسبان مسلک رضا بھی ہیں اور گلستان قادریت کے گل رنگیں قبا بھی:

فرد ایوان ولایت، مرد میدان رضا بدر چرخ علم و حکمت، صدر ایوان وفا
گلستان قادریت کے گل رنگیں قبا تھے رہے ظلمات میں اک مشعل نور ہدیٰ

کون فقیہ اعظم؟ جو استاذ الاساتذہ بھی ہیں اور فخر الجہابذہ بھی--- جو اعظم الفقہاء بھی ہیں اور اعلم العلماء بھی--- جو رئیس العلماء بھی ہیں اور سید العرفاء بھی:

افقہ الفقہاء فقیہ اعظم تاج العرفاء فقیہ اعظم
مقبول جناب مصطفائی محبوب خدا فقیہ اعظم

وہ فقیہ اعظم جو قبلہ ابرار بھی ہیں اور کعبہ اخیار بھی--- جو مرکز انوار بھی ہیں اور مہبط اسرار بھی--- جو وارث فقر سلمان بھی ہیں اور صاحب حکمت لقمان بھی--- جو پاسبان عزت بیت الحرام بھی ہیں اور گلہ بان امت خیر الانام بھی--- جو راز دان نغمۂ ام الکتاب بھی ہیں اور کامران منزل یوم الحساب بھی--- جو آفتابِ افق ولایت بھی ہیں اور قمرِ مطلعِ ہدایت بھی--- جو واقفِ رموزِ شریعت بھی ہیں اور غواصِ بحرِ طریقت بھی--- جو استقامت کا کوہِ گراں بھی ہیں اور کرامت کا روشن نشاں بھی--- جو صاحبِ صدق و صفا بھی ہیں اور رازدارِ حریمِ کبریا بھی--- جو عالمِ باوقار بھی ہیں اور عابدِ شب زندہ دار بھی--- جو علوم شریعت کے سمندر بھی ہیں اور بحر طریقت کے شناور بھی---- جو شریعت محمدیہ کے حامل بھی ہیں اور طریقت کے ولی کامل بھی:

بر کفے جامِ شریعت، بر کفے سندانِ عشق
ہر ہوس ناکے نہ داند، جام و سنداں باختن

خلعتِ قرب و کرامت، راست بر بالائے اُو
ہم شریعت، ہم طریقت، دارد اندر آستیں

وہ فقیہ اعظم! جن کی قائم کردہ مسلک اہل سنت و جماعت کی عظیم دینی درس گاہ دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور کا نام تعارف کا محتاج نہیں--- لاتعداد علماء، قراء اور حفاظ اس مرکز علم و عرفان سے علوم نبوی سے مزین ہو کر کائنات ارض کے مختلف گوشوں کو فیضانِ علوم مصطفوی سے فیض یاب اور شراب محبتِ شہ دوسرا علیہ التحیۃ والثناء سے سیراب کرنے کے لیے ہمہ وقت مصروف عمل ہیں---

یہاں درس گاہی نظام کے ساتھ ساتھ عملی تربیت کے لیے خانقاہی نظام، سونے پر سہاگہ کا کام کرتا ہے--- یعنی جاہل سے عالم، عالم سے عامل و عارف بنا کر دین مصطفیٰ کا مکمل و اکمل سپاہی بنا دیا جاتا ہے۔

ایسا کیوں نہ ہو جب کہ ادارہ ہذا کے بانی، دنیائے علم و ادب کے مہر تاباں، گل زار رنگ و نکہت کے گل خنداں، نور عرفان اور سلک ایمان کے بحر بیکراں، افق معانی کے نیر تاباں، تزئین و آرائش زلف تصوف کے حسین ساماں، قلزم نفاست و لطافت کے غواص و شناور، خلوت و جلوت میں ذکر الٰہی و عشق رسول ﷺ کے سرمست، کوہ استقامت، پیکر شجاعت، منارۂ سطوت و عظمت، آشنائے سوز نہاں و ساز عیاں، مبلغ دوراں، شیخ الشیوخ، حضرت العلام، فقیہ اعظم پاکستان، حضرت مولانا ابوالخیر مفتی محمد نور اللہ نعیمی قدس سرہ العزیز، حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے فرمان:

درستُ العلمَ حتّٰی صرت قطبًا   و نلتُ السعدَ من مولَی الموالی

کے کامل آئینہ دار تھے--- حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز علوم شریعت کے سمندر بھی تھے اور بحر طریقت کے شناور بھی--- آپ شریعت محمدیہ کے حامل بھی تھے اور طریقت کے ولی کامل بھی--- آپ کی ذات والاصفات مجمع البحرین کی حیثیت رکھتی تھی اور ہے--- بقول قمر یزدانی:

بفیض علم شریعت سپہر عظمت پر   مثال مہر میں جگمگائے نور اللہ
رموز معرفت و رازہائے عرفاں کو   سمجھ سکا نہ کوئی بھی سوائے نور اللہ

آپ کی روحانیت مسلّم، قائم کردہ مدارس کی نور افشانیاں بجا طور پر عظیم کارنامہ، تلامذہ کا ایک جم غفیر اندرون و بیرون ملک مصروف کار بخدمتِ دین متین اپنی جگہ ایک اٹل حقیقت، مگر میں یہ سمجھتا ہوں کہ حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے علمی سخاوت کے دریا بہاتے ہوئے دنیائے اسلام کے لیے بالخصوص ''فتاویٰ نوریہ'' ایسا عظیم الشان فقہی انسائیکلوپیڈیا ضبط تحریر میں لا کر پوری ملت اسلامیہ پر جو کرم گستری کی ہے، اس کی نظیر نہیں پیش کی جا سکتی--- بقول جمشید کمبوہ:

وقف کر دی زندگی اوج فقاہت کے لیے   دیدنی ہے آپ کی خلد فقاہت کی بہار

اس حقیقت پر ہے شاہد خود فتاویٰ نوریہ آپ ہیں صدق فقاہت کے نقیب اعتبار

بہر حال آپ کی ذات ستودہ صفات ہر رنگ، ہر جہت اور ہر اعتبار سے بے مثال تھی---
آپ کی شخصیت کے متعلق کچھ لکھنا مجھ ایسے بے علم و بے ہنر کے بس کی بات نہیں---

یہ وہ ہستی ہیں جنہوں نے عصر حاضر میں اپنے حسن عمل کے دل کش اور مقناطیسی جلووں سے تجدید واحیائے دین کے کارنامے اس حکمت عملی سے سرانجام دیے ہیں کہ ان کی ذات امت کے ہمہ جہت اختلافات کی خلیج کو پاٹ کر مرحلہ بمرحلہ جملہ سلاسل و مسالک اور مکاتب فکر کے لیے نقطہ اتحاد بنتی جارہی ہے--- اہل قلب و نظر کا واضح موقف یہ ہے کہ جس طرح حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تعلیمات نے برصغیر کی ملت اسلامیہ کو ایک متفقہ مرکز عطا کیا تھا، اسی طرح حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کے اسلوب دعوت وارشاد پر اتحاد امت کا قصر رفیع تعمیر کیا جا سکتا ہے--- انہی مقدس جذبوں اور نیک تمناؤں کا زاد سفر لیے امین امانات فقیہ اعظم حضرت صاحب زادہ مفتی پیر محمد محب اللہ نوری مدظلہ نے ہر سال کی طرح امسال بھی اسلام کے بطل جلیل اور ملت اسلامیہ کی اس عظیم شخصیت، قاسم محبت مصطفوی، امین امانت امام اعظم، وارث علوم نبوی، پاسبان مشرب غوثیت، سیدی فقیہ اعظم الحاج ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی قادری نور اللہ مرقدہ وقدس سرہ العزیز کے ۲۲ ویں سالانہ عرس سراپا قدس اور آپ کے قائم کردہ عظیم ادارہ دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف کے ۶۵ ویں سالانہ اجلاس دستار ہائے فضیلت و تقسیم اسناد، منعقدہ ۱-۲ر رجب المرجب ۱۴۲۵ھ/ بمطابق ۱۸-۱۹ر اگست ۲۰۰۴ء، بروز بدھ جمعرات کی تقاریب کے انعقاد کا اعلان کیا--- وابستگان حضور سیدی فقیہ اعظم کے قلوب میں مسرت کی لہر دوڑ گئی--- ایک ایک دن گن گن کر گزارا جانے لگا--- ذکر محبوب کے وہ کیف آفریں لمحات قریب آرہے تھے، جن کی لذت وحلاوت بارہ ماہ گزرنے پر بھی نہ بھولی تھی--- بالخصوص آخری نشست کے روح پرور لمحات تو بے چین اور مضطرب کیے ہوئے تھے--- اللہ اللہ کر کے دن گزارے---

آج ۱۷ر اگست ۲۰۰۴ء ہے--- عرس پاک کی تیاریوں کا سلسلہ فزوں تر دکھائی دینے لگا، مختلف تنظیموں اور اہالیان شہر کی طرف سے خطاطی کے مختلف نمونوں کے بینرز آویزاں ہونے لگے، ملک کے کونے کونے سے آنے والے حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کے معتقدین بھی اپنے اشتہارات، سٹیکرز اور بینرز پیش کرنے لگے، دورۃ الحدیث اور مشکوۃ شریف کے طلبہ بینرز کی حسن ترتیب میں مشغول ہو گئے، دن بھر کی سخت ترین محنت کے بعد انہوں نے دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور کے صحن، درودیوار اور جامع مسجد نور کے ساتھ بنائے گئے پنڈال کو دلہن کی طرح سجا دیا--- تقریباً صبح ۸ بجے کے قریب النور ٹینٹ سروس بصیر پور کی ٹیم پہنچ گئی، انہوں نے انتہائی عقیدت و

محبت اور محنت شاقہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے صحن دارالعلوم اور لنگر شریف سے متعلقہ علاقہ جات کو خوب صورت شامیانوں اور قناتوں سے مزین کر دیا--- عقیدت و محبت کے جذبے زبانوں سے نہیں عمل کی قوت سے چھلکتے ہیں--- اس موقع پر یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ عرس سراپا قدس کی تیاریوں، تشہیری مہم اور عملی انتظامات میں بزم غلامان فقیہ اعظم ضلع قصور اور بزم غلامان فقیہ اعظم ضلع اوکاڑا نے جس طرح کردار ادا کیا، وہ باقی تمام اضلاع کے لیے قابل تقلید نمونہ ہے---

دارالعلوم، دربار نور، جامع مسجد نور اور ملحقہ پنڈال و گلی کوچوں کو برقی قمقموں، ٹیوبوں، رنگا رنگ بلبوں، آرائشی محرابوں اور بینروں سے مزین کر دیا گیا--- جامعہ کے وسیع و عریض صحن کو عمدہ قالین اور چٹائیاں بچھا کر پنڈال بنا دیا گیا--- پوری جلسہ گاہ بقعۂ نور بنی ہوئی تھی--- اسی دن دارالعلوم بصیر پور شریف کے تمام اساتذہ کرام تقسیم کار کے تحت اپنی اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لیے تیاریوں کو حتمی شکل دے رہے تھے--- سیکورٹی کے فرائض سرانجام دینے والے طلبہ نے انتہائی ذہانت سے اپنے انتظامات کو حتمی شکل دی--- مقامی احباب اور بیرون شہر سے آنے والے احباب کو سٹال لگانے کے لیے جگہ دی گئی--- ہر طرف ایک کیف آگیں سماں ہے--- جذبے ابھرے ابھرے اور خیالات مچلے مچلے نظر آتے ہیں--- جذب و شوق کی اس ہمہ گیر کیفیت میں میری نظریں بار بار اٹھ رہی ہیں اور ہر بار پلٹ کر یہی پیغام دے رہی ہیں:

وہی بزم ہے، وہی دھوم ہے، وہی عاشقوں کا ہجوم ہے
ہے کمی تو بس اسی ''چاند'' کی جو تہِ مزار چلا گیا

انتظامات ہر جہت اور ہر اعتبار سے اس طرح مکمل ہو گئے تھے کہ مختلف بلاد اسلامیہ سے آنے والے تشنگانِ علم و فکر، عاشقان مصطفیٰ اور فدایان حضرت فقیہ اعظم میں سے ہر ایک نے حضرت جانشین فقیہ اعظم مدظلہم العالی کے حسن ذوق اور طبعی نفاست کو داد تحسین پیش کی---

عرس سراپا قدس کی روداد کے حوالے سے ایک نمایاں پہلو جس کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں، یہ بھی ہے کہ عرس و اجلاس کی تقاریب میں عشاقان فقیہ اعظم کے بے پناہ ہجوم کی وجہ سے صحن دارالعلوم خصوصاً رات کی نشستوں میں تنگ پڑ جاتا تھا، اس لیے اس سال حضرت جانشین فقیہ اعظم صاحب زادہ مفتی محمد محب اللہ نوری مدظلہ العالی نے فراست و بصیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے مسجد سے ملحقہ اراضی میں وسیع و عریض پنڈال تیار کرایا--- اس طرح جامع مسجد نور کا صحن بھی پنڈال کا حصہ دکھائی دے رہا تھا (مگر آخری نشست میں یہ وسیع و عریض پنڈال اپنی تنگ دامانی کا منظر پیش کر رہا تھا)--- اس پنڈال کو بھی برقی بلبوں کی ایک خوب صورت چھتری کے ذریعہ سے سجا دیا گیا اور کپڑے کی مدد سے اسٹیج پر سجاوٹ کا جیسا عمدہ کام کیا گیا تھا، وہ تاریخ بصیر پور میں اپنی نوعیت کا پہلا کام تھا---

دارالعلوم سے ملحقہ جامع مسجد نور کی عمارت پر روشنیوں کی بارات، مختلف کلرز میں خطاطی کے بینرز، سیدی فقیہ اعظم کے مزار پر چمکتا عظمتوں کا چاندی نما کلس، دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف کے ماتھے کی جھومر میں قوس وقزح کی رنگینیاں، حسن و دل کشی کے یہ سارے دل فریب جلوے زائرین کو دعوت نظارہ دے رہے تھے--- عالم وارفتگی میں اہل محبت کی نظریں بار بار اٹھ جاتیں اور حسن ازل کے اس نمود کا نظارہ کرتیں---

عرس واجلاس کی تقریبات دو روز جاری رہتی ہیں اور روزانہ تین نشستیں ہوتی ہیں---

نشست اول: صبح ساڑھے آٹھ بجے سے پونے ایک بجے تک

نشست دوم: بعد نماز ظہر تا عصر

نشست سوم: بعد نماز عشاء سے رات گئے تک جاری رہتی ہے

ان دو روزہ تقریبات عرس واجلاس میں اندرون و بیرون ملک کے نامور قراء کرام، دنیائے اہل سنت کے معروف نعت خوانان، شعراء اور ملت اسلامیہ کے جید علماء وخطباء نے شرکت کی اور اپنے خطابات سے عاشقان مصطفیٰ کے ایمان کو جلا بخشی--- بیسیوں علماء کرام، مشائخ عظام اور سجادہ نشین حضرات زینت اسٹیج بنے رہے--- اس دفعہ بھی گزشتہ سالوں کی طرح مقررین کو باقاعدہ موضوعات دیے گئے تھے، جس کی وجہ سے مقصدیت وافادیت کے ساتھ ساتھ سامعین کی دل چسپی بھی بڑھ گئی---

روح پرور، طمانیت بخش اور وجد آور ساعتوں کو الفاظ کی تنگنائیوں میں قید کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی قلم وقرطاس ان کیف آگیں لمحات کو بیان کرنے کی سکت رکھتے ہیں--- اختصار کے ساتھ واقعاتی روداد درج ذیل ہے:

۱۸/اگست ۲۰۰۴ء، بدھ

جب ہنگام سپیدۂ سحر طلوع ہو رہا تھا، دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف کے اساتذہ وطلبہ مضبوط ارادوں اور مچلتی آرزوؤں کے ساتھ ذمہ داریاں ادا کرنے کے لیے اپنے محاذوں پر موجود تھے، جوں ہی خاور مشرق سربلند ہوا، عشاق حضرت فقیہ اعظم کی بھیڑ لگ گئی، مزار حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز پر قرآن خوانی ہوئی--- عرس سراپا قدس کی تقریبات کا آغاز تقریباً ساڑھے آٹھ بجے شہزادۂ فقیہ اعظم حضرت علامہ صاحب زادہ مفتی پیر محمد محب اللہ نوری قادری دامت فیوضہم کے حکم سے محفل ذکر اور مزار پر انوار کے غسل مبارک سے ہوا---

جناب حافظ نذیر احمد اشرفی مدرس دارالعلوم ہٰذا نے نغمۂ تار الست چھیڑا، جب کہ سرور کون و مکاں، رحمت عالمیاں، راحت قلوب عاشقاں، محبوب رب دو جہاں ﷺ کی بارگاہ ناز میں حافظ

محمد قریش، سید امام شاہ اور صوفی معراج دین نے عقیدت کے پھول نچھاور کیے جب کہ صوفی اللہ دتہ قادری نے بارگاہ غوثیت مآب میں ہدیۂ منقبت پیش کیا---نعت و منقبت کے بعد خطابات کا سلسلہ شروع ہوا تو مولانا محمد انور نوری (لاہور) نے ''عظمت و کرامات فقیہ اعظم'' مولانا قاری عبد الستار نوری (دیپال پور) نے ''فضائل اہل بیت'' مولانا شیر محمد نقشبندی (سلطانکے، لاہور) نے ''معراج النبی ﷺ'' مولانا عبد الرشید نوری (قصور) نے ''فضائل علم و علماء'' مولانا فیض الحق نوری (ساہیوال) نے ''عقیدۂ ختم نبوت'' اور مولانا محمد احمد دردی (لاہور) نے ''شان اولیاء و مقام حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری قدس سرہ العزیز'' کے موضوع پر سیر حاصل گفتگو کی---اس نشست میں پیر طریقت سید خورشید علی شاہ (چک جلے والا) مہمان خصوصی تھے--- آخر میں مولانا حافظ محمد اسد اللہ نوری نے کلام فقیہ اعظم، قصیدہ بردہ شریف اور قصیدہ غوثیہ شریف کے منتخب اشعار پڑھے تو پوری محفل پر وجد طاری ہو گیا---تقریباً ایک بجے اس کیف آفریں تقریب کا اختتام غسل مزار مبارک، درود و سلام اور حضرت قبلہ جانشین فقیہ اعظم مدظلہ کی دعا پر ہوا---بعد ازاں زائرین نے لنگر نوریہ تناول کیا---

نماز ظہر کے بعد دوسری نشست کا آغاز ہوا، تلاوت کلام پاک کی سعادت قاری مظہر حیات نوری (مصطفیٰ آباد، قصور) اور بارگاہ مصطفوی ﷺ میں ہدیہ نعت کی سعادت محمد سعید اٹاری، حافظ محمد مشتاق ناصر (متعلم دار العلوم) نے حاصل کی جب کہ جناب حکیم جمشید کمبوہ نے بارگاہ حضرت فقیہ اعظم میں ہدیۂ منقبت پیش کرتے ہوئے یہ اشعار پڑھے:

مظہر غوث الوریٰ، اے رہنمائے ذی تبار ملتفت ہے آپ پر چشم حبیب کردگار
بوحنیفہ کی فقاہت کا جمال دل کشا رازی و رومی، علی قاری کی نادر یادگار
اے امین مسلک حق، پرتوِ احمد رضا امتیاز اہل سنت، نوریوں کے تاجدار
نائب صدر الافاضل، نازش دیدار شہ حضرت فتح محمد کے یگانہ شاہ کار
کس کا یہ فیضان ہے؟ بوالخیر نور اللہ کا ہیں محب اللہ نوری، نوریوں پر نور بار
ہیں محب اللہ نوری حق نما و حق فروغ مغفرت سامانیاں ہیں ان کے دم سے آشکار

اور خوب داد وصول کی---سلسلۂ سخن شروع ہوا تو مولانا محمد عثمان جامی نوری (قصور) نے ''محبت رسول ﷺ'' مولانا محمد عبد اللہ نوری (فیصل آباد) نے ''دینی مدارس کی اہمیت و افادیت'' مولانا حافظ احمد علی فریدی (شیخوپورہ) نے ''فضائل صدقات'' اور مولانا عزیز احمد نوری (لاہور) نے ''نسبت شیخ'' جب کہ مناظر اہل سنت مولانا غلام مصطفیٰ نوری (ساہیوال) نے ''دعا بعد نماز جنازہ'' کے حوالے سے بڑی شان دار گفتگو فرمائی اور حق یہ ہے کہ موضوع کا حق ادا کیا---اس

نشست میں پیر طریقت صاحب زادہ خواجہ غلام رسول ثانی تو گیروی، جگر گوشۂ شیخ القرآن صاحب زادہ مولانا فضل الرحمٰن اوکاڑوی اور علامہ مفتی محمد یٰسین اوکاڑوی مہمان خصوصی تھے، جب کہ میاں منظور احمد وٹو، سابق وزیر اعلیٰ پنجاب، میاں خرم جہانگیر وٹو، تحصیل ناظم دیپال پور، الحاج میاں غلام محمد، چیئرمین ضلعی زکوٰۃ کونسل اوکاڑا، میاں بشارت علی پچھر، ناظم سٹی بصیر پور رونق اسٹیج بنے رہے--- یہ نشست درود و سلام اور دعا کے بعد اپنے اختتام کو پہنچی---

نماز عصر ادا کی گئی، اس وقفہ میں پنڈال مکمل طور پر خالی کرا دیے جانے کے بعد خواتین کو دربار حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز پر حاضری کا موقع دیا گیا--- نماز مغرب کے بعد زائرین نے لنگر نوریہ تناول کیا---

نماز عشاء کے بعد جامع مسجد نور کے ساتھ ملحقہ وسیع و عریض پنڈال میں تیسری نشست کا آغاز ہوا، تلاوت کلام مقدس کی سعادت قاری عبد الشکور نوری (ساہیوال) نے حاصل کی، صاحبزادہ محمد فیض الرسول نے بارگاہ رسالت مآب میں ہدیہ عقیدت پیش کیا--- دریں اثناء نعروں کی گونج میں حضرت جانشین فقیہ اعظم صاحبزادہ مفتی محمد محب اللہ نوری دامت فیوضاتہ مسند صدارت پر جلوہ افروز ہوئے--- دنیائے قراءت کے نیر تاباں جناب قاری سید صداقت علی شاہ (لاہور) کو صحیفۂ آسمانی گنگنانے کے لیے مدعو کیا گیا--- جب وہ آیات قرآنی کی تلاوت فرما رہے تھے تو سامعین پر ایک وجدانی کیفیت طاری تھی--- تلاوت کے بعد انہوں نے نعت کے چند اشعار پڑھے--- نعت و منقبت کی سعادت جناب پروفیسر فیض الرسول فیضان نے حاصل کی، انہوں نے اپنے کلام کے ساتھ ساتھ حضرت جانشین فقیہ اعظم مدظلہ کے نعتیہ کلام کے چند اشعار ہدیہ سماعت سامعین کیے تو محفل کا رنگ دیدنی تھا--- ان نعتوں پر اصحاب ذوق جھوم اٹھے اور ہر عاشق دل فگار اس کو اپنے ہی دل کی آواز سمجھ رہا تھا--- سلسلہ سخن شروع ہوا تو مولانا محمد ضیاء الدین نوری (لاہور) نے "سیرت النبی ﷺ اور ہماری زندگی" پروفیسر خلیل احمد نوری (لاہور) نے "عصر حاضر میں فہم قرآن و سنت کی اہمیت و ضرورت" مولانا سید شبیر حسین شاہ نوری (مصطفیٰ آباد) نے "ذکر مصطفیٰ ﷺ" مولانا پروفیسر صدیق اکبر (لاہور) نے اپنے لحن داؤدی سے "حیات النبی ﷺ" اور خطیب شیریں لسان شیر بیشۂ اہل سنت علامہ حافظ مفتی خان محمد قادری (لاہور) نے "توبہ و استغفار" کے موضوعات پر بھرپور خطابات فرمائے--- جب کہ خانوادۂ اشرفیہ کے عظیم سپوت، شہزادۂ غوث الوریٰ پیر طریقت رہبر شریعت ڈاکٹر سید محمد مظاہر اشرف الاشرفی الجیلانی دامت برکاتہم العالیہ مہمان خصوصی تھے--- اس نشست میں دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف سے دورۃ القرآن الکریم اور قراءت و تجوید پڑھنے والے ۲۴ طلبہ کو دستار

فضیلت دی گئی---نشست کے اختتام پر مہمان خصوصی دامت فیوضاتہ نے درود وسلام پیش فرمایا اوران کی دعائے خیر کے بعد یہ نشست اختتام پذیر ہوئی---

۱۹/اگست ۲۰۰۴ء، جمعرات

صبح ساڑھے آٹھ بجے آج کی پہلی اورعرس سراپا قدس کی چوتھی نشست کا آغاز قاری جان محمد نوری (منڈی احمد آباد) کی تلاوت سے ہوا۔ بارگاہِ رسول مقبول میں ہدیہ نعت کی سعادت جناب محمد سلیم سیالوی نے حاصل کی--- بعد میں مولانا محمد نواز نوری (مدرس دارالعلوم) نے ''حضرت فقیہ اعظم پیکر صدق مقال واکل حلال'' مولانا صابر علی وٹو نوری (لاہور) نے ''حضرت فقیہ اعظم--- تاثرات ومشاہدات'' مولانا نورالحسین نوری (بہاول نگر) نے ''صحبت صالحین'' مولانا محمد امین صابر القادری (پھول نگر) نے ''ہم نماز کیسے ادا کریں؟'' مناظر اسلام محقق عصر خطیب دل پذیر حضرت علامہ مفتی شوکت علی سیالوی (خانیوال) نے ''تصرفات مقربین بارگاہ'' اور خطیب شعلہ نوا حضرت علامہ مولانا سید محمد محفوظ الحق شاہ (بورے والا) نے ''اللہ ورسول ﷺ پر ایمان اوراس کے تقاضے'' کے موضوعات پر نہایت پُراثر وپُرذوق خطابات فرمائے---قبلہ شاہ صاحب نے علالت طبع کے باوجود اپنے انداز کو برقرار رکھا--- مولانا مفتی شوکت علی سیالوی نے نہایت عالمانہ، فاضلانہ اور محققانہ خطاب کیا، جسے خواص وعوام نے بے حد سراہا---اس نشست میں پیر طریقت صاحب زادہ سید میر طیب علی شاہ بخاری دامت برکاتہم العالیہ (زیب سجادہ آستانہ عالیہ حضرت کرمانوالہ شریف)، صاحبزادہ پیر مظفر حسین (سلطان عبدالحکیم) مہمان خصوصی تھے--- جب کہ جناب پرویز اکرم خان ضلعی چیئرمین بیت المال اوکاڑا نے بھی اسی نشست میں حاضری کی سعادت حاصل کی--- یہ نشست درود وسلام اور سجادہ نشین حضرت کرمانوالہ شریف کی دعا کے بعد اپنی انتہا کو پہنچی---

نماز ظہر کے بعد عرس سراپا قدس کی پانچویں نشست کا آغاز ہوا--- تلاوت کلام حکیم کی سعادت محترم قاری محمد مشتاق تبسم (متعلم دارالعلوم) نے حاصل کی اور بارگاہ مصطفوی میں عقیدت ومحبت کے پھول مولانا محمد شفیع اوکاڑوی کے برادر صوفی محمد لطیف نقشبندی (اوکاڑا) نے نچھاور کیے---سلسلہ خطابات شروع ہوا تو مولانا محمد نعیم نوری (لاہور) نے ''تحریک پاکستان میں علماء و مشائخ کا کردار'' صاحبزادہ سید ضیاء محی الدین شاہ (ہڑپہ) نے ''حضرت فقیہ اعظم کی خدمات'' مولانا شبیر احمد ہاشمی (پتوکی) نے ''امام الائمہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سیاسی نظریات'' پروفیسر علامہ محمد انوار حنفی (کوٹ رادھا کشن) نے ''تراجم قرآن کا تقابلی جائزہ'' کے موضوع پر نہایت مدلل خطاب کیا، جب کہ خطیب شعلہ نوا ادیب ملت حضرت علامہ مولانا ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی (لاہور) نے ''مسلک اہل سنت کی حقانیت'' کے عنوان سے بہترین خطاب کیا

اور خواص وعوام سے خوب داد وصول کی--- اس نشست میں پیر طریقت حضرت پیر سید اصغر علی شاہ المعروف چن پیر گیلانی (سجادہ نشین آستانہ عالیہ ہڑپہ) مہمان خصوصی تھے---

نمازعصر کے بعد چادر پوشی کی گئی--- بارگاہ نبوت میں گل ہائے عقیدت پیش کیے گئے--- وہ سماں بہت خوب صورت تھا، جب حضرت سیدنا فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کے نسبی و روحانی فرزند صلوٰۃ وسلام، قصیدہ بردہ شریف اور چادر پوشی سے متعلقہ مخصوص اشعار پڑھ کر والہانہ انداز میں آپ کے مزار پر گلاب کی پتیاں نچھاور کرتے ہوئے چادر ڈال رہے تھے--- آخر میں سجادہ نشین دربار عالیہ نوریہ حضرت صاحب زادہ مفتی محمد محب اللہ نوری دامت برکاتہم العالیہ نے مملکت خداداد پاکستان کی سلامتی، امت مسلمہ کی اجتماعی بہتری اور جملہ حاضرین کی اصلاح وفلاح کے لیے دعا فرمائی---

اسی دوران محترم سید شفیق حسین بخاری (سیکرٹری زکوٰۃ وعشر حکومت پنجاب) اور محترم سید طاہر رضا بخاری (ڈائریکٹر علماء اکیڈمی پنجاب) نے بھی اس روحانی تقریب میں اپنی حاضری لگوائی اور علم دوستی کا ثبوت دیا--- نماز مغرب کے بعد زائرین عرس فقیہ اعظم نے لنگر نوریہ تناول کیا---

نماز عشاء کے بعد عرس سراپا قدس کی چھٹی اور آخری واہم ترین نشست کا آغاز ہوا، تلاوت کلام مقدس قاری سعید الحسن (دیپال پور) نے کی--- پناہ گاہ خستگاں، شفیع المذنبین ﷺ کے حضور نذرانہ محبت وعقیدت پیش کرنے کی سعادت جناب محترم مرزا امداد حسین (فیصل آباد) نے حاصل کی--- بارگاہ فقیہ اعظم میں منقبت قاری محمد جمال نوری (پاک پتن شریف) نے پیش کی--- جناب محمد احمد بصیر پوری نے انگلش میں حضرت فقیہ اعظم کی تعلیمات کو خراج عقیدت پیش کیا--- خطابات کا باقاعدہ سلسلہ شروع ہوا تو علامہ پروفیسر حافظ محمد اعظم نوری (گوجرانوالہ) نے "قرآن وسنت کی روشنی میں برکت کا تصور" کے عنوان پر بہترین خطاب فرمایا، بعد ازاں دنیائے قراءت کے ابھرتے ہوئے درخشندہ ستارے جناب قاری مبیں احمد نعیمی کو تلاوت قرآن کریم کے لیے مدعو کیا گیا، جوں جوں وہ آیات بیّنات کی تلاوت فرما رہے تھے، سامعین پر ایک وجدانی کیفیت طاری ہوتی جارہی تھی، اہل نظر آسمان سے انوار الٰہیہ کی اترتی برسات اپنی محسوس نظروں سے ملاحظہ کررہے تھے--- تلاوت کے بعد انہوں نے دو مختلف نعتوں کے چند منتخب اشعار ہدیہ سماعت سامعین کیے تو محفل کا رنگ اور زائرین کا وجد وذوق دیدنی تھا--- ان نعتوں پر اصحاب ذوق جھوم اٹھے اور ہر عاشق دل فگار اس کو اپنے ہی دل کی آواز سمجھ رہا تھا--- سلسلہ سخن دوبارہ شروع ہوا تو ادیب ملت مفکر اسلام علامہ احمد علی قصوری (لاہور) نے "علامہ اقبال کی روشن خیالی اور اعتدال پسندی" کے موضوع پر دل نواز خطاب فرمایا، جس میں عالمی سطح پر امت مسلمہ کو درپیش مسائل کا پرسوز تذکرہ کیا۔ اس کے بعد حضور سیدی فقیہ اعظم کے پوتے اور جانشین فقیہ اعظم کے

چھوٹے صاحبزادے محمد سعد اللہ نوری نے نعت شریف (عجب رنگ پر ہے بہار مدینہ) کے منتخب اشعار پڑھے، جس سے محفل پر وجد طاری ہوگیا۔ اس کے بعد فاضل جلیل مفتی ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی (لاہور) نے ''نصاب تعلیم اور سامراجی سازشوں'' کے موضوع پر نہایت مفکرانہ خطاب فرمایا جب کہ علامہ حافظ محمد فاروق خان سعیدی (ملتان) نے ''عظمت صحابہ کرام اور مقام سیدنا عثمان غنیؓ'' خطیب ذیشان علامہ محمد عارف نوری (لاہور) نے ''شان سیدنا غوث اعظم ﷺ'' خطیب اسلام صاحبزادہ پیر سید شبیر حسین شاہ (حافظ آباد) نے ''ہوتی رہے ثنا تیرے حسن و جمال کی'' کے موضوعات پر نہایت مؤثر خطابات فرمائے---

اس نشست میں آستانہ عالیہ شرق پور شریف کے چشم و چراغ صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری، صاحبزادہ پیر محمد ضیاء بہاول نگری، صاحبزادہ عبد الرحیم (سلطان عبد الحکیم)، جناب میاں معین احمد خان وٹو (سابق چیئرمین ضلع کونسل اوکاڑا)، میاں افتخار حسین چھچھر M.P.A بصیر پور، میاں بشارت علی چھچھر (ناظم سٹی بصیر پور) اور متعدد مشائخ عظام، علماء کرام کے علاوہ جناب سید قمر علی زیدی صاحب ڈائریکٹر امور مذہبیہ کمیٹی اوقاف پنجاب مہمان خصوصی تھے، جب کہ مؤخر الذکر نے انتہائی دل نشین انداز میں حضرت فقیہ اعظم کی خدمات و تعلیمات کے حوالے سے خطاب بھی فرمایا--- اس نشست میں فضلائے دورۃ الحدیث اور حفاظ کرام کو دستار فضیلت اور اسناد سے نوازا گیا، جن کی تعداد ۵۲ تھی---

معزز قارئین! سکوت شام صحراء میں جرس کارواں کا تغزل راہ نوردان شوق کو بھلا معلوم ہوتا، بہتے دریا کے گہرے پانیوں سے ابھرتی موجوں کا رقص بھی دلوں کے لیے ہیجان آمیز ہوتا ہے، مشعل بہاری کے سجے گلستانوں میں رنگا رنگ پھولوں کا تبسم بھی بڑا دل نواز ہوتا ہے، وقت سحر قمریوں اور طوطیان خوش نوا کے نغمے بھی سوز و مستی کی عجیب تر کیفیات پیدا کرتے ہیں لیکن آج کی اس نشست میں خوش گلو قراء، شیریں لسان نعت خوان اور شعلہ نوا مقررین کی تلاوت، نعت اور خطابات سرمستی و رعنائی کی نئی داستانیں رقم کر رہے تھے--- نصف رات ڈھل چکی تھی، روشنیوں کا ایک سیلاب حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کے گنبد بیضا سے ٹکرا کر ماحول کو بقعہ نور بنا رہا تھا، قراء حضرات کوثر و تسنیم سے دھلی زبانوں سے لاہوتی نغمات سماعتوں کی زینت کر چکے تھے، نعت خوانان شیریں لسان بارگاہ رسالت میں نذرانہ عقیدت پیش کر چکے تھے اور مقررین اپنے اپنے موضوع کے حساب سے خطابت کے جوہر دکھا چکے تھے، عین اس سے سٹیج سیکرٹری نے حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ کے سچے اور حقیقی جانشین، گلشن نوریہ کے امین، قاسم فیضان فقیہ اعظم، حضرت صاحبزادہ مفتی پیر محمد محب اللہ نوری قادری دامت برکاتہم العالیہ کو نعرہ ہائے تکبیر و رسالت کے

جلو میں مسند صدارت پر جلوہ افروز ہونے کی دعوت دی--- حضرت جانشین حضرت فقیہ اعظم کے مسند صدارت پر آتے ہی شیخ محمد اسلم اینڈ برادرز غلہ منڈی بصیر پور کی جانب سے (ان کی اہلیہ محترمہ اور بیٹے شیخ محمد نوید اسلم کے ایصال ثواب کے لیے) رکھے گئے عمرہ کے ٹکٹ کی قرعہ اندازی ہوئی--- جس میں شیخ ریاض احمد کا نام نکلا (یہ خوش نصیب ان شاء المولیٰ تعالیٰ جلد ہی زیارت حرمین شریفین کے لیے روانہ ہو جائیں گے)---

قرعہ اندازی کے بعد شجرہ عالیہ نوریہ قادریہ اور ختم شریف پڑھنے کی سعادت حضرت مولانا حافظ محمد اسد اللہ نوری نے حاصل کی--- ازاں بعد حضرت جانشین فقیہ اعظم دامت برکاتہم العالیہ نے وقت کی تنگ دامانی کی بنا پر نہایت مختصر مگر انتہائی مفکرانہ خطاب فرمایا--- انہوں نے پُر درد الفاظ میں شریعت مطہرہ کی پابندی کی پُر زور تلقین کی--- ازاں بعد آپ نے سلطنت خداداد پاکستان کی سلامتی، عالم اسلام کی سربلندی، حاضرین وزائرین اور جملہ اہل اسلام کے لیے خصوصاً رقت آمیز دعا فرمائی---

ان کیف آور اور نزول رحمت کی ساعتوں میں اجلاس کا پنڈال ایسے مبارک انسانوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا، جو تڑپتے دلوں اور مچلتے جذبوں سے عشق الٰہی اور محبت مصطفوی کی خیرات سمیٹ رہے تھے--- بھیگی پلکوں، گرتے آنسوؤں، لرزتی آوازوں اور رندھے لہجوں سے آمین کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں--- جانشین فقیہ اعظم حضرت صاحب زادہ محمد محبّ اللہ نوری دامت فیوضاتہم دعا کروا رہے تھے اور دعا کا ایک ایک جملہ ہر دل کی صدا بن گیا تھا--- لفظ لفظ اور حرف حرف مقام قبولیت کی جانب محو پرواز تھا--- ایک غیر مرئی قوت تھی، جس نے رات کے ابتدائی حصے سے لے کر اس سمے تک ہزاروں انسانوں کو اپنی گرفت میں لیے رکھا تھا اور اب جس وقت رحمت کی برکھا اپنے جوبن پر آئی تھی، دعا کے لیے ہاتھ اٹھے تھے، ہر انسان اپنے دل، دماغ اور جسم کی ہم آہنگی کے ساتھ اپنے خالق کی بارگاہ میں حضوری کا مزا لے رہا تھا---

یہ کیفیت وقت کو روک لینا چاہتی تھی، ان مقدس لمحوں کو طویل تر کر دینا چاہتی تھی تا کہ یہ روحانی مسرت سدا بہار ہو جائے، عطاء ربانی کی برسات برستی رہے اور عصیاں شعار بندے اپنے پروردگار کی رحمت کے دامن سے چمٹے رہیں، خطا کاروں کو اپنے دامن رفو کرنے اور داغ دھبے دھونے کا موقع ملتا رہے---

عرس و اجلاس کی اختتامی نشست کے یہ لمحات اس قدر شیریں کیوں ہو گئے تھے، کس چیز نے ان میں رس گھول دیا تھا، یہ کس نے سحر کر دیا تھا کہ ہر فرد اپنے آپ سے بے خبر و بے خود ہو گیا تھا؟ کیا یہ صاحب عرس کی فیض رسانی کا اثر تھا یا دار العلوم حنفیہ فریدیہ کے علمی و روحانی پس منظر

اور طریقت و عرفان کے ماحول کی اثر انگیزی کا نتیجہ تھا یا پھر صدر نشین مجلس جانشین فقیہ اعظم حضرت صاحب زادہ محمد محب اللہ نوری مدظلہ کے خطاب کی دلآویزی اور دعا کی اثر آفرینی تھی، جس نے دل کے تاروں کو نور ازلی کی معرفت اور رحمۃ للعالمین ﷺ کی محبت کا نغمہ الاپنے پر مجبور کر دیا تھا--- یقیناً ان تینوں میں سے ہر ایک پہلو معرفت الٰہی کا سبق پڑھاتا ہے اور پیارے آقا ﷺ کی غلامی پر مجبور کر دینے کی بھرپور تاثیر رکھتا ہے اور جہاں یہ تینوں اسباب موجود ہوں، وہاں قلوب کی تطہیر کا عمل جاری ہونے میں کیا رکاوٹ ہو سکتی ہے، مادیت کی آلودگیوں، تاریکیوں اور ظلمتوں کے چھٹنے میں کیسے دیر ہو سکتی ہے؟--- منزلیں خود آگے بڑھ کر کیوں نہ استقبال کریں اور مسافر کی دل جوئی کریں--- آقا و مولا کی کرم نوازیوں کی مرہم زخمیوں کو نوید صحت کیوں نہ دے؟---

القصہ رات کے تقریباً ساڑھے چار بجے یہ ایمان افروز محفل بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوئی---

ان دو روزہ پروگراموں میں نقابت کے فرائض مولانا محمد انعام اللہ اشرفی (ملتان)، مولانا عطاء محمد گولڑوی (لاہور)، مولانا قاری محمد اسلم نوری (لاہور) اور راقم الحروف حافظ محمد فیض النعیم اشرفی (اُنتالی شریف) نے ادا کیے---

متفرقات

❁...... بزرگان دین کے اعراس، انتظامیہ کی جہالت کی وجہ سے میلوں، ٹھیلوں کا روپ دھار چکے ہیں، جس سے مخالفین کو مسلک اہل سنت کو بدنام کرنے کا موقع ملتا ہے مگر عرس فقیہ اعظم دیکھ کر مخالف بھی اعتراف پر مجبور ہوتا ہے کہ عرسوں کا انعقاد، تبلیغ دین کا بہترین ذریعہ ہے---

❁...... عرس و اجلاس کی تقریبات میں دار العلوم کے مین روڈ پر واقع مین گیٹ "باب فقیہ اعظم" کی اہمیت و افادیت کو ہر زائر نے محسوس کیا اور اسے بنظر استحسان دیکھا---

❁...... لنگر کے انتظامات استاذ الحفاظ والقراء محترم جناب قاری بشیر احمد شاکر نوری (مہتمم دار العلوم جامعہ حنفیہ تعلیم القرآن عارف والا) کی زیر قیادت مدرسین و طلباء شعبہ حفظ القرآن دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف نے ان تھک محنت سے سرانجام دیے اور حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز سے سچی محبت کا اظہار کیا--- حاجی خدا بخش نوری، چودھری محمد حیات نوری، حاجی محمد یار، حاجی نیاز احمد نوری اور مولوی محمد حسن نوری وغیرہم نے ان کی بھرپور معاونت کی---

❁...... حافظ عبد الرشید نوری، حاجی محمد اقبال نوری اور ظہور احمد نوری نے لائیٹنگ کا وسیع اہتمام کر کے اپنے شیخ سے سچی عقیدت کا ثبوت دیا---

❁...... حاضرین کے لیے ناشتے کے انتظام میں حسب سابق شیخ محمد سردار نوری مرحوم کے صاحبزادے شیخ محمد نصر اللہ نوری (نوری بیکرز، بصیر پور) نے حصہ لیا---

❁...... حاجی ممتاز احمد نوری، غلام مرتضیٰ نوری اور فیاض احمد نوری کی قیادت میں جوانوں کا وہ لشکر بھی قابل تحسین ہے جنہوں نے سیکورٹی کے فرائض نبھائے---

❁...... ملک میں سیکورٹی کی مخدوش صورت حال کی وجہ سے ذاتی سیکورٹی کا بھی اہتمام کیا گیا تھا، سعید یوسف، نوید یوسف، محمد نجم اور محمد راشد نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر سیکورٹی کے فرائض بڑی خوب صورتی کے ساتھ نبھائے---

❁...... مولانا حافظ محمد نوری، مولانا ریاض احمد نوری اور دیگر اراکین بزم غلامان فقیہ اعظم قصور، مولانا حافظ محمد یوسف نوری، قاری محمد علی نوری اور بزم فقیہ اعظم راجوال کے دیگر اراکین اور انجمن غلامان فقیہ اعظم بصیر پور نے انتہائی دیدہ زیب اور خوب صورت اشتہار، اسٹیکرز اور بینرز پرنٹ کروا کر حضرت فقیہ اعظم سے اپنی عقیدت کا ثبوت پیش کیا---

❁...... سال گزشتہ کی طرح اس بار بھی عرس و اجلاس کا دو روزہ پروگرام اول تا آخر بذریعہ انٹرنیٹ پوری دنیا میں سنا گیا، اس کو حافظ عمر حسین نوری (لاہور) نے آن ایئر کیا---

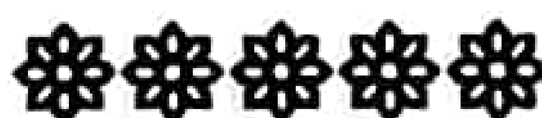
❁...... آواز کو سامعین تک پہنچانے کے لیے اس دفعہ ساؤنڈ سسٹم انتہائی کامیاب رہا، اس حسن کارکردگی کا سہرا مولانا محمد اکرم نوری کو جاتا ہے، جنہوں نے ان تھک محنت کر کے شفیع ساؤنڈز (حویلی لکھا) کے تعاون سے یہ سہولت بہم پہنچانے کی سعادت حاصل کی---

❁...... انتظامات کے لیے تمام کمیٹیوں کی نگرانی کی ذمہ داری صاحبزادہ محمد فیض المصطفیٰ نوری نے بڑے احسن انداز میں نبھائی---

عرس مبارک کی رپورٹ کے اختتام پر میں ایک دفعہ پھر دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف اور اس کے ذیلی اداروں کے ان کارکنوں کو خراج عقیدت پیش کرتا ہوں جو عرس سراپا قدس کی کامیابی کے لیے ان تھک اور مسلسل محنت کرتے رہے، مہمانان گرامی کی خاطر مدارت کے لیے اپنی بہترین صلاحیتیں پیش کیں اور حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کے عرس پاک میں شامل ہونے والے اہل محبت کی خدمت کو اپنے لیے سرمایہ سعادت خیال کیا---

آخر میں بارگاہ صمدیت میں دعا ہے کہ وہ اپنے حبیب لبیب ﷺ کے توسل و تصدق سے اس آستانِ نور اور اس مرکز علم و عرفان دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف کو تا ابد الآباد قائم و دائم رکھے اور حضرت جانشین فقیہ اعظم قبلہ صاحبزادہ مفتی محمد محب اللہ نوری قادری دامت برکاتہم العالیہ کا سایہ غلامان و خادمان فقیہ اعظم پر تا دیر سلامت رکھے---

آمین بجاہ سید المرسلین و بحق طٰهٰ و یٰس ﷺ



کتابوں کی دنیا

دوسری قسط

تیرھویں صدی ھجری کے مشاھیر کا

اہم عربی تذکرہ

عبدالحق انصاری

مندرجات کتاب

حلیۃ البشر ہمارے ہاں کم یاب کتب میں سے ہے اور پھر اردو قارئین کے لیے تو یہ ایک خواب ٹھہری، لہٰذا یہاں اس کے مندرجات کا عمومی تعارف پیش ہے، تا کہ کتاب کا موضوع اور تیرہویں صدی ہجری کی اسلامی دنیا کا کسی قدر خاکہ ذہن میں ابھر سکے:

- حلب کے حنفی عالم و شیخ المحدثین شیخ سعید بن حسن نزیل دمشق (وفات ۱۲۵۹ھ) کے حالات میں ہے کہ ماہِ رمضان میں قرآنِ مجید کے ساٹھ ختم کیا کرتے۔
- دمشق کے شافعی عالم و نقشبندی مرشد شیخ محمد بن محمد خانی (وفات ۱۳۱۶ھ) کے بارے ہے کہ پانچ برس کی عمر میں قرآنِ مجید ختم کیا اور اسی برس برکۃ العصر محدث شیخ عبدالرحمٰن کزبری سے دلائل الخیرات کا کچھ حصہ پڑھ کر اجازت پائی۔
- جامعہ ازہر قاہرہ یونی ورسٹی کے وائس چانسلر شیخ ابراہیم بن محمد باجوری (وفات ۱۲۷۶ھ)، تفسیر امام رازی کا درس دیا کرتے، جس میں یونی ورسٹی کے اکابرین حاضر ہوتے، لیکن

بڑھاپا و جسمانی ضعف کے باعث اسے مکمل نہیں کر پائے۔

- مفتی اعظم شام و فقیہ حنفی شیخ سید محمود بن نسیب حمزہ (وفات ۱۳۰۵ھ) نے قرآنِ مجید کی غیر منقوط تفسیر ''در الاسرار'' لکھی۔
- حمص کے شافعی عالم شیخ امین بن محمد جندی (وفات ۱۲۵۶ھ) کے حالات میں ہے کہ حاکم کی ہجو لکھنے پر قید کیے گئے، جس دوران نبی ﷺ سے استغاثہ پر مبنی نعتیہ قصیدہ موزوں کیا، جس کی برکت سے رہائی پائی۔ اٹھاسی اشعار پر مشتمل یہ قصیدہ حلیۃ البشر میں درج ہے۔
- بغداد کے عالم شیخ سید اسماعیل برزنجی کے بارے ہے کہ بکثرت حج کیے اور بارہا خیر الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کے روضہ اقدس پر حاضر ہوئے، نیز اپنے مرشد مولانا خالد کردی کے مزار کی زیارت کے ارادہ سے دمشق کے سفر کیے۔
- دمشق کے حنفی عالم شیخ مصطفیٰ زین الدین ابوالبرکات بن محمد ایوبی رحمتی (وفات ۱۲۰۵ھ) محبت رسول ﷺ میں مستغرق تھے، ایک روز اپنے پورے گھرانہ کو ساتھ لیے مدینہ منورہ کی راہ لی، جہاں کئی ماہ مقیم رہے۔ اہلِ حجاز میں قطبِ شام کے طور پر مشہور ہوئے اور انھوں نے آپ سے خوب استفادہ کیا۔ عثمانی خلیفہ کی خواہش پر مقامِ مصطفیٰ ﷺ کے بیان پر قاضی عیاض کی کتاب ''الشفاء'' کا درس روضہ اقدس کے بابِ وفود پر جاری تھا، آپ اس میں شریک رہے اور کتاب کے خاتمہ پر اس کی مدح میں نو اشعار کا قصیدہ موزوں کیا، جو حلیۃ البشر میں درج ہے، پہلا شعر یہ ہے:

کتاب جامع اشتات علم　　　　باوصاف النبی ھو الشفاء

- مدینہ منورہ کے شیخ سید زین العابدین بن جمل اللیل (وفات ۱۲۳۵ھ) کے حالات میں ہے کہ جب وہابیہ نجد نے حرمین شریفین پر قبضہ کر لیا تو مدینہ منورہ سے نکل کر بغداد پہنچے، جہاں کے علماء نے آمد کو نعمت گردانا۔ آپ علو الاسناد تھے، لہٰذا حصولِ علو کے لیے بغداد کے اجلہ علماء و طلبہ نے آپ سے صحیح بخاری پڑھی۔
- دمشق کے محدث و صوفی شیخ سید یوسف بن بدر الدین مغربی (وفات ۱۲۷۹ھ) نے شیخ سید امیر عبدالقادر الجزائری سے صحیح بخاری پڑھی، جس دن ختم کی تقریب منعقد ہوئی، آپ نے اس مناسبت سے قصیدہ ختم الصحیح البخاری پیش کیا، جو ان کے حالات میں درج ہے۔ نیز بتایا کہ شیخ یوسف مغربی کی سند حدیث بہت عالی تھی، جو قاضی جنات حضرت شمہورش رضی اللہ عنہ کے طریق پر نبی ﷺ سے متصل ہے۔ مصنف حلیۃ البشر نے ان سے روایت کی اجازت پائی۔

- مکہ مکرمہ کے حنفی عالم وصوفی کامل شیخ سید عبداللہ بن ابراہیم میرغنی محجوب (وفات ۱۲۰۷ھ) کے حالات میں ہے کہ مولانا سید محمد مرتضٰی بلگرامی ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو سلسلہ روایت حدیث وغیرہ کی اجازت واسناد طلب کیں۔ جواباً شیخ عبداللہ میرغنی نے فرمایا، میں ان سے مستغنی ہوں، اویسی الطریقہ ہوں اور رسول اللہ ﷺ سے اخذ کیا۔
- فلسطین کے مفتی صوفی کامل شیخ سید حسین بن سلیم دجانی ازہری (وفات ۱۲۷۴ھ) کے حالات میں ہے کہ نعت گو شاعر، باطنی وظاہری علوم کے ماہر اور شریعت وحقیقت کی نمایاں علامت تھے۔ انھوں نے دیگر انبیاء سیدنا ابراہیم خلیل علیہ السلام، سیدنا داؤد علیہ السلام وغیرہ کی نعت موزوں کی۔
- دمشق کے عالم ونقشبندی مرشد شیخ یوسف بن عمر بشناوی نابلسی (وفات ۱۲۶۳ھ) نے سیدنا یحیٰی علیہ السلام سے استغاثہ پر مبنی نعت لکھی، چند شعر حلیۃ البشر میں دیے گئے ہیں۔
- دمشق کے ہی حنبلی عالم ومسجد بنوامیہ کے مدرس شیخ حسین بن عمر شطی (وفات ۱۲۷۴ھ) کے حالات میں والدینِ مصطفٰی ﷺ بارے چند اشعار درج ہیں۔
- مسجد نبوی مدینہ منورہ کے ایک دروازہ کا نام بابِ مجیدی ہے، جو عثمانی خلیفہ سلطان عبدالمجید خان بن سلطان محمود خان (وفات ۱۲۷۷ھ) سے منسوب ہے، جن کے حالات ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔
- نقیب السادۃ الاشراف دمشق وحنفی عالم شیخ سید احمد بن سعید حمزہ عجلان (وفات ۱۲۷۷ھ) کے حالات میں ہے کہ حاکم شام نے بعض اکابرین کو جلاوطن کر کے قبرص بھیج دیا، جن میں آپ بھی شامل تھے، حتیٰ کہ وہیں پر غریب ومظلوم وفات پائی۔ مصنف حلیۃ البشر نے آخر میں لکھا، اہلِ بیت کے اکثر افراد کے ساتھ ہمیشہ ایسا ہی ہوتا رہا اور انھیں ابتلاء کے مراحل سے گزرنا پڑا۔
- دمشق کے فقیہ حنفی شیخ سید محمد علاء الدین بن محمد امین عابدین (وفات ۱۳۰۶ھ) جنھوں نے والد گرامی کے حاشیہ درمختار کا تکملہ لکھا، ان کی نمازِ جنازہ بارے ہے کہ شہر کی مرکزی مسجد بنوامیہ میں ادا کی گئی، جس میں جم غفیر شریک ہوا بلکہ کہا جاسکتا ہے کہ ہر چھوٹے بڑے نے شرکت کی۔ اس موقع پر گلیوں میں لوگوں کا ایسا ہجوم اور آہ وبکا کے مناظر تھے کہ پہلے دیکھنے میں نہیں آئے۔
- دمشق کے حنفی عالم شیخ سید عبدالقادر بن درویش حمزہ (وفات ۱۲۷۹ھ) کے حالات، جنھوں نے مسئلہ فاتحہ خلفِ امام پر کتاب لکھی۔

- مصر کے شیخ محمد مصطفیٰ بن جاد (وفات ۱۲۰۲ھ)، جو خلوتی سلسلہ سے وابستہ اور کتابوں کی جلد بندی کے ذریعے گزر بسر کرتے۔ ان کا معمول تھا کہ گرمی وسردی، سفر وحضر میں اسم صفاتِ الٰہیہ ''لـــطیف'' کا بکثرت ورد کیا کرتے۔ چناں چہ دیکھنے میں آیا کہ اس اسم کے اسرار وروحانی پہلوان کی شخصیت پر نمایاں ہوئے، مزاج میں لطف وکرم، نفاست وپاکیزگی، محبت وشفقت کے اوصاف اجاگر ہوئے۔
- شام کے عالم ورفائی مرشد شیخ برهان الدین خزام بن علی صیادی (وفات ۱۲۰۹ھ) سے کسی بزرگ نے کہا، جو کوئی ہر ہفتہ کے روز فجر کی نماز حضرت اویس قرنی ﷛ کے مزار کے قریب چالیس ہفتوں تک مسلسل ادا کرے، اس کی حضرت خضر ؑ سے ملاقات ہوگی۔ آپ نے اس پر عمل کیا اور آخری ہفتہ نماز ادا کر کے باہر نکلے تو وہیں پر ملاقات ہوئی۔
- جامعہ ازہر قاہرہ کے استاذ شیخ محمد خشنی (وفات ۱۲۲۱ھ) کے حالات میں ہے کہ عمر کے آخری دور میں کئی ماہ بیمار و گھر تک محدود ہو گئے۔ تب اپنے ہاں آنے والوں سے شہر کے جلیل القدر ومعمر عالم شیخ سلیمان بن محمد بجیرمی کی خیریت دریافت کرتے اور کہا کرتے، جب تک وہ زندہ ہیں مجھے موت نہیں آسکتی، کیوں کہ مجھے خواب میں نبی ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی تھی، تب آپ ﷺ نے فرمایا، تم اپنے طبقہ کے افراد میں سب سے آخر میں وفات پاؤ گے۔ چناں چہ اب ہمارے طبقہ میں سے فقط شیخ بجیرمی ہی زندہ رہ گئے ہیں، اس لیے میں بار بار ان کی خیریت دریافت کرتا ہوں، گویا میری باری نہیں آئی۔ پھر کچھ ہی عرصہ بعد شیخ سلیمان بجیرمی نے قاہرہ سے باہر ایک گاؤں میں وفات پائی، جس کے تقریباً تین ماہ بعد شیخ محمد خشنی کا انتقال ہوا۔ شیخ بجیرمی کے حالات بھی حلیۃ البشر میں ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔
- بغداد کے شیخ عثمان بن عبد اللہ طحان موصلی (وفات ۱۳۴۱ھ) کے حالات میں ہے کہ سات برس سے بھی کم عمر میں یتیم اور بچپن میں نابینا ہو گئے، لیکن علم وفضل میں کمال پایا۔ قرآن مجید، صحیح بخاری اور سیرت مصطفویہ کے اہم واقعات حفظ تھے۔ موصل جا کر قراءت سیکھی۔ دیگر ممالک و دار الخلافہ استنبول کے علمی سفر کیے، حج وزیارت کے لیے گئے۔ رفاعی وقادری سلاسل سے وابستہ اور بغداد کے اہم مولود خواں تھے۔ لاتعداد اشعار حفظ نیز خود بھی نعت گو شاعر تھے، نعتیہ دیوان وغیرہ تصنیفات ہیں، نیز امام بوصیری کے نعتیہ قصیدہ لامیہ کی تخمیس موزوں کی۔ مصنف حلیۃ البشر سے ۱۳۰۶ھ کو استنبول میں ملاقات ہوئی۔
- الجزائر کے مالکی عالم وشاذلی مرشد کبیر شیخ سید محمد مبارک دلسی (وفات ۱۲۶۹ھ)، جو دمشق

ہجرت کر آئے، ان کے بارے لکھا ہے کہ بکثرت لوگوں سے سننے میں آیا کہ لاتعداد جنات ان کے شاگرد ہوئے نیز ہدایت پائی۔

- مصر کے عالم و ادیب و شاعر شیخ حسن بن علی قویدر ازہری خلیلی (وفات ۱۲۶۲ھ) کے حالات میں ہے کہ مشہور شاعر محمود ساعاتی نے خواب میں دیکھا کہ آپ وفات پا گئے ہیں۔ بیدار ہونے پر اس مناسبت سے تاریخی جملہ "رحمة اللّٰه علٰی حسن قویدر" موزوں کیا۔ تین دن بعد فی الواقع وفات پائی تو یہی جملہ ان کا سن وفات بنا۔
- تفسیر جلالین کے محشی قاہرہ کے شیخ سلیمان بن عمر الجمل (وفات ۱۲۰۴ھ) کے بارے ہے کہ محدث وفقیہ نیز خلوتی سلسلہ کے مرشد تھے۔ دیگر مشاغل کے علاوہ مزار سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہ کے احاطہ میں سیرت، حدیث، تفسیر وفقہ کی اہم کتب کا درس دیا کرتے، جس میں اکابرین حاضر ہوتے۔ علماء و اولیاء کی زیارت کے لیے بکثرت سفر کیے، شادی کی نوبت نہیں آئی۔
- حلب کے شیخ سید عبد القادر بن تقی الدین قدسی (وفات ۱۳۰۹ھ)، جو عربی کے علاوہ ترکی و فارسی زبانوں کے عظیم ماہر تھے، انھوں نے رفاعی سلسلہ کے سرتاج شیخ سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عربی کتب کو ترکی زبان میں منتقل کیا۔
- بغداد کے فقیہ حنفی شیخ محمد الجدید (وفات ۱۲۴۶ھ)، نقشبندی مجددی خالدی سلسلہ کے مرشد تھے۔ ان کا اصول و معمول تھا کہ جب کسی کو خلافت عطا کرتے تو ساتھ ہی حکم دیتے کہ یہ ذمہ داری طبقہ علماء کے علاوہ آگے کسی کو نہ سونپی جائے اور یہی ان کے مرشد مولانا خالد کردی کا اصول تھا۔
- دمشق کے حنفی عالم شیخ مصطفیٰ بن عبد الجلیل عمری (وفات ۱۲۶۵ھ) کے بارے لکھا کہ اپنے دور کے ابدال میں سے تھے۔
- قادری مرشد و حلب کے حنفی عالم شیخ منصور بن مصطفیٰ سرمینی (وفات ۱۲۰۷ھ) کا معمول تھا کہ اپنی قائم کردہ خانقاہ میں ہر برس چالیس دن کے لیے خلوت اختیار کرتے۔
- حلب کے محدث و قادری مرشد، مسجد بنوامیہ دمشق کے مدرس شیخ اسماعیل ابوالمواہب بن محمد مواھبی (وفات ۱۲۱۸ھ) کے تذکرہ میں ہے کہ ہر سال بہت سے ارادت مندوں کے ساتھ دمشق کے مقام صالحیہ میں چالیس دن کی خلوت اختیار کرتے۔
- دمشق کے عالم و صوفی شیخ عمر بن عبد القادر تغلبی (وفات ۱۲۱۵ھ) کے حالات میں ہے کہ صاحب کشف و کرامات نیز امور غیبیہ پر مطلع کرتے، ان سے جم غفیر فیض یاب ہوا۔

- حلب کے شافعی عالم وصوفی شیخ اسماعیل بن عبدالجواد کیالی سرمینی (وفات ۱۲۳۰ھ تقریباً) کے بارے ہے کہ ۱۲۰۰ھ کو ان پر جذب کی کیفیت طاری ہوگئی، جس دوران میں بکثرت کرامات ظاہر ہوئیں اور اخباراتِ غیبیہ پر مطلع کیا۔ ان پر نظر پڑتے ہی لوگ بے ساختہ اللہ کا ذکر کرنے لگتے۔ بے شک اہل اللہ کی علامت ہے کہ انسان جب انھیں دیکھتا ہے تو اللہ کی یاد غالب آتی ہے۔
- مصر کے فقیہ شافعی و مربی الفقراء و المریدین شیخ سید عبد الجواد بن عبد اللطیف قایاتی (وفات ۱۲۸۷ھ) بارے ہے کہ والد گرامی کے پہلو میں دفن کیے گئے، جہاں عظیم الشان مزار تعمیر ہے اور ہر سال دونوں اہل اللہ کا عرس بڑے اہتمام سے منایا جاتا ہے، جس میں خاص وعام کا ہجوم اور برکات وفیوض کی کیفیت نمایاں ہوتی ہے۔
- صاحبِ کرامات مجذوب شیخ حسن ھابط (وفات ۱۲۷۶ھ) کے احوال میں ہے کہ گھر چھوڑ کر ایک میدان میں منتقل ہوگئے، جس میں شہداء کی قدیم قبور تھیں، جہاں مختلف ادوار میں لوگوں نے کھدائی کی تو شہداء کے جسد بلکہ ان کے ساتھ دفن تلوار وغیرہ اسلحہ جوں کا توں پایا۔ کوئی انسان دن یا رات کو قبور کے پاس سے گزرتا تو اسے روحانی سرور حاصل ہوتا۔ یہاں رات کو اکابر مجاذیب شیخ حسن ھابط کی مجلس میں جمع ہوا کرتے۔
- مصنف حلیة البشر کے والد شیخ حسن بن ابراہیم بیطار (وفات ۱۲۷۲ھ) کے حالات میں ہے کہ درود مشیشیہ ان کے یومیہ اوراد میں شامل تھا اور جب مکہ مکرمہ حاضر ہوئے تو وہاں کے عالم شیخ عبدالرسول سے اخذ کیا۔
- نقشبندی مجددی خالدی سلسلہ کے سرتاج مولانا خالد بن احمد کردی کو صاحبِ حلیة البشر نے تیرہویں صدی ہجری کے مجدد بتایا۔ الفاظ یہ ہیں:

المرشد الکامل اوحد الزمان و قطب العصر و الآوان مولانا خالد النقشبندی مجدد القرن الثالث عشر ---[صفحہ ۱۰۳]

دوسرے مقام پر آپ کے حالات درج کیے تو بتایا کہ آپ دمشق میں واقع اسی قبر میں دفن کیے گئے، جو خود تیار کرائی۔ بعد ازاں عثمانی خلیفہ سلطان عبدالمجید خان نے اس پر خوب صورت گنبد، لنگر خانہ، سبیل، زائرین کی قیام گاہ نیز مسجد تعمیر کرائی۔

- دمشق کے عالم و قاضی القضاۃ شیخ سید حسین خوجہ زادہ (وفات ۱۲۵۴ھ) بارے ہے کہ انھوں نے وصیت کی تھی کہ مجھے صحابی جلیل سیدنا بلالِ حبشی رضی اللہ عنہ کے پہلو میں دفن کیا جائے،

وصیت پر عمل کیا گیا۔

- دمشق کے عالم وقادری مرشد شیخ ظبیان بن یوسف (وفات ۱۲۸۸ھ) نے اپنے دفن کے لیے جگہ مختص کی، پھر وہیں پر سپردِ خاک کیے گئے۔
- مولانا سید محمد مرتضٰی بلگرامی نے قاہرہ میں سیدہ رقیہ بنت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مزار سے نزدیک اپنی قبر تیار کرائی، وہیں دفن کیے گئے۔
- دمشق کے حنفی عالم وعارف کامل شیخ عمر بن احمد مجتہد میدانی (وفات ۱۲۵۴ھ) نے وصیت کی کہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منسوب دو اشعار لکھوا کر میری قبر پر نصب کیے جائیں۔
- مکہ مکرمہ میں ادریسی شاذلی سلسلہ کے مرشدِ کبیر وعالم، صاحبِ کرامات شیخ سید ابراہیم بن صالح رشید (وفات ۱۲۹۱ھ) کے حالات میں ہے کہ قبرستان المعلیٰ میں دفن کیے گئے، جہاں محبین نے وسیع مزار تعمیر کرادیا۔
- شیخ عبدالرسول بخاری (وفات ۱۲۹۷ھ) نامی ایک حنفی عالم ونقشبندی سلسلہ کے مرشد و صاحبِ کرامات کے حالات درج ہیں، جو بخارا سے ہجرت کر کے دمشق آئے، جہاں خاص وعام کے محبوب ہوئے۔
- شیخ سید عبد القادر بن محی الدین الجزائری (وفات ۱۳۰۰ھ) جو استاذ العلماء قادری و نقشبندی وشاذلی سلاسل کے مرشد کبیر، امیر المجاہدین اور وطن الجزائر کو فرانسیسی استعمار سے آزاد کرانے کے لیے عملی جہاد میں امتِ مسلمہ کی قیادت انجام دی، ان کے حالات ۳۳ صفحات پر دیے گئے ہیں۔
- دمشق کے مالکی عالم وشاذلی مرشد شیخ طیب بن محمد مبارک دلسی الجزائری (وفات ۱۳۲۳ھ) کے حالات میں ہے کہ عارف باللہ شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تالیف ''الفتوحات المکیۃ'' کا قلمی نسخہ بخطِ مصنف ترکی کے شہر قونیہ میں محفوظ تھا۔ چناں چہ امیر سید عبدالقادر الجزائری نے ۱۲۸۷ھ کو دمشق کے دو علماء شیخ طیب الجزائری اور شیخ محمد بن مصطفیٰ طنطاوی نقشبندی مجددی (وفات ۱۳۰۶ھ) کو قلمی نسخہ کے ساتھ بطورِ خاص دمشق سے قونیہ بھیجا، جہاں انھوں نے نسخہ بخطِ مصنف سے تقابل وتصحیح انجام دی اور واپس لائے۔

مصنفِ حلیۃ البشر شیخ عبدالرزاق بیطار نے آگے لکھا کہ اگلے مرحلہ میں ہم سب نے امیر عبدالقادر الجزائری سے فتوحاتِ مکیہ یوں پڑھی کہ تصحیح شدہ نسخہ ان کے سامنے تھا اور درس کے دوران میں ہم نے اس کی مدد سے اپنے نسخوں کی تصحیح وتقابل کیا۔

- دمشق کے عالم وشاذلی مرشدِ کبیر وقطب شیخ سید تقی الدین بن عبد اللہ حنبلی ابی شعیر (وفات ۱۲۰۷ھ) آخر عمر میں جذب میں چلے گئے، تو فرمایا کرتے، جس کو فتوحات کی کوئی عبارت سمجھنے میں دقت ہو، وہ ہفتہ کے روز سورج نکلنے سے پہلے میری قبر پر آئے اور کتاب کا وہ حصہ پڑھے، تب اس پر عبارت کی تمام اشکال منکشف ہوں گی۔
- شیخ سید امیر عبد القادر الجزائری کے فرزند شیخ سید محی الدین حسنی (وفات ۱۳۳۶ھ)، جو مصنفِ حلیۃ البشر کے استاذ زادہ وگہرے دوست تھے، ان کے حالات بھی شاملِ کتاب ہیں، جن کی ذہانت وفطانت لائقِ توجہ ہے۔ وہ حافظ قرآن مجید نیز انواع علوم کی متعدد کتب کے متون اور بیس ہزار سے زائد اشعار حفظ تھے۔ والدِ گرامی نے اٹھارہ برس کی عمر میں تدریس کی باقاعدہ اجازت دے دی۔ خلافتِ عثمانیہ نے ۱۲۸۱ھ کو ایوارڈ پیش کیا، جب عمر محض بائیس برس تھی، پھر ۱۲۹۶ھ کو دوسری بار اور ۱۳۰۳ھ میں تیسرا ایوارڈ آپ کی نذر کیا۔ جب کہ ۱۳۰۰ھ کو جلیل القدر والد ومجاہد نے وفات پائی تو پچاس لیرہ ماہانہ وظیفہ بھی مقرر کیا، ادھر استعماری حکومت فرانس نے اس نوع کا مشاہرہ مقرر کرنا چاہا، جسے آپ نے مسترد کر دیا۔
- حمص کے شیخ عبد الحمید بن عبد الوہاب سباعی (وفات ۱۲۲۰ھ) کے تذکرہ میں ہے کہ خود تو شافعی المذہب تھے، لیکن عثمانی حکومت کی جانب سے شہر کے مفتیٔ احناف تعینات رہے۔ اس علاقہ میں شافعی وحنفی مذاہب پر عبور رکھنے والا آپ کے درجہ کا کوئی عالم نہ تھا۔

بعض علماء واولیاء کے حالات میں ان کی سادگی وانکسار، حشمت وطمطراق دونوں طرح کے واقعات پڑھنے کو ملتے ہیں:

- مصر کے حنفی عالم وخلوتی سلسلہ سے وابستہ عارف کامل شیخ محمد بن عبد الحافظ ابو ذاکر (وفات ۱۲۰۷ھ) بارے ہے کہ شادی نہیں کی، پھر ایک مرحلہ پر ان کی بینائی بھی جاتی رہی۔ زندگی کے اکیس برس اس کیفیت میں تنہا بسر کیے کہ کوئی عزیز ورشتہ دار یا خادم ان کے ساتھ سکونت پذیر نہ تھا۔ دوسروں سے خدمت کرانا پسند نہیں کرتے تھے۔ ان کے وسیع وعریض گھر کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا۔ بہت سے جانور بھیڑ، بکریاں، مرغیاں، بطخ، بلیاں وغیرہ پال رکھے تھے، جو گھر کے احاطہ میں کھلے پھرتے رہتے۔ اپنا کھانا خود تیار کرنے کے علاوہ کپڑے دھونا اور جانوروں کی خوراک وپانی کا اہتمام بھی کرتے۔ عوام میں مشہور تھا کہ جنات ان کی خدمت پر مامور ہیں۔ مصنف حلیۃ البشر نے آپ کے حالات ایک مصری مؤرخ کی کتاب سے اخذ کیے، جنھوں نے لکھا کہ جنات سے خدمت کا یہ واقعہ بعید از امکان نہیں،

کیوں کہ آپ اہل اللہ میں سے تھے۔ اسی کے ساتھ روحانی و مروّجہ علوم کے عظیم ماہر اور یہ آپ کے ذہن میں محفوظ تھے۔ ان علوم سے فیض یاب ہونے کے لیے دروازہ پر طلبہ و ارادت مندوں کا تانتا بندھا رہتا۔

- قاہرہ کے شافعی عالم و مشہور قاری و حافظ خلوتی مرشد شیخ عبد الرحمٰن اجھوری نحراوی ازہری (وفات ۱۲۱۰ھ) حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار پر ہر ہفتہ کی رات بھر محفل قراءت منعقد کرتے۔ ان کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ آٹے کا برتن سر پر اٹھائے تنور پر جاتے، جہاں قطار میں باری آنے اور روٹی تیار ہونے پر برتن اسی طرح اٹھائے گھر تشریف لاتے۔
- جامعہ ازہر سے وابستہ شافعی عالم و عقلی و نقلی علوم کے ماہر شیخ خلیل مدابغی (وفات ۱۲۳۲ھ) علم و فضل کے ساتھ سادگی و فقر میں مشہور تھے۔ مالی ضروریات پوری کرنے کے لیے کتابت کا پیشہ اپنایا۔ حکام کے دروازہ سے دور رہنے کے ساتھ انھیں اپنے ہاں آنے کی حوصلہ شکنی کرتے۔ لباس ایسا پہنتے کہ لوگوں کے اجتماع و ہجوم سے عام آدمی نظر آتے اور ان کی ظاہری حالت سے کسی کو اندازہ نہ ہوتا کہ اپنے دور کے جلیل القدر علماء میں سے ہیں۔
- دمشق کے شیخ سید حسن بن تقی الدین حصنی (وفات ۱۲۶۴ھ) کو حکومت نے مفتیٔ اعظم تعینات کیا۔ جب کسی سرکاری ادارہ میں تشریف لے جاتے تو مختلف انواع کے اسلحہ سے لیس چالیس جوانوں کا دستہ ہمراہ ہوتا اور مطلوبہ مقام پر اعلیٰ سرکاری محافظ دروازہ پر استقبال کے لیے موجود ہوتا، جو نشست گاہ تک پہنچاتا۔
- عثمانی خلیفہ سلطان عبد الحمید خان بن سلطان عبد المجید خان (وفات ۱۳۳۶ھ) کے دور میں سوڈان سے شیخ محمد بن احمد (وفات ۱۳۰۲ھ) ظاہر ہوئے، جن کے بارے ہے کہ قادریہ سمانیہ سلسلہ کے مرشد اور بکثرت مریدین تھے۔ انھوں نے مہدی منتظر اور بقولِ دیگر امام مہدی کے قائم مقام ہونے کا دعویٰ کیا، اپنے حامیوں اور قدیم اسلحہ کی مدد سے سوڈان و مصر کی آزادی کے لیے انگریزوں سے جنگ لڑی۔

مزید لکھا کہ ان کے دعویٔ مہدویت بارے اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ مہدی ہونے کا اعلان کیا، جب کہ دیگر کی رائے ہے کہ اظہارِ حق و اسلامی نظام کے نفاذ و سر بلندی اور انگریزوں کو ملک سے نکال باہر کرنے کے لیے امام مہدی کے قائم مقام ہونے کا دعویٰ کیا، جب کہ اکثر کی رائے یہ ہے کہ متقی و پرہیزگار شخصیت تھے، ان کے بارے دیگر منفی آراء بھی ملتی ہیں اور حقیقت حال تو اللہ ہی کے علم میں ہے۔

- والیٔ شام یوسف پاشا (وفات ۱۲۳۱ھ) کے حالات میں ہے کہ وہ حج و زیارت کے لیے گئے، جب مدینہ منورہ پہنچے تو وہاں پر قابض وہابیہ نجد نے روک لیا اور حج و زیارت کے بغیر واپس کیے گئے۔ اگلے برس شامی حجاج کے قافلہ کو پھر سے یہ فریضہ ادا کرنے سے روکا گیا۔
- ''الناس علی دین ملوکھم'' کی تشریح کرتے ہوئے ایک مقام پر لکھا، اس کہاوت کا سبب و بنیاد یہ ہے کہ ولید بن عبدالملک بن مروان عمارتوں کی تعمیر و تزیین سے لگاؤ رکھتے تھے، لہٰذا ان کے دورِ حکمرانی میں لوگوں کی توجہ اسی جانب رہی اور رعایا نے عمارتیں اور محلات بنانے میں کمال حاصل کیا۔ پھر ان کے بھائی سلیمان بن عبدالملک تخت نشین ہوئے، جو انواع و اقسام کے کھانے تیار اور بکثرت تناول کرنے میں مشہور ہوئے۔ چناں چہ ان کے دور میں رعایا ماکولات و تلذذ و شھوات میں منہمک ہوئی اور انھی افعال کو قابلِ فخر سمجھا جانے لگا۔

ان کے چچا زاد عمر بن عبدالعزیز بن مروان حکمران ہوئے، جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت، عدل کے قیام اور دین کی سربلندی کے کاموں میں مگن رہے، حتیٰ کہ خلفائے راشدین کی یاد تازہ کر دی۔ ان کے دور میں رعایا اطاعت و بھلائی کے کاموں کی جانب راغب ہوئی، تب کہا گیا:

''الناس علی دین ملوکھم''---

بے شک خلیفہ و حکمران ہی جملہ مسلمین کے لیے نمونہ ہوتے ہیں اور اکثریت ان کی اقتدا کی جانب چل پڑتی ہے۔

- مصنفِ حلیۃ البشر دمشق سے بیت المقدس کی زیارت کے لیے گئے تو فلسطین کے شہر یافا کے عالم جلیل و مرشد و صاحبِ کرامات شیخ ابوریاح سید عبدالقادر دجانی (وفات ۱۲۹۰ھ تقریباً) کے ہاں قیام کیا، جن کے حالات بھی درجِ کتاب کیے، جس میں لکھا کہ میرے قیام کے ایام میں ایک روز فجر کی نماز کے بعد خلافِ معمول وہ کہیں جانے کے لیے تیار ہونے لگے۔ جب دریافت کیا گیا تو فرمایا، آج رات قطب شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے میری ملاقات ہوئی، جنھوں نے حکم دیا کہ صبح میرے چند مہمان تمھارے ہاں آ رہے ہیں، ان کا اچھی طرح استقبال و ضیافت کرنا، لہٰذا میں انھی کے استقبال کے لیے جا رہا ہوں۔ چناں چہ یہ کہہ کر شیخ عبدالقادر دجانی گھر سے ریلوے اسٹیشن روانہ ہو گئے اور جب واپس آئے تو قادری سلسلہ سے وابستہ ہندوستانی باشندوں کا ایک قافلہ ان کے ہمراہ تھا۔

واقعات میں اغلاط

مصنف کی سال ہا سال کی کوشش و محنت کے باوجود اس میں بعض معمولی نوعیت کی اغلاط

رہ گئی ہیں۔ تاریخ وسوانح کی کتب میں بہر حال کچھ کمی رہ جاتی ہے، جس سے کتاب کی اہمیت و افادیت سے انکار ممکن نہیں۔ یہاں چند اغلاط کی نشان دہی کی جاتی ہے:

- مفتیٔ اعظم مصر شیخ ابراہیم بن محمد حریری کا سنہ وفات ۱۲۲۳ھ لکھا، جب کہ انھوں نے ۱۲۲۴ھ کو وفات پائی۔
- شیخ سعدی شیرازی کے حالات ونمونہ کلام دیے گئے اور ان کے فارسی دیوان کا نام بستان بتایا۔ سنہ ولادت درج نہیں اور بتایا کہ انھوں نے ۲۰۰ھ کے بعد شیراز میں وفات پائی، جب کہ وہ ساتویں صدی ہجری کے مشہور فارسی شاعر وصوفی کامل تھے۔
- حاکم درعیہ نجد سعود بن عبد العزیز (وفات ۱۲۲۹ھ) کے حالات میں ہے کہ انھوں نے ۱۲۲۸ھ کو مکہ مکرمہ ومدینہ منورہ پر قبضہ کیا، پھر مصری افواج نے ۱۲۲۷ھ میں انھیں نکال باہر کیا۔ یہاں ۱۲۲۸ھ کی جگہ ۱۲۲۰ھ ہونا چاہیے تھا۔
- نواب صدیق حسن خان بھوپالی کے حالات میں ہے کہ ۱۲۸۵ھ کو حج کے مناسک ادا کرنے کے بعد روضہ اقدس ﷺ نیز اہلِ بیت کے مزارات کی زیارت کے لیے مدینہ منورہ کا سفر کیا۔

مصنف حلیة البشر نے یہ بات شاید حسنِ ظن کی بنیاد پر لکھ دی، ورنہ حقیقت یہ تھی کہ نواب بھوپالی اور ان کے متبعین روضہ اقدس کی زیارت کے ارادہ سے سفر کرنے کے سرے سے قائل ہی نہیں۔ چناں چہ حج کے موقع پر مکہ مکرمہ سے ہی وطن واپس لوٹ آتے ہیں اور اگر مدینہ منورہ کا سفر کریں تو ان کی نیت وارادہ مسجد نبوی میں نماز پڑھنا ہوتا ہے، روضہ اقدس ومزارات اہلِ بیت کی زیارت نہیں۔ چناں چہ بھوپالی جماعت اور اس دور کے مشہور فقیہ حنفی مولانا محمد عبد الحی لکھنوی فرنگی محلی کے درمیان خاص اس مسئلہ پر سال ہا سال جدل برپا رہا اور جانبین نے اس موضوع پر متعدد مستقل کتب لکھیں، دوسری جانب سے بھوپالی کے معتمد محمد بشیر سھسوانی نے قلم اٹھایا۔

- امیر سید عبد القادر الجزائری حسنی کے حالات میں ان کا مکمل سلسلہ نسب درج کیا، دوسرے مقام پر ان کے فرزند سید محی الدین حسنی الجزائری کے حالات میں فقط اتنا لکھا کہ نسب سیدی عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے متصل ہوتا ہے، جو والد کے مندرجہ سلسلہ نسب سے مطابقت نہیں رکھتا۔
- مفتیٔ اعظم شام شیخ سید علی بن حسین مرادی نقشبندی مجددی (وفات ۱۲۶۸ھ) کے بارے میں ایک جگہ لکھا کہ ان کی ''وفات'' پر شیخ طاہر بن عمر خربوتلی مفتیٔ اعظم تعینات کیے گئے [صفحہ ۶۶۳] دوسرے مقام پر ہے کہ شیخ سید علی مرادی مفتیٔ اعظم کے منصب سے بیزار اور اس پر کام نہیں

کرنا چاہتے تھے، لہٰذا ۱۲۶۷ھ کو اپنی تعیناتی کے محض چند ماہ بعد بہ اصرار تمام استعفیٰ دیا، جو مصنف حلیۃ البشر کے والد کی حکام کے ہاں سعی سے قبول ہوا [صفحہ ۷۴۸ تا ۷۴۹] گویا وفات سے قبل منصب سے الگ ہو چکے تھے۔

- مولانا ابراہیم بن فیض اللہ سندھی مہاجر مدنی کے والد کا نام عبداللہ لکھا۔ [صفحہ ۱۹۹]
- یمن کے عالم وادیب سید محمد بن اسحاق کے حالات دو مقامات پر درج کر دیے گئے، جنھیں دو شخصیات خیال کیا گیا۔ [صفحہ ۱۲۰۵ تا ۱۲۰۶، ۱۲۲۵ تا ۱۲۲۶]
- مفتیٔ احناف بغداد شیخ سید عبید اللہ بن صبغۃ اللہ بن ابراہیم حیدری زادہ (وفات ۱۲۴۰ھ تقریباً) کے حالات یکے بعد دیگر دو بار درج ہیں۔ دوسرے مقام پر نام عبید اللہ بن عبید اللہ لکھا ہے۔ [صفحہ ۱۰۲۴ تا ۱۰۲۶]
- طائف کے عالم شیخ حسین بن نورعلی بن عبدالشکور حنفی (وفات ۱۲۰۶ھ) اور زبید میں دفن عالم شیخ حسین بن عبدالشکور مدنی (وفات ۱۲۰۰ھ) غالباً ایک ہی شخصیت ہیں، جن کے حالات قدرے اختلاف کے ساتھ دو مقامات پر آ گئے ہیں۔
- صاحب الحدائق الوردیۃ شیخ عبدالمجید بن محمد خانی کے حالات میں سنہ وفات ۱۳۱۵ھ لکھا۔ دوسرے مقام پر ان کے والد شیخ محمد بن محمد بن عبداللہ خانی کے احوال ہیں، جن کا سالِ وفات ۱۳۱۶ھ بتایا۔ گویا بیٹے نے والد سے قبل وفات پائی، لیکن یہ درست نہیں، یہاں والد کا سنہ وفات تو صحیح ہے، جب کہ بیٹے نے ۱۳۱۸ھ کو وفات پائی، جس پر دیگر تذکرہ نویس متفق ہیں۔ نیز حلیۃ البشر میں شیخ عبدالمجید خانی کے حالات کے بغور مطالعہ سے بھی یہی حقیقت منکشف ہوتی ہے۔
- جلد اوّل کے سرِورق پر سنہ اشاعت ۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۱ء درج ہے، جب کہ صفحہ ۳۹/ر سے واضح ہے کہ محقق نے مقدمہ کتاب ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۲ء کو لکھا۔
- جلد سوم کے سرِورق پر سنہ اشاعت ۱۳۸۳ھ/۱۹۶۳ء دیا گیا، جب کہ آخری صفحہ پر لکھا ہے کہ یہ جلد ۱۹۶۴ء میں طبع کی گئی۔

کتابت میں اغلاط

- "الشھیر" کو "الشھر" لکھا گیا۔ [صفحہ ۳۷]
- مفتیٔ اعظم مصر شیخ ابراہیم بن محمد حریری کے والد کا نام "محمود" لکھ دیا [صفحہ ۳۹] جب کہ حلیۃ البشر کے قلمی نسخہ، جس کا مزید ذکر آگے آ رہا ہے، اس میں نام درست تھا۔

[مخطوط، جلد ۱، صفحہ ۳۶]

- شیخ احمد بن عبداللہ سناری کے نام میں ''شاری'' لکھ دیا[صفحہ ۱۹۸] جب کہ فہرست کتاب میں درست لکھا۔[صفحہ ۶۱۷]
- مصر کے شیخ احمد حماقی کے نام میں ''حمامی'' لکھا[صفحہ ۲۸۱] جب کہ دوسرے مقام پر درست ہے۔[صفحہ ۱۴۱۱]
- مصر کے ہی شیخ عبدالعلیم فیومی[صفحہ ۸۵۵] کا نام دوسری جگہ ''عبدالحلیم'' لکھ دیا۔[صفحہ ۲۸۲]
- شیخ بہاء الدین بیطار کے حالات صفحہ ۳۸۰ پر ہیں، جب کہ فہرست عنوانات میں ''۴۸۰'' لکھا۔[صفحہ ۶۱۹]
- علامہ جمال الدین افغانی کے والد کا نام صفدر کی بجائے ''صفتر'' لکھا۔[صفحہ ۴۳۹]
- کتاب کی عمومی ترتیب کے برعکس دو مقامات پر رضی اللہ عنہ، رحمۃ اللہ علیہ کو مختصر لکھ دیا۔[صفحہ ۷۷۹، ۸۷۳]
- صفحہ ۸۳۸ کی بجائے فقط ''۳۸'' لکھا۔
- مدینہ منورہ کے عالم شیخ عبداللہ بن عبدالکریم خلیفتی کے نام میں ''خلیتی'' لکھ دیا۔[صفحہ ۱۰۲۰، ۱۱۷۸]
- حلب کے شیخ ابراہیم بخشی کے نام میں ''نجشی'' لکھا۔[صفحہ ۷۰۸]
- الخلیفی میں ''خ'' کی جگہ ''ح'' لکھی[صفحہ ۱۶۰، ۱۷۷، ۶۱۷] جب کہ مخطوط کی فہرست میں درست لکھا۔
- بنارس شہر کا نام ''نبارس'' لکھا۔[صفحہ ۱۲۰۲]
- دمشق کے شیخ محمود بن خلیل عظم کا سنِ وفات ۱۲۹۲ھ[صفحہ ۱۴۸۱] دوسرے مقام پر ''۱۳۹۲ھ'' لکھ دیا۔[صفحہ ۱۶۸۹]
- مصر کے شیخ مصطفیٰ بن احمد صاوی کا سن وفات ۱۲۱۶ھ[صفحہ ۱۵۵۱] دوسرے مقام پر ''۱۲۱۶ھ'' لکھ دیا۔[صفحہ ۱۶۸۹]
- صفحہ نمبر ۱۵۹۶ کی جگہ ''۱۹۵۶'' لکھا۔
- شیخ مصطفیٰ خیاط کا سنِ وفات ۱۲۰۳ھ کی بجائے ''۲۰۳ھ'' لکھ دیا۔[صفحہ ۱۶۸۹] دوسرے مقام پر درست ہے۔[صفحہ ۱۵۴۵]



تعلق بالمصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

قرآن وسنت کے آئینہ میں

اور

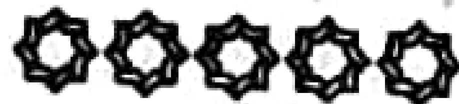
تذکرۂ فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد حسن علی قادری نوری

تعلق کا مادہ ع، ل، ق ہے، جس کا مفہوم عربی لغت کی کتابوں میں ہے، دل کا مائل ہونا، محبت کرنا، لٹکنا۔ [المنجد وغیرہ]

دین اسلام میں تعلق باللہ کے بعد ساری مخلوقِ خدا کے تعلقات سے بڑھ کر جس تعلق کو برتری اور فوقیت حاصل ہے، وہ تعلق بالمصطفیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تعلق کو اپنے تعلق کے ساتھ مربوط کر دیا ہے۔ اگر کوئی شخص دائرۂ اسلام میں داخل ہونے کا شرف حاصل کرنے کا خواہاں ہے تو اسے لاالٰہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ کہنا بھی لازم ہوگا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رسالت پر ایمان لائے بغیر توحید قابلِ قبول نہیں ہوگی۔ آیئے! ہم

- شیخ احمد بن عبداللہ سناری کے نام میں ''شاری'' لکھ دیا[صفحہ ۱۹۸] جب کہ فہرستِ کتاب میں درست لکھا۔[صفحہ ۶۱۷]
- مصر کے شیخ احمد حماقی کے نام میں ''حمامی'' لکھا[صفحہ ۲۸۱] جب کہ دوسرے مقام پر درست ہے۔[صفحہ ۱۴۱۱]
- مصر کے ہی شیخ عبدالعلیم فیومی[صفحہ ۸۵۵] کا نام دوسری جگہ ''عبدالحلیم'' لکھ دیا۔[صفحہ ۲۸۲]
- شیخ بہاء الدین بیطار کے حالات صفحہ ۳۸۰ پر ہیں، جب کہ فہرستِ عنوانات میں ''۴۸۰'' لکھا۔[صفحہ ۶۱۹]
- علامہ جمال الدین افغانی کے والد کا نام صفدر کی بجائے ''صفتر'' لکھا۔[صفحہ ۴۳۹]
- کتاب کی عمومی ترتیب کے برعکس دو مقامات پر رضی اللہ عنہ، رحمۃ اللہ علیہ کو مختصر لکھ دیا۔[صفحہ ۷۷۹، ۸۷۳]
- صفحہ ۸۳۸ کی بجائے فقط ''۳۸'' لکھا۔
- مدینہ منورہ کے عالم شیخ عبداللہ بن عبدالکریم خلیفتی کے نام میں ''خلیتی'' لکھ دیا۔[صفحہ ۱۰۲۰، ۱۱۷۸]
- حلب کے شیخ ابراہیم بخشی کے نام میں ''نجشی'' لکھا۔[صفحہ ۷۰۸]
- الخلیفی میں ''خ'' کی جگہ ''ح'' لکھی[صفحہ ۶۰۷، ۶۱۷] جب کہ مخطوط کی فہرست میں درست لکھا۔
- بنارس شہر کا نام ''نبارس'' لکھا۔[صفحہ ۲۰۲]
- دمشق کے شیخ محمود بن خلیل عظم کا سنِ وفات ۱۲۹۲ھ[صفحہ ۱۴۸۱] دوسرے مقام پر ''۱۳۹۲ھ'' لکھ دیا۔[صفحہ ۱۶۸۹]
- مصر کے شیخ مصطفیٰ بن احمد صاوی کا سن وفات ۱۲۱۶ھ[صفحہ ۱۵۵۱] دوسرے مقام پر ''۱۱۲۱۶ھ'' لکھ دیا۔[صفحہ ۱۶۸۹]
- صفحہ نمبر ۱۵۹۶ کی جگہ ''۱۹۵۶'' لکھا۔
- شیخ مصطفیٰ خیاط کا سنِ وفات ۱۲۰۳ھ کی بجائے ''۳۰۲ھ'' لکھ دیا۔[صفحہ ۱۶۸۹] دوسرے مقام پر درست ہے۔[صفحہ ۱۵۴۵]



اس دنیوی زندگی میں مختلف تعلقات پر نگاہ ڈالیں۔ تعلق استوار ہونے سے پہلے شناسائی، علیک سلیک، رابطہ، ملاقاتیں، جان پہچان، راہ ورسم، معاملات، انس، میلان، رغبت اور محبت کے مرحلوں گزرنا ہوتا ہے، تعلقات کی نوعیتیں مختلف ہوتی ہیں، مثلاً والدین سے تعلق، اولاد سے تعلق، گھربار سے تعلق، میاں بیوی کا آپس میں تعلق، رشتہ داروں سے تعلق، ہمسائیوں سے تعلق، اساتذہ سے تعلق، پیرومرشد سے تعلق، تلامذہ (Students) سے تعلق، مریدوں سے تعلق، ہم جماعتوں (Classfellows) سے تعلق، کاروباری تعلق، سیاسی اور سماجی تعلق، ہم پلہ یا ہم پیشہ لوگوں سے تعلق، خواص سے تعلق، عوام سے تعلق وغیرہ۔ بعض تعلقات، بعض تعلقات پر فوقیت رکھتے ہیں۔ مثلاً والدین، استاد یا مرشد کی وجہ سے بعض لوگوں سے تعلق توڑنا پڑتا ہے، اولاد کی خاطر بعض دفعہ رشتہ داروں سے تعلقات کشیدہ ہو جاتے ہیں۔ خدانخواستہ گھر کے افراد میں سے اگر کوئی فرد شدید بیمار ہو جائے تو ہنگامی حالت (Emergency) میں اپنا پیارا مکان بیچ کر علاج کروایا جاتا ہے، اپنی خون پسینے کی کمائی ہوئی دولت خرچ کر دی جاتی ہے۔ آیئے! غور کریں کہ قرآن مجید حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذاتِ اقدس کے ساتھ کس درجہ کے تعلق کا تقاضا (Demand) کرتا ہے۔

﴿قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَ اَبْنَآؤُکُمْ وَ اِخْوَانُکُمْ وَ اَزْوَاجُکُمْ وَ عَشِیْرَتُکُمْ وَ اَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَهَا وَ مَسٰکِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ۝﴾ --- [سورۃ التوبہ، پارہ ۱۰، آیت ۲۴]

''تم فرماؤ، اگر تمہارے ماں باپ اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کا مکان، یہ چیزیں اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو، یہاں تک کہ اللہ ﷻ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا'' --- [کنز الایمان]

اس آیہ مقدسہ میں اللہ ﷻ نے تعلق بالمصطفیٰ کو تعلق باللہ کے بعد اور جہاد فی سبیل اللہ سے پہلے رکھا اور اَحَبَّ اسم تفضیل کا آخری درجہ (Superlative degree) ہے۔

یعنی والدین، اولاد، بہن، بھائی، میاں، بیوی، خاندان اپنی محنت شاقہ سے کمایا ہوا مال تجارت (Buisness)، جس کے گھاٹے کا کھٹکا لگا رہتا ہے، پسندیدہ مکانات و محلات، غرضیکہ دنیا کی

ہر چیز سے زیادہ اللہ ﷻ اور پیارے مصطفیٰ ﷺ اور جہاد فی سبیل اللہ سے تعلق محبت زیادہ ضروری اور لازمی ہے، اگر اس تعلق میں کمزوری آ گئی تو امر الٰہی (عذابِ خداوندی) کا انتظار کرو۔

قرآن مجید کا مطالعہ کرنے سے یہ پتا چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تعلق بالمصطفیٰ کو اپنے تعلق (تعلق باللہ) کے ساتھ مربوط کر دیا ہے۔ بطور دلیل چند آیات کریمہ ملاحظہ فرمائیں:

① ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ﴾---

[سورہ نور، پارہ ۱۸، رکوع ۹]

"بے شک صاحب ایمان وہی تو ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے"---

② ﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ﴾---

[سورۃ الانفال، پارہ ۹، رکوع ۳]

"اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو"---

③ ﴿وَ یُطِیْعُوْنَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ﴾---[پارہ ۱۰، سورہ توبہ، رکوع ۹]

"اور وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں"---

④ ﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ﴾---[پارہ ۹، سورۃ الانفال، رکوع ۳]

"اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم مانو جب وہ تمہیں بلائیں"---

⑤ ﴿وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ یُدْخِلْہُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا وَ ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝ وَ مَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ وَ یَتَعَدَّ حُدُوْدَہٗ یُدْخِلْہُ نَارًا خَالِدًا فِیْھَا وَ لَہٗ عَذَابٌ مُّھِیْنٌ ۝﴾---[پارہ ۴، سورۃ النساء، رکوع ۲]

"جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی فرماں برداری کرے اللہ تعالیٰ اس کو باغات میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں، وہ ہمیشہ ان میں ہی رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔ اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے اور اس کی حدوں سے تجاوز کرے اللہ تعالیٰ اس کو (دوزخ) کی آگ میں داخل کرے گا، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لیے ذلت آمیز عذاب ہوگا"---

⑥ ﴿قَاتِلُوا الَّذِینَ لَا یُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَ لَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ لَا یُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَ رَسُولُهٗ﴾ ---[پارہ۱۰، سورۃ التوبہ، رکوع۴]

''ان لوگوں سے لڑو جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں لاتے اور حرام نہیں مانتے جسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے حرام قرار دیا''---

⑦ ﴿اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِ﴾ ---[پارہ۲۲، سورۃ الاحزاب، رکوع۵]

''اس پر اللہ نے انعام فرمایا اور اے نبی! آپ نے اس پر انعام فرمایا''---

⑧ ﴿قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُولِ﴾ ---[پارہ۹، سورۃ الانفال، پہلی آیت]

''تم فرماؤ، مال غنیمت کے مالک اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہیں''---[کنزالایمان]

⑨ ﴿وَ مَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُولُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ﴾ ---[پارہ۱۰، سورۃ التوبہ، رکوع۱۰]

''اور انہیں کیا برا لگا یہی نہ کہ اللہ اور رسول ﷺ نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا''---

⑩ ﴿سَیُؤْتِینَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ رَسُولُهٗ﴾ ---

[پارہ۱۰، سورۃ التوبہ، رکوع۷]

''اب دیتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اور اس کا رسول ﷺ''---

یہ عقیدہ شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ اللہ تعالیٰ خالق ہے اور حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ (افضل ترین) مخلوق ہیں، وہ مالک ہیں، آپ (بہترین) مملوک، آپ عابد ہیں، وہ معبود، آپ ساجد ہیں، وہ مسجود، وہ اللہ ہے، آپ رسول اللہ ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص عنایت سے اپنے محبوب ﷺ کو یہ اعزاز بخشا کہ تعلق بالمصطفیٰ کو تعلق باللہ سے منسلک کر دیا۔ ایک ذات خدا ہے، دوسری ذات مصطفیٰ ﷺ ہے۔ ذاتیں دو ہیں، لیکن تعلق ایمان ایک ہے، تعلق اطاعت ایک ہے، تعلق اجابت ایک ہے اور تعلق محبت ایک ہے۔

نبی پاک ﷺ کی نافرمانی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے، آپ کا کسی چیز کو حلال قرار دینا اللہ تعالیٰ کا حلال کر دینا ہے اور آپ کا حرام فرمانا اللہ تعالیٰ کا حرام فرمانا ہے۔ آپ کی عطا، عطائے الٰہی، آپ کی رضا، رضائے الٰہی، آپ کی فرماں برداری، اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری اور آپ کی ناراضی، اللہ تعالیٰ کی ناراضی ہے۔ بلکہ ۹ اور ۱۰ نمبر پر جن دو آیات کریمہ کا حوالہ دیا گیا ہے ان میں اللہ تعالیٰ

اور رسول اکرم ﷺ دونوں کے لیے واحد کی ضمیر لائی گئی ہے۔

مزید براں اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء، پارہ ۵، آیت ۸۰ میں اطاعت مصطفیٰ ہی کو اپنی اطاعت قرار دیا:

﴿مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾---

"جس نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی، بے شک اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی"---

تعلقات مختلف نوعیت کے ہوتے ہیں، چھوٹوں کے ساتھ تعلقات مشفقانہ، ہم عمروں اور ہم سروں کے ساتھ تعلقات دوستانہ اور برادرانہ، جب کہ بڑوں کے ساتھ تعلقات مودبانہ ہوتے ہیں۔ بڑوں میں بھی درجہ بندی ہوتی ہے، مثلاً بڑے بھائی یا سینئر کی بہ نسبت والدین کے ساتھ رویہ زیادہ مودبانہ ہوتا ہے، استاذ کے ساتھ نیازمندانہ گفتگو ہوتی ہے اور پیر و مرشد کے ساتھ عقیدت کا تعلق ہوتا ہے، دوستوں کے ساتھ بات کرتے ہوئے بعض اوقات بے تکلفی کا عنصر غالب آ جاتا ہے لیکن والدین کے سامنے اُف کہنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔

آیئے، غور فرمایئے، بارگاہ مصطفیٰ میں گفتگو کے آداب خود باری تعالیٰ نے سکھائے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ کی افضل ترین مخلوق کی بارگاہ میں ادب و عقیدت اپنے جوبن پر ہے اور یہاں ذرا سی بھی بے احتیاطی ناقبل معافی جرم ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۝﴾--- [سورۃ الحجرات، آیت ۲، پارہ ۲۶]

"اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی پاک ﷺ کی (مقدس) آواز سے بلند مت کرو اور نہ ہی آپ کے حضور چلا چلا کر (اس طرح) باتیں کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے چیخ چیخ کر باتیں کرتے ہو، کہیں تمھارے اعمال ضائع نہ ہو جائیں اور تمھیں شعور (بھی) نہ ہو"---

اس آیہ کریمہ سے ثابت ہوا کہ بارگاہ مصطفیٰ میں ذرا سی بے ادبی کا قطرہ اعمال صالحہ (نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، تبلیغ، تدریس، جہاد، ذکر و فکر، Welfare اور رفاہ عامہ کے کام وغیرہ) کی پکی ہوئی خوشبودار دیگ کو خراب اور برباد کر دیتا ہے، مزید براں شعور کی دولت سے بھی ایسا شخص

محروم ہو جاتا ہے۔ شعور ہو تو احساس زیاں بھی ہوتا ہے، جب شعور نہ ہو تو اعمال صالحہ کے اکارت جانے کا احساس کیسے ہوگا؟ جب احساس ہی نہ ہوگا تو معافی کیسے مانگے گا، نتیجۃً گستاخ رسول توبہ کی توفیق سے محروم ہو کر ہمیشہ کے لیے جہنم کا ایندھن بنے گا:

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ مے آید جنید رضی اللہ عنہ و بایزید رضی اللہ عنہ ایں جا

یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کو رسول اکرم ﷺ کے تعلق اتباع سے مشروط کر دیا:

﴿قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝﴾ --- [سورۃ آل عمران، آیت ۳۱، پارہ ۳]

"اے محبوب! تم فرما دو کہ لوگو! اگر اللہ تعالیٰ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرماں بردار ہو جاؤ، اللہ تعالیٰ تمھیں دوست رکھے گا اور تمھارے گناہ بخش دے گا اور اللہ ﷻ بخشنے والا مہربان ہے" ---

اس آیت پاک کے مفہوم سے واضح ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے تعلق محبت قائم کرنے کے لیے غلامیٔ رسول شرط ہے:

محمد ﷺ کی غلامی دینِ حق کی شرطِ اوّل ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

کتنی پر لطف بات ہے کہ پہلے دعویٰ تھا ﴿إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ﴾ "اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو" اس صورت میں بندہ محبّ اور اللہ تعالیٰ محبوب، لیکن اتباع مصطفیٰ کی سعادت حاصل کرنے کے بعد صورت حال بدل گئی اور ارشاد ہوا ﴿يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾ "اللہ جل شانہ تم سے محبت فرمائے گا"۔ اس صورت میں اللہ تعالیٰ محبّ اور بندہ محبوب۔

یہاں ایک اور نکتہ قابل غور ہے، پہلی صورت میں اللہ تعالیٰ سے محبت کا صرف دعویٰ تھا لیکن قبولیت کی کوئی گارنٹی نہ تھی، دوسری صورت میں جب اتباع مصطفیٰ کی سعادت نصیب ہوئی تو بارگاہ الٰہیہ سے تمغۂ محبوبیت مل گیا۔ اس ضمن میں ایک حدیث پاک ملاحظہ فرمایئے:

((عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَ وَلَدِهٖ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ)) ---

[بخاری، مسلم، مشکوٰۃ، ریاض الصالحین]

''حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، تم میں سے (اس وقت تک) کوئی مومن نہیں جب تک اس کے والدین، اس کی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ میں اس کو محبوب نہ ہو جاؤں''---

جنھیں تعلق نصیب ہو گیا

جن خوش نصیب ہستیوں کو تعلق بالمصطفیٰ کی دولت نصیب ہوئی وہ دوسروں سے ممتاز ہو گئے۔ وہ ابو بکر تھے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بن گئے، عمر تھے تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بن گئے، عثمان تھے تو ذوالنورین رضی اللہ عنہ بن گئے، علی تھے تو حیدر کرار رضی اللہ عنہ بن گئے، بلال حبشی تھے تو مؤذنِ رضی اللہ عنہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بن گئے۔ جنھوں نے تعلق بالمصطفیٰ میں سبقت کی سعادت حاصل کی وہ رضائے الٰہی کے حصول میں بھی سبقت لے گئے، بلکہ ان کے پیروکاروں کو بھی اس اعزاز سے نواز دیا گیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ﴾---[سورۃ توبہ، آیت ۱۰۰، پارہ ۱۱]

''اور اگلے پہلے مہاجرین اور انصار میں سے اور جنھوں نے احسان کے ساتھ ان کی پیروی کی، اللہ تعالیٰ ان پر راضی ہو گیا اور وہ اس پر راضی ہو گئے''---

صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور اولیائے کرام رضی اللہ عنہم کی مقدس زندگیاں مشعل راہ ہیں۔ امام اعظم، غوث اعظم، محدث اعظم، مفتی اعظم، فقیہ اعظم، خطیب اعظم، مفسر اعظم کی عظمتیں اسی تعلق کا نتیجہ ہیں۔ جنھوں نے تعلق بالمصطفیٰ حاصل کیا، ان کے ساتھ تعلق رکھنے والے بھی دنیا کے راہنما بن گئے:

ان کے جو غلام ہو گئے
وہ خلق کے امام ہو گئے

سیدنا غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی تعلق کی بنا پر ساری زندگی جہد مسلسل میں گزاری، پہلے وطن سے دور جا کر بغداد کی سرزمین پر اپنے وقت کے جید علماء سے علم دین حاصل کیا، ریاضت و مجاہدہ، ذکر و فکر اور روحانیت میں اعلیٰ مقام حاصل کیا، پھر باقی زندگی دین مصطفیٰ کی ترویج و اشاعت میں اس طرح گزاری کہ محی الدین (دین کو زندہ کرنے والے) لقب پایا۔ آپ سارا دن علوم دینیہ کی تدریس فرماتے، لوگوں کے دکھ درد میں شریک ہوتے، محتاجوں اور ضرورت مندوں کی مدد فرماتے اور ساری رات گوشہ تنہائی میں مصلّے پر گزارتے۔

علاوہ ازیں ہر ماہ کی گیارھویں تاریخ کو تعلق بالمصطفیٰ کا درس عام کرنے کے لیے ایک بہت بڑی محفل منعقد فرماتے، دور ونزدیک سے لوگ شریک ہوتے، ستر ہزار افراد تک لوگ شریک ہوتے۔ آپ کے وعظ شریں اور تقریر پر تاثیر سے متاثر ہو کر بے شمار لوگ اپنے گناہوں سے تائب ہوتے، بعد میں لنگر عام ہوتا۔ تقریباً ساڑھے نوصدیاں گزرنے کے باوجود آج بھی گھر گھر گیارھویں شریف منعقد کی جاتی ہے۔ یہ تعلق بالمصطفیٰ کی برکت ہی تو ہے کہ آپ کے پیروکاروں میں بے شمار ولی، غوث، قطب اور ابدال بنے۔ جید علماء، اتقیاء اور فقہاء پیدا ہوئے۔

سیدی فقیہ اعظم

اس کہکشانِ ولایت کے ایک درخشندہ اختر، تقویٰ اور ورع کے پیکر، صاحب فکر و تدبر، علم و حکمت کے سمندر، تحقیق و اجتہاد کے شناور، استخراج و استنباط کے ماہر، تدریس و افتاء کے رہبر، اعلم العلماء، افقہ الفقہاء، زبدۃ الاتقیاء، عاشق و متبع سنت مصطفیٰ، داعی مسلک بوحنیفہ و رضا، صاحب جود و سخا، الحاج پیر مفتی فقیہ اعظم ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی قادری قدس سرہ العزیز بانی مرکزی دارالعلوم جامعہ حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف ہیں۔

آپ مورخہ ۱۶؍ رجب المرجب ۱۳۳۲ھ، بمطابق ۱۰؍ جون ۱۹۱۴ء کو بمقام سوجے کے تحصیل دیپال پور ضلع اوکاڑا میں جلوہ گر ہوئے، چوں کہ آپ کی Family (فیملی) میں اس وقت کوئی چھوٹا بچہ نہ تھا، اس پر مستزاد یہ کہ آپ کی ولادت باسعادت سے قبل ہی مبشرات کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا، اس لیے آپ کی آمد پر پورے خاندان میں مسرت و انبساط کی لہر دوڑ گئی۔

سنت مصطفیٰ کے مطابق آپ کے کانوں میں پیغام توحید و رسالت بصورت اذان سنایا گیا اور آپ کے دادا جان جد العلماء والفقہاء حضرت مولانا احمد دین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دست اقدس سے اپنے نومولود پوتے اور اپنے فرزند دل بند زینت العلماء حضرت مولانا ابوالنور محمد صدیق چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے لخت جگر کے دہن میں گھٹی ڈالی، چناں چہ تعلق بالمصطفیٰ اس نومولود کی گھٹی میں ہی موجود تھا، جو آنے والے وقتوں میں فزوں تر ہوتا گیا۔ ساتویں دن آپ کے عقیقہ کی موقع پر دو مینڈھے ذبح کر کے سنت مستحبہ کی ادئیگی کی گئی۔

آپ کے بزرگوں کا عقیدہ تھا کہ ''حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ عزوجل کے نور ہیں، اس لیے آپ کا اسم گرامی ''محمد نور اللہ'' رکھا گیا۔ چار سال چار ماہ اور چار دن کی عمر میں جد امجد نے آپ کو بسم اللہ کرائی، جس سے آپ کی تعلیم کا باقاعدہ آغاز ہو گیا، ابتدائی تعلیم آپ نے اپنے

گھر میں ہی حاصل کی۔ چوں کہ آپ کے گھر کا ماحول علمی اور روحانی تھا، اس لیے آپ صغرسنی (In the childhood) سے ہی نماز اور دیگر احکام شرعیہ کے بہت پابند تھے، تقویٰ و پرہیز گاری آپ کا اوڑھنا بچھونا تھا، کسی غیر مسلم سے تو کجا کسی فاسق سے بھی کبھی دوستی نہیں کی۔ بدعقیدگی اور بدعملی سے سخت نفرت تھی، یہاں تک کہ جب آپ گورنمنٹ سکول (.Govt school) تشریف لے گئے تو ٹیچر Teacher داڑھی منڈواتے تھے تو آپ نے شاگردی اختیار کرنا پسند نہ فرمایا اور گھر واپس چلے آئے:

ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات

آپ کو اعلیٰ تعلیم کے لیے اس دور کے معروف متبحر علامہ، بدر المدرسین، استاذ الاساتذہ، حضرت مولانا فتح محمد جیبوی چشتی بہاول نگری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس داخل کروا دیا گیا، جہاں آپ نے بڑی جاں فشانی سے علوم نقلیہ وعقلیہ پر عبور حاصل کیا۔

دورۂ حدیث کرنے کے لیے آپ نے امام المدرسین، سند المحدثین بحر العلوم والفنون، بقیۃ السلف، حجۃ الخلف، ابو محمد سید دیدار علی شاہ محدث الوری قدس سرہ العزیز اور ان کے نامور فرزند مفتی اعظم، افضل العلماء، شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ سید ابو البرکات احمد شاہ قدس سرہ العزیز کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔ استاذ محترم کی نظر میں آپ کا مقام اتنا بلند تھا کہ محدث الوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے تلامذہ سے فرماتے:

"تم تو ان مولانا کے طفیل اس سال دورہ پڑھ رہے ہو"---

بعد از فراغت حضرت محدث الوری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو "ابو الخیر" کی کنیت عطا فرمائی، جس کی لاج رکھتے ہوئے آپ نے پوری زندگی علم دین کی خیرات دل کھول کر بانٹی۔ حضرت علامہ ابو البرکات سید احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو "فقیہ اعظم" کے لقب سے نوازا۔ آپ نے صحیح معنوں میں فقیہ اعظم بن کر چار دانگ عالم میں اپنی فقاہت وثقاہت کا لوہا منوایا۔

آپ کے والد گرامی حضرت خواجہ خواجگان قطب عالم خواجہ جان محمد تونسوی چشتی انتالوی قدس سرہ العزیز کے دست حق پرست پر بیعت تھے اور قطب عالم کی شفقتوں کا سایہ حضور سیدی فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر بھی بے پناہ تھا۔ علاوہ ازیں آپ نے صدر الافاضل، فخر الاماثل، مفسر قرآن، صاحب خزائن العرفان، حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو کر سلوک کی بقیہ منازل طے کیں۔

عملی زندگی کا آغاز

آپ نے باقاعدہ طور پر دیپال پور کے نواحی گاؤں فرید پور میں مرکزی دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کی بنیاد رکھی، جو بعد میں آپ نے بصیر پور شریف منتقل فرمایا۔ یہ علاقہ علمی اعتبار سے پس ماندہ (Backward) تھا، لیکن فیضان فقیہ اعظم سے بصیر پور شریف بین الاقوامی (International) طور پر متعارف ہوا اور تشنگان علم دور دراز سے علم کی خیرات حاصل کرنے کے لیے دارالعلوم میں داخلہ لینے لگے۔

مرکزی دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کی تعمیر و ترقی میں نہ صرف یہ کہ آپ نے اپنے آپ کو وقف فرمایا بلکہ آپ نے اپنے پورے گھرانے اور احباب کو اس کار خیر میں شامل فرمایا۔ ابتدائی عشروں میں کھانا بھی آپ کے گھر سے منگوا کر طلبہ کو کھلایا جاتا تھا، نیز طلبہ کی رہائش، علاج معالجہ اور دیگر سہولیات پر بھی خصوصی توجہ دی جاتی تھی۔

﴿وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ﴾ ''اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈر سنایئے'' کے تحت سنت مصطفیٰ پر عمل کرتے ہوئے آپ نے اپنے بھائیوں، بھتیجوں، بھانجوں اور قریبی رشتہ داروں کو زیور تعلیم سے آراستہ فرمایا اور روحانی تربیت فرمائی، وہ فارغ التحصیل ہونے کے بعد اپنے ہی دارالعلوم اور بعض دیگر مدارس میں مدرس بنے۔ بالفاظ دیگر آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کے استاذ محترم اور شیخ طریقت تھے۔

عشق مصطفیٰ آپ کے سینے میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا اور آپ کی پوری زندگی اتباع سنت کا عملی نمونہ تھی، آپ ایک شفیق باپ، قابل مدرس، ہمدرد بھائی، مہربان باپ، غم گسار شوہر، باوفا دوست، بااصول منتظم و مہتمم، پیر طریقت، بہترین مصنف اور صاحب طرز ادیب، نعت گو شاعر، ثقہ مفتی، بحر علم کے غواص، نکتہ دان خطیب، قرآن مجید کے قاری، عابد شب زندہ دار، تحقیق و تفحص میں ممتاز، عظیم سماجی و سیاسی راہنما، انسانیت دوست، صاحب درد مخیّر، باوقار شہری، عصر حاضر کے عظیم دانش ور، مفکر اور مدبر، انتہائی سادہ اور بارعب شخصیت، جامع مسجد نور کے بانی اور تاحیات خطیب و امام، گریٹ ریسرچ سکالر (The great research scholar)، صحیح معنوں میں مسلمان اور اچھے انسان ہونے کے ناتے شاعر مشرق کے افکار کی عملی تفسیر تھے اور ان خوب صورت اشعار کی تعبیر تھے:

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان

ستاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان
یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن
ہمسایہ جبریلِ امیں بندۂ خاکی
ہے اس کا نشیمن نہ بخارا نہ بدخشاں

ساری عظمتوں کے باوجود انکسار کا یہ عالم کہ سادہ لباس، بامعنی گفتگو، سادہ رہن سہن، سادہ رہائش گاہ، سادہ طرز زندگی، بقول شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ:

تواضع کند ہوش مندِ گزیں
نہد شاخ پر میوہ سر بر زمیں

بقول حضرت مبلغ اسلام سید محمد معصوم شاہ گیلانی قادری نوری رحمۃ اللہ علیہ:

میوے بھری ٹہنی تینوں ہے نصیحت کردی
میوہ جدوں زیادہ لگے سر سجدے وچ دھردی

قدیم زمانے میں ماہر طبیب کسی مریض کی نبض دیکھ کر سر سے لے کر پاؤں تک جسم کے کسی بھی حصہ میں پائی جانے والے بیماری کی تشخیص (Diagnose) کر لیتا اور علاج کرتا، اللہ تعالیٰ عزوجل شفا عطا فرما دیتا، لیکن اب سپیشلائزیشن (Specialization) کا دور ہے، کوئی ماہر امراض چشم (Eye specialist) ہے، تو کوئی ای این ٹی (کان E. Ear، ناک N. Nose، گلا T. Throat) میں حاذق، کوئی ماہر امراض قلب (Heart specialist) ہے تو کوئی آرتھوپیڈک سرجن وغیرہ۔

علٰی ھٰذا القیاس

علمی اور تعلیمی میدان میں کوئی حدیث پاک پڑھانے میں ماہر ہوتا ہے تو کوئی بہترین مفسر، کوئی گرامر (صرف ونحو) میں ماہر تو کوئی فصاحت و بلاغت میں ایکسپرٹ، کوئی اصول کو اچھے طریقے سے پڑھا سکتا ہے تو کوئی فقہ میں یدطولیٰ کا دعوے دار، کوئی میراث کا اچھی طرح واقف ہے تو کوئی اسماء الرجال کا حافظ، کوئی منطق و فلسفہ میں مہارت رکھتا ہے تو کوئی علم ہیئت و ہندسہ میں ماہر، کوئی ادب میں شہرت کا حامل ہے تو کوئی اعلیٰ پائے کا مفتی، کوئی تحریر کا دھنی ہے تو کوئی خطابت میں طاق وغیرہ، لیکن ہمارے سیدی فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ تعلق بالمصطفیٰ کی برکت سے

درس نظامی کے تمام علوم وفنون پر مہارت تامہ رکھتے تھے۔

ابتدائی چند برسوں ہی میں دارالعلوم سٹاف (Staff) کے حوالے سے خود کفیل ہو چکا تھا اور آپ کے تلامذہ تدریس کے مناصب جلیلہ پر فائز ہو کر مدرس، خطیب اور مفتی تیار کر رہے تھے۔ آپ کا اور آپ کے سٹاف کا انداز تدریس ایسا عمدہ اور معیاری تھا کہ تدریس اس پہ ناز کرتی تھی۔ آپ قدم قدم پر اپنے سٹاف کی بھی راہنمائی فرماتے۔ آپ اپنے طلبہ کی علمی پیاس بجھانے کے علاوہ روحانی اور اخلاقی تربیت پر بہت زور دیتے تھے اور کوتاہی پر حسب حال زجر و توبیخ بھی فرماتے۔ صدر المدرسین حضرت علامہ ابوالضیاء محمد باقر النوری، عمدۃ المحققین حضرت علامہ محمد رمضان المحقق النوری، فاضل جلیل صوفی باصفا حضرت علامہ صاحبزادہ محمد نصر اللہ نوری رحمۃ اللہ علیہ کے اسمائے گرامی سے کون ناواقف ہے، بقیۃ السلف امام الصرف حضرت علامہ ابوالاسد محمد ہاشم علی نوری مدظلہ اور بے شمار مدرسین آج بھی فیضان فقیہ اعظم کے قاسم ہیں، استاذ العلماء حضرت علامہ پیر ابوالنصر منظور احمد ہاشمی، فاضل جلیل حضرت علامہ ابوالظفر منظور احمد (ساہیوال)، استاذ الاساتذہ جامع معقول و منقول حضرت مفتی محمد اکبر (کبوتری، بہاول نگر)، بحر العلوم حضرت علامہ مفتی محمد عبد العزیز نقشبندی (کوٹ رادھا کشن)، استاذ العلماء مولانا ابوالیسر محمد اسماعیل (پاک پتن شریف) آسمان تدریس کے تابندہ نجوم بنے۔ خطیب اسلام مولانا محمد شریف نوری قصوری، مناظر اسلام مولانا ابوالفیض علی محمد نوری (وہاڑی)، خطیب ذیشان مولانا زید احمد نوری (میاں چنوں)، خطیب پاکستان مولانا محمد عارف نوری (لاہور)، خطیب اہل سنت مولانا غلام حسین نوری (ساہیوال) رحمۃ اللہ علیہ اور لاتعداد خطباء و علماء سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کے ہی مرہون منت تو ہیں۔

دار الافتاء میں روزانہ بے شمار استفسارات آتے، جن کے جوابات آپ قرآن و سنت کی روشنی میں دیتے، استخراج واستنباط کا انوکھا انداز تھا، آپ کی مجتہدانہ بصیرت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ برصغیر کے مشاہیر علماء و مشائخ مستفتیان میں شامل ہیں۔ مثلاً شیخ القرآن ابوالبیان علامہ غلام علی اوکاڑوی، مفسر قرآن جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری، مناظر اسلام مولانا غلام مہر علی، ابوالحقائق شیخ القرآن علامہ عبد الغفور ہزاروی، حضرت علامہ قاضی غلام محمود (جہلم)، استاذ العلماء حضرت علامہ عبد الکریم قادری نعیمی (مشرقی پاکستان)، لیفٹیننٹ کرنل عزیز احمد خان (ڈائریکٹر وقف املاک) وغیرہم۔

آپ کے فتاویٰ پر مشتمل ایک عظیم علمی ذخیرہ (Encyclopaedia) چھ جلدوں کی صورت

میں جانشین سیدی فقیہ اعظم مدظلہ العالی نے بڑے اہتمام سے شائع فرمایا ہے، جو علماء، وکلا، ججز اور دیگر ارباب فکر ونظر اور صاحبان علم ودانش کے لیے عظیم تحفہ ہے۔

تحقیق وتفحص اور اجتہاد واستنباط میں آپ کی انفرادیت یہ ہے کہ آپ نے جدید مسائل کا حل قرآن وسنت اور اقوال ائمہ کی روشنی میں پیش فرمایا، مثلاً انتقال خون (مجبوری کی حالت میں)، نماز میں لاؤڈ سپیکر کا استعمال، جائز مقاصد کے لیے کتابت نسواں، روزہ کی حالت میں ٹیکا (Injection) کا حکم، لوہے کے چین والی گھڑی کا استعمال، ایلوپیتھک ادویات کا استعمال، جدید لباس کا استعمال جو غیر مسلم کا شعار نہ ہو، بوقت ضرورت فوٹو کھنچوانا وغیرہ۔

حضور سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز نے گوناگوں مصروفیات کے باوجود ملی اور مذہبی تحریکوں میں بھی قائدانہ کردار ادا کیا، تحریک پاکستان ہو یا جہاد کشمیر، مہاجرین کی آبادکاری کا مسئلہ ہو یا پاک بھارت جنگ، تحریک ختم نبوت ہو یا تحریک نظام مصطفیٰ، سنی کانفرنس ہو یا میلاد مصطفیٰ کانفرنس، سیدی فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی اپنے تلامذہ اور عقیدت مندوں سمیت خدمات ناقابل فراموش ہیں۔

تاریخ گواہ ہے کہ اہل اللہ پر بڑی بڑی آزمائشیں آئیں اور انھوں نے ثابت قدمی کا مظاہرہ فرمایا۔ ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء میں آپ کے جواں سال لخت جگر، تابع فرمان نور نظر، علمی اور روحانی اعتبار سے تربیت یافتہ فرزند دل بند، فاضل اجل، مدرس بے بدل ابوالفضل محمد نصراللہ نوری رحمۃ اللہ علیہ اس وقت اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے جب آپ حجاز مقدس میں عمرہ اور زیارت روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حاضر تھے۔ ابھی اس سانحہ عظیمہ سے آپ کے زخمی دل کے زخم مندمل نہ ہوئے تھے کہ ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء کو آپ کے پیارے نیک نہاد داماد آستانہ عالیہ احناف شریف کے سجادہ نشین فضیلۃ الشیخ عالم باعمل، حضرت علامہ صاحب زادہ حافظ پیر ابومحمد محمد فیض الرحمٰن کوثر قدس سرہ العزیز وصال فرما گئے۔ ان عظیم صدموں میں آپ نے جس جواں مردی سے صبر جمیل کا مظاہرہ فرمایا، وہ نہ صرف قابل تعریف بلکہ قابل تقلید ہے۔

چوں کہ آپ کشتہ عشق مصطفیٰ تھے، اس لیے ہر وقت یاد مدینہ میں تڑپتے رہتے تھے، متعدد مرتبہ بارگاہ رسالت مآب میں آپ کی حاضری ہوئی اور حج وعمرہ کی سعادت حاصل کی۔

آپ کی سب سے بڑی کرامت استقامت ہے: الاستقامۃ فوق الکرامۃ

۱۵/ اپریل ۱۹۸۳ء، بروز جمعہ آپ نے وصال فرمایا۔

آپ کا لگایا ہوا گلشن آج بھی مہک رہا ہے، مرکزی دارالعلوم حنفیہ فریدیہ ایک عظیم اسلامی

یونی ورسٹی ہے، جہاں قدیم وجدید علوم کا حسین امتزاج ہے، جامع مسجد نور نمازیوں سے بھرپور ہے:

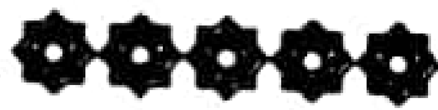
خوشا مسجد و مدرسہ خانقاہے
کہ در وے بود قیل و قال محمد ﷺ

دارالعلوم کے وسط میں نوری دربار ہے، جہاں سیدی فقیہ اعظم اپنے والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ اور دو بیٹوں حضرت صاحبزادہ مولانا محمد ظہور اللہ نوری رحمۃ اللہ علیہ (جن کا تین سال پہلے وصال ہوا) اور صاحبزادہ ابوالفضل رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ محو استراحت ہیں۔ ہزاروں نوری حضرات کی روحانی ماں محترمہ اماں جی رحمۃ اللہ علیہا کا مزار شریف بھی نوری گنبد کے نیچے ایک کونے میں باپردہ موجود ہے۔
ہر سال یکم اور دو رجب المرجب کو آپ کا سالانہ عرس مبارک اور مرکزی دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کا سالانہ اجلاس منعقد ہوتا ہے، ملک بھر سے علماء و مشائخ اور ہزاروں عقیدت مند شریک ہو کر آپ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔

جانشین سیدی فقیہ اعظم، مبلغ اسلام، استاذ العلماء، شیخ الحدیث والتفسیر، صاحب طرز ادیب و شاعر، عاشق مصطفیٰ، حضرت صاحبزادہ مفتی پیر الحاج علامہ محمد محب اللہ نوری مدظلہ العالی دربار نوری کے سجادہ نشین اور مرکزی دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف کے مہتمم اعلیٰ ہیں اور دارالعلوم کو ایک اچھی ٹیم کے ساتھ خوش اسلوبی سے چلا رہے ہیں۔ آپ ایک ماہانہ مجلہ "نور الحبیب" کے مدیر اعلیٰ بھی ہیں۔ سیدی جانشین فقیہ اعظم وقتاً فوقتاً تبلیغی دورے بھی فرماتے ہیں، ہر سال بارگاہ رسالت میں حاضری دینے کے علاوہ مختلف ممالک کے دورے بھی کر چکے ہیں۔ آپ کئی کتابوں کے مصنف بھی ہیں اور صحیح معنوں میں جانشینی کے منصب کو نباہ رہے ہیں۔

اطال اللہ عمرہ و بارک فی فضلہ و علمہ و عملہ و لطفہ---

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را



یمن روانگی

جگر گوشہ جانشین حضرت فقیہ اعظم صاحبزادہ مولانا محمد نعیم اللہ نوری تعلیمی و مطالعاتی دورے پر یمن روانہ ہو گئے---ان شاء المولیٰ شعبان المعظم کے آخری عشرہ میں واپسی ہو گی---





مخدوم العارفین قدوۃ العاشقین حضرت قبلہ و کعبہ ام دامت برکاتہم ۔

السلام علیکم و رحمۃ و برکاتہ مزاج شریف ۔ للہ التعال المنۃ والحمد کہ ہم سب خدام بخیریت اور مقصود خیریت خیریت نامہ موصول ہوئی ۔ خیریت نامہ ۱۵ ذی الحجۃ المبارک کا محررہ ۲۲ کو موصول ہوا ۔ ثم الحمد للہ تعالی جس نے خاص اپنے فضل و کرم سے دولت حقیقیہ ادائیگی حج المبارک مع العمرۃ المتبارک سے سرفراز فرمایا ۔ فتویٰ نظر قاصر کا فیصلہ ہے کہ خیریت نامہ خود حضور کا تحریر فرمودہ نہیں ۔ اس امر سے خاص اضطراب دامنگیر ہے ۔ دعا ہے کہ حضرت رب العلمین صحت کاملہ اپنے محبوب اعظم مطلوب اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے دریار دولت پر بخیر و عافیت بوسہ دہ بنا اور مقبولیت تامہ محبوبیت خاصہ سے سرفراز فرمائے ۔ آمین ثم آمین ۔ بجارت موسمی طور پر سا مانی رہے ہیں مگر اب کم ہو گئے ہیں ۔ مخصوص کردہ دعا کے لیے اور دوا خیریت سے ہے ۔ تمام نیاز مندانہ سلام و دعا عرض کرتے ہیں ۔

حضور قبلہ مرشد انور محمد حبیب اللہ وجمیع اہل البیت والمتعلقین المشتاقین ۔ اللہ اللہ یہ کونسا عالی حرم ہے کہ حرم حضرت ابراہیم بھی اسی کا مشتاق قدم ہے ۔ کیا یہ وہی مکان عرش نشان ہے جس کا طواف ستر ہزار نوری نہایت ہی ولولوں سے مشکل ایک مرتبہ کر سکتے ہیں اور ہمیں اجازت عامہ ہے ۔ یہاں ہی دیار محبوب کے آثار اطہار ہیں یہی احد محب و محبوب محبوب ہے بدر حنین اتر قریب قریب قبا کو محمود اور حرمین کا جلوہ یہیں ہے ۔ یہاں کیا کیا ملتا ہے اور کیسے ملتا ہے وہ کون لوگ اہل کرم واہ واہ اس میں جو

حضرت مرشدنا نور الدین صاحب ۔ از تعلیم و تربیت ہو رہا ہے ۔ آپ ایسے متبرک محل اجابت میں ہیں ۔ فقیر کیلئے اور اپنے لخت جگروں کے متعلق دعا فرمائیں کہ آپ کے فرزند ۔ میں کوئی آیا تو عالم دین بنجائے مجھے یہ خیال آرہا ہے آپ کے فرزند نیک خیال خود بھی ہیں ان کا سلسلہ انشاء اللہ انگریزی کی طرف ہے ۔ محمد ابراہیم کالج منٹگمری میں داخل ہو گیا ہے یہ فقط بطور الدین النصح کیلئے عرض ہے امید کہ حالات سے مطلع فرمائینگے والسلام نور محمد

تجلیات خاص سے نہال ہیں۔ اللّٰھم اجعلنا منہم یا صاحب الحضرۃ العالیہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم ۔

آہ ۔ آج وہ وقت ہے کہ الدین یا رزا الی الحجاز ۔ السنی القابض علی الدین کالقابض علی الجمر ۔

یصبح الرجل مؤمنا ویمسی کافرا ویمسی مؤمنا ویصبح کافرا والعیاذ باللّٰہ المتعال ذی الاکرام والجلال

سے عجب درد ہیست اندر دل اگر گویم زبان سوزد ۔ وگر دم در کشم ترسم کہ مغز استخواں سوزد

زمانہ منقلب ہو چکا ہے ۔ اہل اسلام پر مصائب ہی مصائب ہیں خصوصًا اہل اسلام حقیقۃً تو نہایت

سخت صبر آزما دور میں ہیں ۔ مقبول بارگاہ گاہ و بیگاہ حضرت شیخ محقق دہلی کے مقبول قصیدہ

مبارکہ کا یہ شعر ہی کافی ووافی ہے جو عرض سرکار عرش قرار ہے سے

بہر صورت کہ باشد یا رسول اللّٰہ کرم فرما ۔ بلطف خود سر و سامان جمع بے سر و پا کن

صلی اللّٰہ تعالٰی علی قاسم خیری الدین والدنیا ابی القاسم صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم فی

کل وقت وحین ۔ زیادہ کیا عرض کروں جو عرض کرنا ہے وہ تو بفضلہ تعالٰی حاصل عرض حضور ہے

ہاں یاد آگیا طوبی للغرباء کا ارشاد ہر معدا کا استعمال نیروز نا کل یوم کا سماں باندھ رہا ہے

اللّٰھم ربنا اجعلنا من الغرباء حقیقۃً کما نحن غرباء صورۃً الحمد للّٰہ غریب دین و دنیا شامل حال ہے

والسلام مع الاکرام التام الفقیر الغریب من دیار الحبیب ابو الخیر محمد نور اللّٰہ نعیمی نور ربہ وجعلہ قاسم نور اللّٰہ

ومن یکن برسول اللّٰہ نصرتہ ۔ ان تلقہ الاسد فی آجامہا تجم ۔

بخدمت حضرت مولانا المحدث محمد نور الدین صاحب و مولوی عبد الغنی و مولوی غلام نبی و میاں محمد دین و حاجی الہ دین و دیگر احباب پر سلام و حاجی محمد شریف مع محمد ولد ... السلام علیکم
ان ناکارہ کا الٰہی قریب سے بہتر ہے ... کوئی خوشی نہ ہوں ۔ حاجی الہ دین کو ... قریب ہے اور ان سے ... کا پیدا ہو ... مبارک باد ۔ ۲۷ ذی الحجۃ المبارکہ

بذریعہ ہوائی جہاز
yair mail

ملاحظہ بکثرت ... محمد جیاد

... محمد ... عالم صاحب ... مولانا مولوی محمد صدیق صاحب

... بحصیل دیپالپور ضلع منٹگمری پاکستان ...

... نور اللّٰہ ... ضلع ...
... پاکستان

مکتوب گرامی سیدی فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ

حضور سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کے والد گرامی حضرت سیدی خواجہ ابوالنور محمد صدیق قدس سرہ العزیز کو ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء میں حج کی سعادت نصیب ہوئی، اس موقع پر سیدی فقیہ اعظم نے انھیں درج ذیل مکتوب تحریر کیا---

عمدۃ العارفین قدوۃ العاشقین حضرت قبلہ وکعبہ ام دامت برکاتہم التوالیہ متواصلۃ متواترہ
السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ---مزاج شریف؟

للّٰہ المتعال المنۃ و الحمد کہ ہم سب خدام بخیریت اور حضور کی خیریت، خیریت نامہ سے موصول ہوئی۔ خیریت نامہ ۱۵ر ذی الحجۃ المبارکہ کا محررہ ۲۴ر کو موصول ہوا۔ ثم الحمد لہ تعالیٰ جس نے اپنے خاص فضل وکرم سے دولت حقیقیۂ ادائیگیٔ حجۃ المبارکہ مع العمرۃ المتبارکہ سے سرفراز فرمایا۔ فقیر کی نظر قاصر کا فیصلہ ہے کہ خیریت نامہ خود حضور کا اپنے دست حق پرست سے تحریر فرمودہ نہیں، اس امر سے خاص اضطراب دامن گیر ہے۔ دعا ہے کہ حضرت رب العلمین صحت کاملہ سے اپنے محبوب اعظم مطلوب اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے در دولت پر بخیر وعافیت بوسہ دہ بنائے اور مقبولیت تامہ ومحبوبیت خاصہ سے سرفراز فرمائے۔ آمین ثم آمین

بخارات موسمی طور پر یہاں کافی رہے ہیں مگر اب کم ہو گئے ہیں۔ بفضلہ وکرمہ تعالیٰ گھر والے خیریت سے ہیں۔ برخوردار محمد احمد سلمہ ربہ تعالیٰ بھی صحت یاب ہے۔ حالات پرسکون ہیں، جذبہ جہاد[1]

[1]......ان دنوں آزادیٔ کشمیر کے لیے مجاہدین مصروف جہاد تھے---[محب]

عموماً عوام الناس تک پہنچ رہا ہے۔ مولوی عبدالعلی صاحب چک نور محمد والے فوت ہو گئے ہیں اور وصیت کر گئے ہیں کہ ان کا تمام کتب خانہ اور ایک لال منجا (چارپائی) مع نقد پچاس روپیہ دارالعلوم حنفیہ فریدیہ میں داخل کیا جائے۔ جنازہ فقیر نے پڑھایا اور یہ تمام چیزیں مدرسہ میں آ گئی ہیں۔ ان کے چچا نور الحق صاحب کا شاید کچھ حق ہوگا، جواز روئے تقویٰ ادا کرنا ضروری ہو مگر حضور کی تشریف آوری تک ملتوی کرنا مناسب معلوم ہوا ہے۔ رکن پورہ خیریت کا پیغام ارسال کر دیا ہے اور وہاں ہر طرح سے خیریت ہے۔ چند دن ہوئے فقیر خود وہاں عزیز محمد سعید کو ملنے گیا تھا اور وہ یہاں بھی ملتے رہتے ہیں۔ واں، سوجے کے، بھڈال، کھبیانوالی خیریت ہے۔ تمام نیاز مند سلام و دعا عرض کرتے ہیں، خصوصاً مولانا العزیز محمد حبیب اللہ و جمیع اهل البیت و المتعلقین المتشوقین

اللہ اللہ! یہ کون سا عالی حریم ہے کہ حریم حضرت ابراہیم بھی اس کا مشتاق قدیم ہے۔ کیا یہ وہی مکان عرش نشاں ہے، جس کا طواف ستر ہزار نوری نہایت ہی ولولوں سے بمشکل ایک مرتبہ عمر بھر کر سکتے ہیں اور ہمیں اجازت عامہ ہے۔ یہاں ہی دیار محبوب کے آثار اطہار ہیں، یہی احد محب و محبوبِ محبوب ہے۔ بدر فیض اثر قریب قریب، قبا کو فخر و علو اور حرمین کا جلو یہیں ہے۔ یہاں کیا کیا ملتا ہے اور کیسے ملتا ہے؟ وہ کون کون اہل کرم و اقبال ہیں جو تجلیات خاص سے نہال ہیں:

اللّٰهم اجعلنا منهم بجاهِ صَاحِبِ الْحَضْرَةِ الْعَالِيَةِ صلی اللّٰه تعالٰی علیه و سلم ---

آہ! آج وہ وقت ہے کہ:

الدین یارز الی الحجاز ، السنی القابض علی الدین کالقابض علی الجمر ، یصبح الرجل مؤمنا و یمسی کافرا و یمسی مؤمنا و یصبح کافرا۔ و العیاذ باللّٰه المتعال ذی الاکرام و الجلال---

عجب دردیست اندر دل ، اگر گویم زباں سوزد
وگر دم در کشم ترسم کہ مغز استخواں سوزد

زمانہ منقلب ہو چکا ہے، اہل اسلام پر مصائب ہی مصائب ہیں، خصوصاً اہل اسلام حقیقۃً تو نہایت سخت صبر آزما دور میں ہیں۔ مقبول بارگاہِ گاہ و بے گاہ حضرت شیخ محقق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مقبول قصیدہ مبارکہ کا ایک شعر ہی کافی و وافی ہے، جو عرض سرکار عرش قرار ہے:

بہر صورت کہ باشد ، یا رسول اللہ کرم فرما
بلطفِ خود سر و سامان جمع بے سر و پا کن

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهٗ

صلی اللّٰہ تعالٰی علٰی قاسم خیری الدین و الدنیا ابی القاسم صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ و آلہ و صحبہ و بارك و سلم فی کل وقت و حین---

و من یکن برسول اللّٰہ نصرتہ

ان تلقہ الاسد فی آجامہا تجم

زیادہ کیا عرض کروں، جو عرض کرنا ہے وہ تو بفضلہ تعالیٰ حاصل عرض حضور ہے۔ ہاں یاد آ گیا، طوبیٰ للغرباء ،ارشاد پر سداد کا اشتمال، نحروزنا کل یوم کا سماں باندھے ہوئے ہے۔

اللھم ربنا اجعلنا من الغرباء حقیقۃ کما نحن غرباء صورۃً---

الحمدللہ خیریت دین و دنیا شامل حال ہے۔

و السلام مع الاکرام التام

الفقیر الغریب عن دیار الحبیب

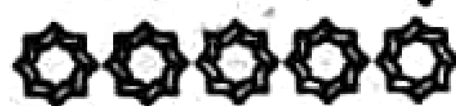
ابوالخیر محمد نوراللہ نعیمی نورہ ربہ و جعلہ کاسمہ نور اللّٰہ

حضرت مولانا نصیر الدین صاحب[۱] ،السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ

آپ ایسے متبرک محل اجابت میں ہیں، فقیر کے لیے اور اپنے لخت جگروں کے متعلق دعا فرمائیں کہ آپ کے فرزندوں میں کوئی ایک تو عالم دین بن جائے، مجھے یہ خیال بڑا رہتا ہے۔ آپ کے فرزند نیک خیال ضرور ہیں مگر ان کا میلان اب تک انگریزی کی طرف ہی ہے، محمد اسلم کالج منٹگمری میں داخل ہو گیا ہے۔ یہ لفظ بطور الدین النصح لکھے ہیں، امید کہ صحیح محمل پر محمول فرمائیں گے۔

والسلام نور غفرلہ

بخدمت حضرت مولانا المحب محمد نصیر الدین صاحب و مولوی عبد النبی و مولوی غلام نبی و میاں محمد دین و حاجی اللہ دین و دیگر احوال پرساں و حاجی محمد شریف موٹر والے، السلام علیکم ان کا لڑکا کرم الٰہی خیریت سے پڑھتا ہے، کوئی فکر نہ کریں۔ حاجی اللہ دین کے گھر بھی خیریت ہے اور ان کے گھر لڑکا پیدا ہوا ہے، مبارک باد۔ ۲۷ رذی الحجۃ المبارکہ ۶۷ھ



۱......مولانا موصوف ممتاز عالم دین، علاقہ کے معروف زمین دار تھے اور بصیر پور کی قریبی بستی ''رکن پورہ'' میں قیام پذیر تھے---[محب]

یکتا و بے مثال شخصیت

فقیہ اعظم

حجۃ الاسلام حضرت مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی قدس سرہ العزیز

(صاحبزادہ) محمد محب اللہ نوری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مجمع علم وعرفاں، شیخ الحدیث والتفسیر، حجۃ الاسلام حضرت فقیہ اعظم مفتی ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی قدس سرہ العزیز بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے ان مقبول اور برگزیدہ بندوں میں سے ہیں، جن کا دوام جریدۂ عالم پر ثبت ہو چکا ہے--- آپ نسبا ارائیں، مسلکا حنفی اور مشربا قادری تھے--- آپ کے آباء واجداد صوفی مشرب، پاکیزہ سیرت اور صاحبِ دل بزرگ تھے--- آپ کی ولادت باسعادت ۱۶ر رجب المرجب ۱۳۳۲ھ بمطابق ۱۰ر جون ۱۹۱۴ء کو ہوئی--- ولادت سے قبل آپ کے بزرگوں کو دین مصطفوی کی شمع فروزاں کرنے والی عظیم شخصیت کے ظہور کی متعدد بشارتیں بذریعہ خواب اور بذریعہ مختلف اولیاء کرام مل چکی تھیں---

تعلیم

ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد زبدۃ الاصفیاء مولانا ابوالنور محمد صدیق چشتی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۱ء)

اور جد امجد حضرت مولانا احمد دین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۱ھ/۱۹۴۲ء) سے حاصل کرنے کے بعد استاذ العلماء حضرت مولانا فتح محمد جیبوی محدث بہاول نگری علیہ الرحمۃ (م ۱۳۸۹ھ/۱۹۶۹ء) سے علوم عقلیہ ونقلیہ کی تحصیل کی، پھر متحدہ ہندوستان کے مختلف مدارس کا رخ کیا اور خداداد صلاحیت، ذاتی لگن اور محنت کی بنا پر علم کے کوہ ہمالہ بن گئے---

علوم عقلیہ ونقلیہ حاصل کرنے کے بعد ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۳ء میں مرکزی دار العلوم حزب الاحناف لاہور میں داخلہ لیا، جہاں شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا سید محمد دیدار علی شاہ الوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء) اور مفتیٔ اعظم پاکستان مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء) سے دورہ حدیث شریف پڑھا---حضرت محدث الوری دورۂ حدیث پڑھنے والوں کو اکثر فرمایا کرتے:

''اس بار تم مولانا محمد نور اللہ صاحب کی طفیل پڑھ رہے ہو''---

دورۂ حدیث شریف مکمل کرنے کے بعد ۶ رشعبان ۱۳۵۲ھ، بمطابق ۲۳ رنومبر ۱۹۳۳ء کو سند و دستار فضیلت عطا کی گئی---اس موقع پر امام اہل سنت محدث الوری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو مطبوعہ سند کے علاوہ خصوصی اسناد سے بھی نوازا اور ''ابوالخیر'' کنیت عطا فرمائی---بعد میں مفتیٔ اعظم مولانا ابوالبرکات رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو فقیہ زماں، محدث دوراں، فقیہ العصر، فقیہ النفس (مجسمۂ فقاہت)، مفتیٔ اعظم اور فقیہ اعظم وغیرہ جلیل القدر القاب سے ممتاز فرمایا، جن کی تفصیل کے لیے احقر کی تصنیف ''سیدی ابوالبرکات رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکاتیب کے آئینے میں'' کا مطالعہ کیا جائے---ان گوناں گوں اور متنوع القاب میں سے ''فقیہ اعظم'' کا لقب زبان زد خاص وعام ہے---اب فقیہ اعظم کہا جائے تو اہل علم اس سے آپ ہی کی ذات گرامی مراد لیتے ہیں---

ممتاز شاعر حافظ محمد افضل فقیر کہتے ہیں:

در فقاہت وجود نور اللہ
اہل دیں را دلیل محکم بود
زاں سبب در افاضل امت
لقب او فقیہ اعظم بود

حضرت فقیہ اعظم نور اللہ مرقدہ نے اپنی فطری ذکاوت وذہانت سے زمانہ طالب علمی ہی میں ذاتی مطالعہ سے کم وبیش پچاس علوم وفنون میں وہ مہارت حاصل کی کہ باید وشاید---آپ کے

اساتذہ بھی آپ کی علمی استعداد اور صلاحیت و قابلیت کے معترف تھے---

درس و تدریس

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز نے تعلیم سے فراغت کے فوراً بعد درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا تھا---مختلف مقامات پر تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد ۱۳۵۷ھ/ ۱۹۳۸ء میں تحصیل دیپال پور کے ایک قصبے فرید پور میں دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کے نام سے مدرسے کی داغ بیل ڈالی--- آپ کی قابلیت اور پُر تاثیر تدریس کا شہرہ عام ہونے لگا، جملہ علوم و فنونِ درسِ نظامیہ کی تدریس کا کام تنہا انجام دیتے رہے--- کسی بھی فن کا درس ہوتا، طلبہ کے قلوب و اذہان میں عشق مصطفیٰ ﷺ کی شمع فروزاں کرتے چلے جاتے--- اسی مقام پر ۱۳۶۳ھ/۱۹۴۴ء میں بخاری شریف سے دورۂ حدیث کا آغاز فرمایا--- یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ دورۂ حدیث کی اس پہلی جماعت میں دیگر تلامذہ کے علاوہ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ بھی شریک درس تھے---

یہاں کا جاگیردارانہ ماحول اور ذرائع رسل و رسائل کا فقدان اس مادرِ علمی کے پنپنے کی راہ میں رکاوٹ بنتا دکھائی دیا تو ۱۳۶۴ھ/ ۱۹۴۵ء میں اسی تحصیل کے ایک اور مقام بصیر پور میں منتقل ہو گئے--- اگر چہ یہ پس ماندہ علاقہ بھی کسی علمی ادارے کے لیے موزوں نہ تھا، مگر خلوص وللّٰہیت اور مقصد سے لگن کا ثمر تھا کہ یہ چھوٹا سا مدرسہ بڑھا، پروان چڑھا اور وسائل کی عدم دستیابی کے باوجود کئی بلاکوں پر مشتمل عظیم الشان یونی ورسٹی میں بدل گیا--- اس دارالعلوم کی عظمت کے آگے اہل علم و فضل کی گردنیں خم ہیں اور احیاءِ دین کے ابواب اس مدرسے کے ذکر کے بغیر نامکمل دکھائی دیتے ہیں--- حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کے قائم کردہ دارالعلوم کی عمارت اسی (۸۰) پختہ کمروں، وسیع اور شان دار لائبریری، وسیع دالان، خوب صورت پلاٹوں، دیدہ زیب برآمدوں اور پُر شکوہ جامع مسجد "النور" پر مشتمل ہے--- حضرت فقیہ اعظم کے وصال کے بعد بھی بفضلہ تعالیٰ دارالعلوم شاہراہِ ترقی پر گامزن ہے--- دارالعلوم میں دورِ حاضر کے جدید تقاضوں کے مطابق نئے زاویوں اور نئی جہتوں پر شب و روز کام جاری ہے--- چناں چہ اس وقت مدرسہ میں درس نظامی کے ساتھ ساتھ علوم عصریہ میں میٹرک، ایف اے، بی اے، ایم اے، فاضل عربی، اے ٹی سی اور کمپیوٹر سائنسز کی تعلیم کا اہتمام بھی کر دیا گیا ہے، نیز طالبات کی دینی تعلیم و تربیت کے لیے شعبۂ بنات بھی سرگرم عمل ہے---

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز نے تقریباً پچاس سال قرآن وحدیث اور دیگر علوم وفنون کا درس دیا، اسباق کی پابندی فرمائی --- تدریس سے آپ کو بڑا شغف تھا، چناں چہ جب حرمین شریفین کی حاضری سے بہرہ یاب ہوتے تو وہاں بھی قرآن اور حدیث کا درس جاری رکھتے، اسی وجہ سے آپ محدثِ عرب وعجم کے لقب سے بھی مشہور تھے --- جب سنت یوسفی پر عمل پیرا ہوتے ہوئے جیل میں جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں بھی درس وتدریس کا کام رہا --- آپ نے درس حدیث کا سلسلہ آخر عمر تک جاری رکھا --- آپ سے فیض یافتگان جن کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے، ملکی اور عالمی سطح پر تحریری، تقریری، علمی، سیاسی اور سماجی سرگرمیوں کے ذریعے اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لیے راہ ہموار کر رہے ہیں ---

بیعت و خلافت

تعلیم سے فراغت کے بعد حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء) کے دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت سے مشرف ہوئے --- حضرت صدر الافاضل نے آپ کو اپنے سلاسل حدیث کی اسناد، مختلف اشغال واعمال اور اوراد ووظائف کی اجازت اور سلسلہ عالیہ قادریہ مکیہ کے علاوہ دیگر سلاسل میں بھی اجازت وخلافت سے نوازا ---

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کی شخصیت اس قدر پُرکشش تھی کہ ان کی خدمت میں حاضری دینے والا ہمیشہ کے لیے دامِ عقیدت ومحبت میں گرفتار ہو جاتا --- آپ سے متاثر ہو کر کئی بدمذہب اپنی بدعقیدگی سے تائب ہو کر مسلک اہل سنت کے مبلغ بنے --- بے شمار لوگوں نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی، آپ کے مریدین ومعتقدین پاکستان کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی موجود ہیں ---

تفقہ فی الدین

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز اپنے دور کی نادر روزگار شخصیت تھے، علم وفضل، تقویٰ وطہارت، تنظیم وسیاست اور ہمت واستقامت میں یکتائے روزگار تھے --- یوں تو تفسیر، حدیث اور دیگر تمام مروّج علومِ دینیہ میں کامل دسترس رکھتے تھے لیکن فقہ میں آپ کو تخصص کا درجہ حاصل تھا، اس لیے آپ کے ہم عصر اکابر علماء نے آپ کو فقیہ اعظم تسلیم کیا ---

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز فتویٰ نویسی میں غیر معمولی مہارت رکھتے تھے، آپ کی ذات مرجع خلائق تھی، ملک وبیرونِ ملک کے لوگ استفتاءات میں آپ کی طرف رجوع کرتے ---

ایک فقیہ اور مفتی کے لیے جن خصوصیات کا ہونا ضروری ہے وہ تمام تر آپ میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھیں---مولانا مفتی محمد حسین صاحب نعیمی علیہ الرحمہ (بانی جامعہ نعیمیہ، لاہور) نے فتاویٰ نوریہ کی ایک تقریب تعارف (منعقدہ ۴ رجون ۱۹۸۰ء، نیشنل سنٹر، لاہور) سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا:

''مفتی کے لیے چار چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے:

۱......علمی وسعت، ۲......ایمانی فراست، ۳......دیانت......اور

۴......تزکیہ نفس (یعنی طہارت ظاہر و باطن)

یہ چار چیزیں اگر مفتی میں ہیں تو وہ صحیح معنی میں رہنمائی کرسکتا ہے---

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز میں یہ چاروں بتمام وکمال پائی جاتی ہیں''---

فتاویٰ نوریہ کی چھ ضخیم جلدوں کے مطالعہ سے آپ کے تبحر علمی، وسعت نظر، عمیق مشاہدہ، قوت استدلال، صلابت رائے، جدت فکر اور فقہی بصیرت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے---آپ کے فتوے اعلیٰ ترین تحقیقی مقالات کے معیار پر پورے اترتے ہیں، جن میں بیسیوں مآخذ سے رجوع کیا گیا ہے---ایک استفتاء کے جواب میں ضمناً آپ نے فرمایا:

''بفضلہ تعالیٰ مجھے التزام ہے کہ جب کوئی مسئلہ پیش آئے تو متعدد معتمدات مذہب ضرور دیکھ لیا کرتا ہوں''---[فتاویٰ نوریہ، جلد۳، صفحہ ۱۱۶]

اس قدر محنت اور تحقیق کے باوجود آپ نے عمر بھر کسی سے فتویٰ کے عوض ایک پائی بھی وصول نہ کی، جو کچھ کیا محض رضائے الٰہی کے لیے کیا---

ایک مفتی عالم کے لیے ضروری ہے کہ وہ مخلص ہو، تحقیق مسائل میں نفسانیت سے بالاتر ہوکر حق کی جستجو میں لگا رہے---صاحب فتاویٰ نوریہ اس پہلو سے بھی نمایاں حیثیت رکھتے ہیں---چناں چہ ایک جگہ علماء کو دعوت فکر و عمل دیتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''کیا تازہ حوادثات ونوازل کے متعلق احکام شرعی موجود نہیں کہ ہم بالکل صُمٌّ بُکْمٌ بن جائیں اور عملاً اغیار کے ان کافرانہ مزعومات کی تصدیق کریں کہ معاذ اللہ اسلام فرسودہ مذہب ہے--- اس میں روزمرہ ضروریات زندگی کے جدید ترین ہزار ہا تقاضوں کا کوئی حل نہیں---و لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم......یہ حقیقت بھی اظہر من الشمس ہے کہ کسی ناجائز اور غلط چیز کو اپنے مفاد ومنشاء سے

جائز ومباح کہنا ہرگز ہرگز جائز نہیں مگر شرعاً اجازت ہو تو عدم جواز کی رٹ لگانا بھی جائز نہیں، غرضے کہ ضد اور نفس پرستی سے بچنا نہایت ضروری ہے--- کیا ہی اچھا ہو کہ ہمارے ذمہ دار علمائے کرام محض اللہ تعالیٰ کے لیے نفسانیت سے بلند و بالا سر جوڑ کر بیٹھیں اور ایسے جزئیات کے فیصلے کریں...... مگر بظاہر یہ توقع تمنا کے حدود طے نہیں کر سکتی، اور یہی انتشار آزاد خیالی کا باعث بن رہا ہے...... انا للہ و انا الیہ راجعون---

[فتاویٰ نوریہ، جلد۳، صفحہ۵۳۳]

ایک فقیہ اور مفتی کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے دل میں صاحب شریعت کی پختہ محبت ہو، سرکار دو عالم ﷺ کے عشق سے اس کا قلب بھرپور ہو، وہ ایمانیات اور اعتقادیات میں متصلب ہو--- صاحب فتاویٰ نوریہ کی ذات میں یہ اوصاف درخشاں نظر آتے ہیں--- عشق نبوی نے آپ کو پختگیٔ ایمان اور اتباع سنت و شریعت کی معراج پر پہنچا دیا تھا--- سرکار کی شان میں ادنیٰ سی گستاخی کرنے والا بھی آپ کے نزدیک واجب القتل تھا--- فرماتے ہیں:

''شہنشاہ کون و مکان حبیب رب رحمان محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان پاک میں نازیبا الفاظ اور گالی بکنے والا انسان تمام مسلمانوں کے نزدیک کافر ہے اور کافر بھی ایسا سخت کہ جو اس کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہو جاتا ہے اور اس کی سزا یہ ہے کہ حاکم اسلام اس کو قتل کر دے--- یہ سزا اسلامی حکومت کا فرض ہے--- ایسے بدخواہانِ ملک و ملت کو شرعی سزائیں لگائے اور پاکستان کے پاک وجود کو ایسے گندے اور ناپسند عناصر سے پاک فرمائے'' --- [فتاویٰ نوریہ، جلد۳، صفحہ۸-۴۳۷]

مرجع العلماء

عام طور پر عوام الناس مفتیان کرام سے شرعی مسائل دریافت کرتے ہیں مگر حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف رجوع کرنے والوں میں بڑی تعداد ان حضرات کی ہے، جو بجائے خود محقق، مفتی، مدرس، دانشور یا جید عالم دین تھے---

مولانا محمد فیض الحبیب اشرفی فاضل دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف نے اس حوالے سے ''فقیہ اعظم...... بحیثیت مرجع العلماء'' کے عنوان سے مقالہ تحریر کیا ہے، ان کے فراہم کردہ اعداد و شمار کے مطابق فتاویٰ نوریہ کی چھ جلدوں میں ۹۲۶/استفتاءات ہیں، جن میں ۶۵۵/استفتاءات عوام الناس کے ہیں جب کہ علماء و دانشور حضرات کے پیش کردہ استفتاءات کی تعداد ۲۷۱ ہے،

گویا استفتاء کرنے والوں میں ایک چوتھائی سے زائد تعداد علماء اور دانش وروں کی ہے---

آپ کے ہم عصر اکابر علمائے کرام آپ کی اجتہادی بصیرت اور تبحر علمی کے قائل تھے، جب کوئی اہم معاملہ پیش ہوتا تو علماء آپ کی طرف رجوع کرتے---

صاحبِ بہار شریعت حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے شیخ الحدیث علامہ عبد المصطفیٰ الازہری (م ۱۹۹۰ء)، حضرت مولانا سید حسین الدین، شیخ الحدیث جامعہ رضویہ راول پنڈی اور دیگر علمائے کرام نے ۱۹۷۶ء میں حج کے موقع پر عرفات میں آپ کے فتویٰ پر عمل کرتے ہوئے ظہر و عصر کی نمازیں جمع کر کے پڑھیں--- راقم الحروف اس واقعہ کا عینی شاہد ہے--- علامہ ازہری صاحب نے بھی اپنے ایک مکتوب میں اس کا ذکر کیا ہے---

[حیات فقیہ اعظم، صفحہ ۱۴۳]

جسٹس مفتی سید شجاعت علی قادری جج وفاقی شرعی عدالت آپ کی اجتہادی بصیرت کا یوں تذکرہ کرتے ہیں:

''حضرت کا علم و حلم، ورع و تقویٰ، فقاہت و اجتہاد مسلمہ امور ہیں لیکن جس امر نے مجھے فکری اعتبار سے ہمیشہ ان کے قریب رکھا ہے وہ حالات حاضرہ کے جدید تقاضوں کا گہرا شعور اور مسائل عصریہ کا مجتہدانہ حل پیش کرنے کی اعلیٰ ترین صلاحیت کا ان میں موجود ہونا ہے--- ایک مرتبہ پچیس سے زائد مسائل پر مشتمل ایک سوال نامہ فقیر نے پاکستان کے اکابر علماء کی خدمت میں ارسال کیا، جس میں انتقال خون، اعضاء کی پیوندکاری، ٹیسٹ ٹیوب بے بی وغیرہ جدید مسائل کے بارے میں رائے طلب کی گئی...... حضرت مفتی صاحب (فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ) ان چند بزرگوں میں سے تھے جنھوں نے جواب کی زحمت برداشت کی، بلکہ صحیح یہ ہے کہ پوری دلچسپی سے معقول و مدلل جوابات صرف آپ ہی کے تھے''---

[مکتوب بنام مولانا شبیر احمد ہاشمی، محررہ ۶ مئی ۱۹۸۳ء]

ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''حضرت فقیہ اعظم مولانا محمد نور اللہ صاحب قدس سرہ کی ذات والا صفات جامع کمالات تھی--- آپ کا علمی تبحر، آپ کی فقہی بصیرت، آپ کا پاکیزہ کردار اور عمر بھر خدمت دین کی پُرخلوص جدوجہد، آپ کی وہ خصوصیات ہیں جن میں عہد حاضر میں

شاید ہی کوئی ان کی ہم سری کا دعویٰ کر سکتا ہو---

آپ کے فتاویٰ نوریہ کی متعدد جلدیں تا ابد ان کے علمی اور فقہی انوار سے تاریک دلوں کو منور کرتی رہیں گی اور سالکان راہ محبت کے لیے خضر راہ کا کام دیتی رہیں گی---

جب کبھی ان کے فتاویٰ کا مطالعہ کرنے کا موقع ملتا ہے، تو ذہن کو اطمینان اور دل کو جلا نصیب ہوتی ہے--- پڑھ کر حیرت ہوتی ہے کہ وہ ہستی جو عمر بھر ہنگامہ ہائے روزگار سے دامن کش رہی، اس نے کس طرح جدید تقاضوں کا صحیح ادراک کیا اور ان کی روشنی میں اپنی فقیہانہ، دوررس بصیرت سے جدید مسائل کے ایسے حل پیش کیے، جنہوں نے جدید و قدیم دونوں طبقات کو مطمئن کر دیا اور ہر ایک کے لوح قلب پر فقہ اسلامی کی برتری کا ایسا نقش ثبت کیا کہ جس کی چمک دمک نگاہوں کو خیرہ کرتی رہے گی"---

[مکتوب بنام احقر، مطبوعہ نور الحبیب، نومبر ۱۹۹۸ء]

شیخ القرآن حضرت علامہ غلام علی اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت کی جلالت علمی کا تذکرہ یوں کیا ہے:

"اگر دیگراں علماء اند او اعلم العلماء بود، اگر دیگراں فضلاء اند او افضل الفضلاء بود، لوگ فقیہ اعظم کہتے ہیں لیکن میں یہ کہنے میں کوئی باک نہیں سمجھتا کہ اگر دیگراں فقہاء اند او افقہ الفقہاء بود...... اگر دیگراں اصفیاء اند او رئیس الاصفیاء بود...... اگر دیگراں مشائخ اند او شیخ المشائخ بود...... فتویٰ کے اندر اگر میں یہ کہوں کہ وہ اصحاب ترجیح سے تھے تو مبالغہ نہیں ہوگا--- ان کے فتووں کے اندر اجتہادی شان ہے، مجتہدانہ بصیرت ان کو حاصل تھی، ویسے تو (لا بد للمفتی ان یکون مجتھدا) ہر مفتی کے لیے مجتہد ہونا ضروری ہے لیکن حضرت فقیہ اعظم کے فتاویٰ کی اپنی شان ہے، ان کی بعض تحقیقات سے کسی کو اختلاف ہو تو الگ بات ہے لیکن ان کی فقاہت اور ثقاہت کے بارے میں کوئی شک وشبہ نہیں"---

[خطاب مورخہ ۱۹ مئی ۱۹۸۳ء، بمقام دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف]

انہی اوصاف کے پیش نظر استاذ الاساتذہ حضرت علامہ عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو "مجدد وقت" قرار دیا، شیخ القرآن علامہ عبد الغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو "آیت من آیات اللہ" کہا جب کہ شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ اور شہباز خطابت

صاحب زادہ سید فیض الحسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (آلو مہار شریف) نے آپ کو "دورِ حاضر کا امام اعظم امام ابوحنیفہ" قرار دیا---

فتاویٰ نوریہ کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ نو پیدا مسائل مثلاً: نماز میں لاؤڈ سپیکر کا استعمال، انگریزی اور ہومیو پیتھی ادویات کا استعمال، جاں بلب مریضوں کے لیے عطیہ خون، بچیوں کو لکھنے کی تعلیم دینے، ریل گاڑی اور ہوائی جہاز میں نماز، رویت ہلال، روزہ کی حالت میں انجکشن، بلغاریہ، ڈنمارک وغیرہ جہاں سال کے کچھ دن ایسے آتے ہیں جن میں غروب آفتاب کے جلد ہی بعد صبح صادق طلوع ہو جاتی ہے اور بعض وہ علاقے (قطب شمالی اور قطب جنوبی) جہاں چھ ماہ کا دن اور چھ ماہ کی رات ہوتی ہے، ایسے علاقوں میں نماز روزے اور دیگر تقریبات کے تعین، حج کے لیے تصویر کا جواز، ایوبی دور میں عائلی قوانین پر مبنی پنجاب اسمبلی میں بیگم سلمیٰ کے پیش کردہ بل پر تحقیقی رائے، ایسے متعدد فتوے ہیں جن کے مستفتین ملکی وغیر ملکی علمائے کرام اور دانش ور حضرات ہی ہیں---

عشق مصطفیٰ

حضرت فقیہ اعظم فنافی الرسول اور فنافی حب المدینہ تھے--- آپ کی محفل میں حاضری سے شرف یاب ہونے والے اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ کے پیارے شہر مدینہ منورہ کا ذکر آتے ہی مرغ نیم بسمل کی طرح تڑپنے لگتے، درس حدیث دیتے ہوئے آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمے ابلنے لگتے، ایسا محسوس ہوتا کہ محبوب پاک ﷺ کے جمال جہاں آراء کے دیدار میں محو ہیں--- مولانا حافظ محمد اسد اللہ نوری کے نام ایک مکتوب گرامی میں اسی حقیقت کو یوں منکشف فرماتے ہیں:

> "میرا تو بفضلہ تعالیٰ یہ عالم ہے کہ بصیر پور میں درس اسباق دیتے ہوئے مدینہ عالیہ میں ہی حاضر معلوم ہوتا ہوں--- گنبد خضراء پیش نظر رہے تو کوئی دوری نہیں--- تعلیم بھی نہایت ضروری ہے کہ صوفی بے علم شیطان کا مسخرہ ہوتا ہے، ورنہ دل یہی چاہتا ہے کہ ہر وقت مدینہ عالیہ حاضری رہے"---
>
> [مکتوب محررہ، ۱۸- اکتوبر ۱۹۷۹ء]

کئی بار ایسا بھی ہوا کہ ظاہری بے سروسامانی کے باوجود بارگاہ حبیب ﷺ سے بلاوا آ گیا--- ۱۹۶۲ء کو آپ نے دوسرے حج کی درخواست دی، قرعہ اندازی میں نام نہ آیا، ذوالحجہ کا چاند نظر آ گیا، بظاہر مایوسی و ناامیدی تھی مگر آپ یہی فرماتے کہ میں حضور ﷺ کے لطف و کرم سے ناامید

نہیں ہوں--- چناں چہ سرکار ﷺ کی طرف سے عجیب کرم ہوا کہ یکم ذی الحجہ کو آپ قیلولہ فرمارہے تھے، خواب میں مشہور فقیہ مدینہ حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کی زیارت ہوئی، موصوف نے فرمایا:

''میں حضور ﷺ کے حکم سے آپ کو لینے آیا ہوں''---

گویا فقیہ اعظم پاکستان کو لینے کے لیے فقیہ مدینہ کو بھیجا گیا، بیدار ہوئے تو ڈاکیا دفتر حج کی طرف سے اطلاعی چٹھی لیے کھڑا تھا، جس میں تحریر تھا کہ آپ کا فلاں نمبر کا تار ملا ہے، لہٰذا آپ ۸رمئی ۱۹۶۲ء (۳رذی الحجہ ۱۳۸۱ھ) کو کراچی پہنچیں، حالاں کہ آپ نے کوئی تار نہیں دیا تھا، اس غیبی تار کا آج تک پتا نہیں چل سکا--- چناں چہ آپ عازم حرمین شریفین ہوئے اور حج وزیارت کی سعادت سے نوازے گئے--- اس موقع پر علامہ حافظ نذیر احمد نوری (خطیب گوجرانوالا) اور مولانا محمد منشا تابش قصوری (مریدکے) جو اس وقت دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف میں زیر تعلیم تھے، نے ایک منقبت کہی تھی، چند اشعار درج ذیل ہیں:

درِ مصطفیٰ کی طرف ہیں روانہ ، فقیہِ زمانہ فقیہِ زمانہ
مبارک مبارک ہو جانا ، فقیہِ زمانہ فقیہِ زمانہ
مدینہ سے سالم (رضی اللہ عنہ) یہاں پر ہیں آئے، رسولِ دوعالم ﷺ کا پیغام لائے
چلو منتظر ہیں رسولِ یگانہ ﷺ ، فقیہِ زمانہ فقیہِ زمانہ
یہ خواب آپ کا ہم کو بتلا رہا ہے کہ طیبہ سے پیغام خاص آ رہا ہے
بہت جلد آنا ، بہت جلد آنا ، فقیہِ زمانہ فقیہِ زمانہ

۱۹۶۰ء میں پہلی بار آپ حج وزیارت کی سعادت سے مشرف ہوئے، پھر مسلسل کرم ہوتا رہا--- ایک محتاط اندازے کے مطابق آپ اکیس مرتبہ حرمین شریفین کی حاضری سے شرف یاب ہوئے---

۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء میں حاضریٔ مدینہ منورہ کے لیے عراق اور شام کا راستہ اختیار فرمایا--- بغداد شریف، کربلا معلیٰ، نجف اشرف، بصرہ، کوفہ، دمشق اور حلب وغیرہ شہروں میں متعدد انبیاء کرام، صحابہ کرام، اہل بیت اطہار اور اولیاء عظام کے مزارات پر حاضری دی---

سیاسی و ملی خدمات

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز جامع الصفات شخصیت تھے--- وہ بیک وقت بہترین مدرس بھی تھے اور اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک منتظم بھی--- نعت گو شاعر بھی تھے اور بلند پایہ

محقق بھی--- ژرف نگاہ مفتی بھی تھے اور شیخ کامل بھی--- ان گوناں گوں اوصاف کے ساتھ ساتھ جواد مطلق نے آپ کو سیاست میں بھی بڑی فراست سے بہرہ ور فرمایا تھا--- اگرچہ آپ معروف معنوں میں سیاسی آدمی تو ہرگز نہ تھے، مگر ملک وملت کی زبوں حالی کی وجہ سے دل ناتواں پر بوجھ رہتا اور کڑی دھوپ کے وقت افراد ملت کے لیے بادل بن کر سایہ کناں ہوتے--- چناں چہ تدریسی انہماک کے باوجود تحریک پاکستان میں اپنے شیخ کامل کی راہوں کے راہی بنے--- آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس (۲۷ تا ۳۰ /اپریل ۱۹۴۶ء) میں شرکت سے لے کر تحریک پاکستان کو کامیابی سے ہم کنار کرنے تک بہت نمایاں کردار ادا کیا--- تقاریر کے ذریعے قیام پاکستان کے لیے راہ ہموار کی، مخالفین پاکستان کی یورش اور نظریاتی یلغار کو دلائل و براہین سے ختم کیا اور تحریک پاکستان کو قوت بہم پہنچائی---

۱۹۴۶ء میں جب کانگریس اور مسلم لیگ کا انتخابی معرکہ ہوا تو آپ نے اپنا بھرپور اثر ورسوخ استعمال کیا، نتیجۃً اس حلقہ انتخاب میں مسلم لیگی امیدوار کو کامیابی ہوئی---

پاکستان قائم ہو گیا تو آپ کا دارالعلوم مہاجرین کا کیمپ بن گیا، آپ نے میزبان بن کر مہاجرین کا استقبال کیا اور انھیں قیام وطعام کی سہولتیں مہیا کیں--- جہاد کشمیر میں غازئ کشمیر مولانا سید ابوالحسنات قادری (۱۳۸۰ھ/۱۹۶۱ء) علیہ الرحمۃ کے ہم رکاب رہے--- تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء میں بھرپور حصہ لیا اور علماء وعوام کے شانہ بشانہ قید وبند کی صعوبتوں کو برداشت کیا--- آپ کو ایک سال قید بامشقت کی سزا سنائی گئی مگر تین ماہ بعد رہا کر دیے گئے---

۱۹۴۸ء میں ملتان میں جمعیت علمائے پاکستان کی تشکیل ہوئی تو اس اجلاس میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ بھی شریک ہوئے--- آپ جمعیت کے اساسی ارکان میں سے تھے اور جمعیت کی مجلس عاملہ و شوریٰ کے رکن بھی رہے---

۱۹۷۷ء میں خواص عوام کے پُرزور اصرار پر جمعیت علمائے پاکستان کی طرف سے قومی اتحاد کے ٹکٹ پر نظام مصطفیٰ کے نفاذ اور مقام مصطفیٰ کے تحفظ کی خاطر باقاعدہ الیکشن میں حصہ لیا--- یہ وہ وقت تھا کہ حکمران پارٹی کی مخالفت کرنا جان جوکھوں میں ڈالنے کے مترادف تھا--- مگر اس مرد مجاہد نے نعرۂ قلندرانہ بلند کیا، مخالفت کی آندھیاں اٹھیں، بدتمیزی کے جھکڑ چلے، دھمکیوں کے طوفان امڈے مگر جرأت واستقلال کے اس کوہ گراں کے پائے ثبات میں ذرہ بھر لغزش نہ آئی---

ملک کے دیگر مقامات کی طرح اس حلقۂ انتخاب میں بھی وسیع پیمانے پر دھاندلیاں ہوئیں،

دھاندلیوں کے خلاف ابھرنے والی تحریک نظام مصطفیٰ کے نتیجہ میں جبر واستبداد اور آمریت کا بت پاش پاش ہوگیا--- نظام مصطفیٰ کی اس تحریک میں آپ کا مثالی کردار ہمیشہ دعوت فکر وعمل دیتا رہے گا---

۲۳ / مارچ ۱۹۷۷ء کو ایک بہت بڑے جلوس کی قیادت کرتے ہوئے گرفتار ہوئے--- ساہیوال سنٹرل جیل میں بھی اپنے مشن کو جاری رکھا اور درس قرآن کریم کے علاوہ قیدی طلباء وعلماء کو بخاری شریف کا درس باقاعدگی سے دیتے رہے---

۱۹۷۸ء میں آپ کو جماعت اہل سنت پاکستان کا سینئر نائب صدر مقرر کیا گیا، آخر عمر تک آپ اس عہدہ پر فائز رہے---

اتباع شریعت

حضرت فقیہ اعظم نور اللہ مرقدہ کی پوری زندگی اتباع نبوی اور عشق مصطفوی ﷺ سے عبارت تھی--- ان کا چلنا، پھرنا، اٹھنا، بیٹھنا، غرض ہر ہر ادا سنت مصطفیٰ کے مطابق تھی--- عبادت وریاضت اور تقویٰ وطہارت میں مقام رفیع پر فائز تھے--- فرائض وواجبات کے علاوہ سنن ونوافل کا وہ اہتمام کہ باید وشاید--- بچپن ہی سے تہجد کی عادت تھی، جس پر عمر بھر مواظبت فرمائی--- مریدین ومعتقدین کو بھی پابندی سے تہجد ادا کرنے کی تاکید فرماتے--- چناں چہ اپنے ایک مرید حاجی سکندر علی نوری کے نام تحریر فرمایا:

> ''نماز پنج گانہ اور نفل تہجد کا خیال آپ کے اہل خانہ بھی رکھیں اور اوراد ووظائف پورے کرتے رہیں''--- [محررہ ۲۱ / اگست ۱۹۷۲ء]

ایک اور مکتوب گرامی میں مولانا مسعود احمد نوری بن مولانا زید احمد نوری کے نام تحریر فرمایا:

> ''نمازیوں اور ہمسایوں کے ساتھ حسن سلوک ومحبت سے رہا کریں، تہجد قضا نہ کیا کریں''--- [محررہ ۴ / جنوری ۱۹۷۲ء]

آپ نے عمر بھر شریعت مطہرہ پر پابندی کا درس دیا، جس کی جھلک جابجا آپ کی تحریروں میں دیکھی جاسکتی ہے--- اپنے ایک فرزند نسبتی مولانا حافظ محمد فیض الرحمٰن کوثر رحمۃ اللہ علیہ کے نام ایک مکتوب میں یہ نصیحت فرمائی:

> ''اپنے اوقات عزیزہ پڑھنے اور پڑھانے میں پورے کریں اور استقامت علی الشریعۃ کا خاص خیال رہے کہ اصل وہی ہے اور اسی میں مدارج عالیہ مضمر ہیں---

خاقانی نے کیا خوب کہا ہے---

پس از سی سال ایں معنی محقق شد بہ خاقانی
کہ یک دم باخدا بودن بہ از ملک سلیمانی

حکیم سنائی نے بھی خوب سنائی ہے---

غمِ دین خور کہ غمِ غمِ دین است
ہمہ غم ہا فروتر از این است"

[محررہ ۶ ر رمضان المبارک ۱۳۷۴ھ]

اسی طرح حضرت مولانا ابوالفضل محمد نصر اللہ نوری، حضرت مولانا ابوالضیاء محمد باقر نوری اور مولانا ابوالحقائق محمد رمضان نوری علیہ الرحمۃ کے نام تحریر فرمایا:

"شریعت غرّاء پر عمل پوری کوشش سے کرتے رہیں--- ہر قسم کی خیانت سے پوری پرہیز رہے، خلوص واخلاص واتفاق سے وقت بسر کریں، یہ دنیا لعب ولہو ہی تو ہے"---[محررہ مدینہ منورہ، ۲۷ ر مئی ۱۹۶۰ء]

اخلاق و کردار

حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ اخلاق و کردار کے حامل تھے--- ان کے قول وفعل میں کامل ہم آہنگی تھی--- آپ باوقار، بارعب اور پرکشش شخصیت کے حامل تھے--- آپ بچوں پر رحمت، طلبہ پر شفقت اور بزرگوں سے مودّت فرمایا کرتے تھے--- آپ کی زندگی حافظ شیرازی کے اس شعر کا صحیح مصداق تھی:

آسائشِ دو گیتی تفسیر ایں دو حرف است
با دوستاں مروّت با دشمناں مدارا

اخلاقیات میں صاحبِ خلق عظیم کے مظہر اتم تھے--- شخصیت کے اعتبار سے دیکھا جائے تو آپ کی ذات شرافت ومتانت، جرات واستقلال، ہمدردی، خیر خواہی، حلم وبردباری، بےلوثی و فرض شناسی، عالی ظرفی، علم وعمل، تواضع وانکسار، خشیت الٰہیہ اور پرہیزگاری کا مرقع تھی--- استغناء وتوکل کا یہ عالم کہ کبھی کسی امیر یا وزیر کے دروازے پر نہ گئے--- ہمیشہ جلبِ زر اور طلب دنیا سے پہلوتہی کی--- آپ فرقہ ورانہ تعصب کے سخت خلاف تھے، تقریر وتحریر کے ذریعے بدامنی اور فساد فی الارض کے رویوں سے سخت نفرت تھی--- آپ سلف صالحین کی کامل تصویر تھے---

آپ کی زندگی کی خصوصیات میں اہم بات یہ ہے کہ آپ سادہ منش، کم گو، دل کے کھرے اور شہرت وذاتی نمائش سے بے نیاز تھے--- شہری زندگی کے ہمھوں اور ظاہریت کے رکھ رکھاؤ

سے دور، فطری اور صاف ستھرے ماحول میں رہ کر دین متین کی بے لوث خدمت کرتے ہوئے زندگی بسر کر ڈالی --- درس وتدریس، فتویٰ نویسی، خطابت وامامت اور بہت بڑے ادارے کے جملہ انتظامی امور کی نگہداشت کے عوض تنخواہ یا اجرت لینے کے روادار نہ ہوئے بلکہ جملہ دینی خدمات محض رضائے الٰہی کی خاطر مفت سرانجام دیتے رہے ---

وصال

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز نے یکم رجب المرجب ۱۴۰۳ھ بمطابق ۱۵/اپریل ۱۹۸۳ء بروز جمعۃ المبارک، دوپہر ایک بجے وصال فرمایا --- وصال مبارک کی خبر قیامت اثر کو ٹیلی ویژن اور ریڈیو نے دو مرتبہ نشر کیا --- اخبارات نے صفحۂ اوّل پر یہ جان کاہ خبر شائع کی --- ہر طرف صف ماتم بچھ گئی ---

آپ کا چہرۂ انور پھول کی طرح کھلا ہوا تھا اور اس پر نورانیت اور مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی ---

روزنامہ مشرق لاہور نے اپنی ۱۸/اپریل ۱۹۸۳ء کی رپورٹ میں تحریر کیا:

''مولانا مرحوم کے چہرے کی مسکراہٹ دیکھ دیکھ کر لوگوں کا ایمان تازہ ہو رہا تھا'' ---

نشانِ مرد مومن با تو گویم
چوں مرگ آید تبسم بر لب اوست

غزالئ زماں حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی قدس سرہ العزیز نے نماز جنازہ پڑھائی --- مولانا محمد منشا تابش قصوری لکھتے ہیں:

''جنازہ میں کم وبیش چالیس ہزار نامور علماء ومشائخ عظام اور اصفیاء وحفاظ کرام شریک تھے --- ان خواص کے علاوہ عوام کا اندازہ لگانا قطعاً مشکل نہیں'' ---

[ترجمان اویس، مریدکے، رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ]

روزنامہ جنگ لاہور (۱۸/اپریل ۱۹۸۳ء) نے جنازہ کا اجتماع ڈیڑھ لاکھ بتایا --- تاہم محتاط اندازے کے مطابق عوام کی تعداد دو لاکھ سے متجاوز تھی ---

متعدد اہل علم نے تاریخ وصال کا استخراج کیا، شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی نوّر اللہ مرقدہ کے برادر گرامی حضرت خواجہ غلام فخر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے قطعۂ تاریخ کہا:

آں ابو الخیر زبدۂ اخیار — بود اندر علوم کوہِ وقار
تاجِ دارِ ولایتِ عرفاں — در دیارِ علومِ دیں سردار
سینہ گنجینہ اش ز حب نبی — دلش از ذوق وشوق دیں سرشار

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ

فخر آں بود چوں کہ "نور اللہ"
مرقدِ اوست ، "مظہرِ انوار"

۱۴۰۳ھ

دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف کے مشرقی حصہ میں آپ کا روضہ مبارکہ مرجع خلائق ہے--- آپ کا سالانہ عرس مبارک رجب المرجب کی پہلی اور دوسری تاریخ کو بڑی شان وشوکت سے بصیر پور شریف میں منعقد ہوتا ہے، جس میں ممتاز علماء ومشائخ رونق افروز ہوتے ہیں---

تصانیف

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز، صاحب تصنیف عالم دین تھے--- تدریسی وانتظامی مصروفیات کے باوجود آپ نے اٹھائیس تصانیف یادگار چھوڑی ہیں--- چند تصانیف کے نام درج ذیل ہیں:

۱ فتاویٰ نوریہ، فقہ اسلامی کا یہ دائرۃ المعارف چھ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے، اس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں---

۲ تنویر فیئ الزوال بنور عدل فیئ الزوال (عربی)، ۱۳۶۰ھ/۱۹۴۱ء (ظہر اور عصر کے اوقات معلوم کرنے کے لیے ایک نادر تحقیق)

۳ مکبر الصوت، ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۶ء (لاؤڈ اسپیکر لگا کر جماعت کرانا جائز ہے)

۴ حدیث الحبیب، ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء (حجیت حدیث پر اہم تصنیف)

۵ نعمائے بخشش المعروف دیوان نور (نعتیہ دیوان)

۶ روزہ اور ٹیکہ

۷ الافتاء فی جواز تعلیم الکتابۃ للنساء، ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء (عورتوں کے لیے تعلیم کتابت کے جواز میں نہایت اہم تحقیق)

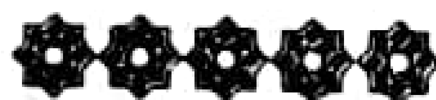
۸ حواشی صحیح بخاری (عربی)، غیر مطبوعہ

۹ حواشی صحیح مسلم (عربی)، غیر مطبوعہ

۱۰ حواشی جامع ترمذی (عربی)، غیر مطبوعہ

۱۱ فوائد ظہوریہ، حواشی شرح جامی (عربی)، غیر مطبوعہ

۱۲ مکاتیب فقیہ اعظم (غیر مطبوعہ)---وغیرہ



حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں

لب پہ ہے ذکر فقیہِ اعظمِ عہدِ رواں
مولانا بوالخیر نور اللہ ، ہمرازِ بقا

آج ہیں عنوانِ مدحتِ صاحبِ علم و یقیں
آج میرا ذہن ہے ہم پایۂ عرشِ علیٰ

فارقِ عیب و ہنر تھے حضرت شیخ الحدیث
چار دانگ دہر میں ہے شہرہ ان کے علم کا

فلسفہ، منطق، ادب، ان سب کے تھے وہ منتہی
فقہ و تفسیر و حدیث و نحو ان کا مشغلہ

ہیں فتاویٰ آپ کے دیں میں ہمارے رہنما
ایک حیثیت ہے اس کی، آپ نے جو کچھ کہا

نازشِ علم و عمل ہیں وہ محقق بے نظیر
حق شناسا، حق نگر ہیں، حق نما، حق آشنا

رونقِ بزمِ تفقہ ان کے انوار و فیوض
دیکھیے ، یہ آج پہنچا ہے کہاں تک سلسلہ

انجمِ چرخِ حقیقت ، ماہِ الفت ان کی ذات
صاحبِ کردارِ سلفِ صالحین ، مہرِ صفا

نورِ علم حضرت صدر الافاضل کی کرن
غوث اعظم پیر پیراں کے تلطف کی ضیا

تھا تخصص ان کا صدقِ حال اور صدقِ مقال
بارگاہ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں شخصیت ان کی رسا

عمر بھر حضرت نے اپنے فکر سے، کردار سے
درسِ احقاقِ حق و ابطالِ باطل کا دیا

حکمِ خلاق دو عالم حرزِ جاں رکھتے تھے وہ
سنت سرکارِ والا پر عمل ان کا رہا

عظمتیں ان کی مسلم ہیں ، سلیم الطبع تھے
ان کو منکسر المزاج انسان پایا ہے سدا

استقامت ، صبر ، ایثار و عزیمت کا نشاں
حضرت علامہ بوالخیر اشرفی کا نقشِ پا

نام ور بیٹے محبّ اللہ نوری قادری
گامزن ہیں ان کی راہوں پر کہ ہیں رمز آشنا

اُن کو فردوس، اِن کو عمر خضر حاصل ہو رشید
از طفیلِ سرور عالم ، بہ عون کبریا

راجا رشید محمود



حجۃ الاسلام، امام الحدیث، استاذ الفقہاء، فخر العارفین

فقیہ اعظم علامہ مولانا ابوالخیر محمد نوراللہ بصیرپوری قدس سرہ القوی

فاضل جلیل حضرت علامہ مولانا صوفی محمد علی نقشبندی اہل سنت کے ممتاز عالم دین، پیر طریقت، سیاسی وسماجی رہنما اور مثبت و متوازن سوچ کے حامل مبلغ و مصنف ہیں۔ گزشتہ کچھ عرصہ سے علیل ہیں، اللہ تعالیٰ انھیں شفائے کاملہ عاجلہ سے نوازے۔ موصوف کا یہ مضمون پہلی بار نورالحبیب، دسمبر ۱۹۹۵ء میں شائع ہو کر مقبول خاص و عام ہوا، اب کے 'قند مکرر' کے طور پر نذر قارئین ہے۔ [ادارہ]

خداوند قدوس نے اشاعت قرآن وحدیث، تبلیغ دین متین اور اصلاح ظاہر و باطن کے لیے علم اور علما کی فضیلت و عظمت کا اظہار قرآن کریم کی کئی آیات میں فرمایا ہے:

﴿وَ قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا﴾---[سورۃ طٰہٰ، آیت ۱۱۴]

''اور دعا کرو کہ میرا پروردگار مجھے اور زیادہ علم دے''---

﴿قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ﴾---[سورۃ الزمر، آیت ۹]

''فرمادو کیا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو نہیں رکھتے دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟''---

﴿یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ آمَنُوْا مِنْکُمْ وَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ﴾---[سورۃ المجادلہ، آیت ۱۱]

''جولوگ تم میں سے ایمان لائے ہیں اور جن کو علم عطا کیا گیا، خدا ان کے درجے بلند کرے گا''---

﴿اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا﴾---[سورۃ الفاطر، آیت ۲۸]

''خدا سے تو اس کے بندوں میں سے وہی ڈرتے ہیں جو صاحب علم ہیں''---

احادیث میں بھی حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے زیر قلم مضمون کے بارے نہایت مبارک ارشادات بیان فرمائے ہیں، سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ---[بخاری ومسلم]

''جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کو دین کی سمجھ عطا کرتا ہے''---

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (طویل حدیث کے آخر میں):

مَنْ فَقُہَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ وَ نَفَعَہٗ مَا بَعَثَنِی اللّٰہُ بِہٖ فَعَلِمَ وَ عَلَّمَ---الخ

آگے بھی حدیث کا کچھ حصہ موجود ہے، محض اختصار کے پیش نظر صرف علم کا ذکر درج کیا گیا ہے۔[صحیح بخاری وصحیح مسلم]

''جو اللہ کے دین میں سمجھ رکھتا ہے اور جس علم کے ساتھ اللہ نے مجھ کو بھیجا ہے اس کو فائدہ دیتا ہے جو سیکھتا اور سکھلاتا ہے''---

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَ لَوْ آیَۃً---[صحیح بخاری]

''میری طرف سے تبلیغ کرو، اگرچہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو''---

روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کا عمل ختم ہو جاتا ہے سوائے تین کاموں کے، صدقہ جاریہ یا ایسا علم جس سے فائدہ حاصل کیا جاتا ہے یا نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی ہے''---[صحیح مسلم]

روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"دنیا ملعون ہے، دنیا کی تمام چیزیں بھی ملعون ہیں، سوائے اللہ تعالیٰ کے ذکر کے اور اس کے ساتھ وابستگی کے اور عالم یا علم حاصل کرنے والے کے"---[ترمذی]

المختصر: خداوند قدوس اور اس کے حبیب لبیب ﷺ کے فرمودات اور ارشادات سے علم اور عالم کی حیثیت واہمیت واضح ہے، جو تفصیل وتشریح کی محتاج نہیں ہے، تاہم فخر المفسرین حضرت علامہ امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک قول مزید اطمینان و یقین کے لیے روشنی کا باعث ہے، ملاحظہ فرمائیں:

﴿اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ﴾ کی تفسیر میں امت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے لیے اولیاء کرام، علماء عظام، ائمہ دین اور مجتہدین کی بشارت ہے، خداوند تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کو جس طرح حقیقی اولاد، عظیم المرتبت عطا کی ہے، اسی طرح معنوی اولاد بھی رفیع الشان عطا کی ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ الْعُلَمٰوءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ---

"علماء ظاہر اور علماء باطن انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث اور جانشین ہیں"---

مزید فرمان گرامی ہے:

عُلَمٰوءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ---

"میری امت کے علماء وعارفین بنی اسرائیل کے انبیاء کی مانند ہیں"---

اور اس آیت کریمہ سے ایک مراد یہ ہے کہ میری امت میں ہونے والے علماء، صلحاء، فضلاء، اولیاء، عارفین، کاملین، اغیاث، اقطاب وغیرہم اس قدر کثرت سے ہوں گے کہ یہ امت ان نفوس قدسیہ کی ذات، خدمات اور اشاعت علوم ظواہر اور معارف باطن میں سابقہ امتوں کی سرتاج ہوگی۔[تفسیر کبیر، تلخیص بحوالہ کوثر الخیرات، صفحہ ۳۷]

بحمد اللہ! تاریخ، علماء وعارفین کے سوانح، کردار اور خدمات سے بھری پڑی ہے اور اتنی طویل وکثیر فہرست وتعداد ہے کہ الکوثر میں پوشیدہ حقیقت کثرت اس ضمن میں اظہر من الشمس ہے کہ دلیل کی محتاج نہیں۔ تو ان علمائے ربانیین میں عظیم المرتبت ایک شخصیت حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ الاعظم کی بھی ہے۔ جن کے بارے، جن کے حضور نذرانہ عقیدت تحریر کرنا مقصود ہے۔

نقش اوّل

تنظیم المدارس (اہل السنۃ) پاکستان کا ابتدائی واساسی اجلاس دار العلوم نظامیہ رضویہ اندرون

لوہاری گیٹ لاہور میں انعقاد پذیر تھا، ملک بھر سے اہل سنت کے فاضل ترین زعما، موجود تھے، بندہ بھی سیالکوٹ سے بطور نمائندہ شریک تھا، استاذ المحدثین، امام اہل سنت علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری قدس سرہ العزیز بھی رونق افروز تھے۔ اچانک اجتماع میں ہل چل مچ گئی، اکابر واصاغر کھڑے ہوگئے، حتی کہ امام اہل سنت بھی۔ ایک طویل قامت، پروقار، منکسر المزاج، سرخ وسفید حسین چہرے والی شخصیت داخل ہوئی، گویا سب ان کے استقبال میں کھڑے ہوئے تھے۔ چند سے معانقہ، چند سے مصافحہ کیا، سب اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے، آپ کو منفرد مقام پر بٹھایا گیا، اپنے سے قریبی ہم نشین سے ناچیز نے پوچھا، یہ کون بزرگ ذات ہیں؟ جن کا اس قدر مودبانہ اور والہانہ استقبال کیا گیا ہے۔ ان صاحب نے فرمایا، تمہیں نہیں معلوم؟ یہ فقیہ العصر، فقیہ اعظم، محدث اہل سنت حضرت مولانا محمد نوراللہ صاحب بصیر پوری ہیں۔ ساتھ ہی ان صاحب نے مزید یہ بھی بتا دیا کہ یہ بزرگ شخصیت تمہاری ہی ارائیں برادری کے مقتدر رہنما ہیں۔

الحمدللہ! دل باغ باغ اور دماغ سرشار ہوگیا۔ کیوں کہ بندہ نے قبل ازیں متعدد مقامات پر مختلف افراد اور حوالہ سے حضرت موصوف کے تذکرے سن رکھے تھے اور آج حسرت دید باعث عید ہوگئی۔ بعدازاں جمعیت علمائے پاکستان اور جماعت اہل سنت پاکستان کے مرکزی شوریٰ وعاملہ کے اجلاس میں بھی گاہے گاہے شرف زیارت حاصل ہوتا رہا۔ یہ شرف دید بندہ کے لیے شرف عظیم ہے اور فخر کے لائق ہے کہ:

ایں سعادت بزور بازو نیست

نسبی شرافت و ولادت اور تعلیم و تربیت

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز خاندانی لحاظ سے نجابت وشرافت میں مشہور ارائیں فیملی کے رکن رکین تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۶ ررجب المرجب ۱۳۳۲ھ، مطابق ۱۰ رجون ۱۹۱۴ء بمقام "سوجے کی" مضافات اوکاڑا میں ہوئی۔ آپ کا نام محمد نوراللہ تجویز کیا گیا۔ آپ کے والد ماجد مقتدر عالم دین اور صوفی باصفا مولانا ابوالنور محمد صدیق قدس سرہ (م ۱۳۸۰ھ-۱۹۶۱ء) اور جد امجد عظیم عالم دین مولانا احمد دین (م ۱۹۴۲ء-۱۳۶۱ھ) تھے۔ درس نظامی کی ابتدائی کتب حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ نے اپنے والد ماجد اور جد امجد سے پڑھیں، اس کے بعد تکمیل تدریس ہم عصر مقتدر اساتذہ سے کی، جن میں سرفہرست مرجع علماء حضرت علامہ مولانا فتح محمد بہاولنگری علیہ الرحمہ ہیں۔ حضرت مولانا فتح محمد بہاول نگری قدس سرہ العزیز محدث دوران تھے۔ موصوف نے

۱۳۸۹ھ، مطابق ۱۹۶۹ء میں وصال فرمایا۔

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ کے اساتذہ آپ کی صلاحیت، قابلیت اور لیاقت کے معترف تھے، بلکہ ان کی لگن اور مطالعہ کے اشتیاق کو دیگر تلامذہ کے سامنے بطور مثال وفخر پیش کیا کرتے تھے۔ اساتذہ نے انہیں تعلیم سے پیراستہ کرنے کے ساتھ ساتھ تربیت سے بھی آراستہ کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ دورہ حدیث کی سند آپ نے مرکزی دارالعلوم انجمن حزب الاحناف لاہور سے حاصل کی، اس منزل پر بھی آپ ہم مکتب ساتھیوں میں منفرد اور اساتذہ کی نظر میں بے مثال اہلیت کے حامل تھے۔ [فتاویٰ نوریہ، جلد دوم/سوم]

اساتذہ کی علمی ثقاہت و وجاہت

حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ کے گرامی قدر اساتذہ پر نظر ڈالیں تو ایک نئی بہار سامنے آتی ہے:

- اولین اساتذہ میں والد ماجد و جد امجد کے اسماء فخر کا باعث ہیں۔
- محدث بہاولنگری، علامہ مولانا فتح محمد قدس سرہ الصمد کی شخصیت بھی یگانۂ روزگار تھی، جن سے علم و حکمت اور صحبت و معیت کے فیضان لاثانی کی دولت سے سرفراز ہوئے۔
- تعلیم حدیث کی لافانی نعمت جن عظیم ترین محدثین سے حاصل کی، ان کے وجود، اپنے زمانہ میں اور زمانہ بھر کے لیے علم و حکمت اور ایقان وعرفان کا سائبان تھے۔ چنانچہ:
- محدث الوری شیخ القرآن والتفسیر مولانا سید ابو محمد دیدار علی شاہ علیہ الرحمہ (م ۱۳۵۴ھ، ۱۹۳۵ء)
- امام اہل سنت استاذ المحدثین مفتی اعظم پاکستان علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری علیہ الرحمۃ (م ۱۳۹۸ھ، ۱۹۷۸ء)

وہ عظیم شخصیات ہیں، جن سے حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ نے علم حدیث میں اکتساب فیض کیا اور درخشندگی حاصل کی۔

اساتذہ کی نظر میں

- حضرت محدث بہاولنگری علامہ مولانا فتح محمد قدس سرہ العزیز فرمایا کرتے تھے:

مولانا محمد نور اللہ کا جامعہ مفتاح العلوم میں داخل ہونا باعث حصول انوار ہے۔

مولانا محمد نور اللہ کو پڑھانا میرے لیے باعث فخر و رشک ہے۔

مولانا محمد نور اللہ کا وجود تلامذہ میں مانند ماہ ہے۔

- محدث الوری مولانا سید ابو محمد دیدار علی شاہ قدس سرہ العزیز دورہ حدیث کی تدریس میں تلامذہ کو فرمایا کرتے:

''اس بار تم مولانا محمد نور اللہ کی طفیل پڑھ رہے ہو'' ---[فتاویٰ نوریہ، جلد ۳، صفحہ ۴۱]

- مرکزی دار العلوم حزب الاحناف لاہور کے سالانہ جلسہ دستار فضیلت منعقدہ مورخہ ۲۳ رنومبر ۱۹۳۳ء، مطابق ۶ رشعبان ۱۳۵۲ھ کے موقع پر حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ کو دستار وسند حدیث سے نوازا گیا اور محدث الوری قدس سرہ العزیز نے اس دن مطبوعہ سند کے علاوہ خصوصی سند سے بھی نوازا اور ''ابوالخیر'' کی کنیت عطا کی اور بار بار فخریہ کلمات اور دعائیہ الفاظ سے سرفراز فرمایا۔[فتاویٰ نوریہ، جلد اوّل، دوم، سوم، چہارم]

استاذ المحدثین مفتی اعظم پاکستان علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری قدس سرہ العزیز نے جلسہ دستار فضیلت وسند تکمیل کے موقع پر اور اس کے علاوہ بھی کئی اہم مقامات اور اوقات میں حضرت ممدوح وموصوف قدس سرہ العزیز کو ''فقیہ اعظم'' کے لقب اور ''ابوالخیر'' کی کنیت سے سرفراز فرمایا۔

حضرت علامہ ابوالبرکات قدس سرہ العزیز کے برادر اکبر غازی کشمیر، مفسر قرآن علامہ ابوالحسنات محمد احمد قادری قدس سرہ العزیز نے بھی آپ کے بارے ''فقیہ اعظم'' کے اعزازی القاب سے کئی بار تحریری وتقریری اظہار فرمایا۔[فتاویٰ نوریہ، جلد اوّل، دوم، سوم، چہارم]

مکمل فتاویٰ نوریہ کے مطالعہ سے عیاں ہوتا ہے کہ لاتعداد علماء، فضلاء، صلحاء نے بھی حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ سے فتاویٰ حاصل کیے اور سب نے اپنے اپنے جذبات عقیدت اور اعتراف حقیقت کے طور پر جو القابات لکھے ہیں وہ تعداد، الفاظ، اظہار اور انداز کے اعتبار سے منفرد، متنوع اور ایک دوسرے سے بڑھ کر ہیں۔

بیعت و خلافت اور اجازت

راہِ سلوک میں منزل پر پہنچنے اور عبادت ومعرفت کے اسرار ورموز جاننے اور مشعل راہ بنانے کے لیے مرشد کامل کا وسیلہ ازبس ضروری ہے:

﴿وَ ابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ﴾---[المائدہ]

''اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو'' ---

قرآن کریم کے ان الفاظ میں اسی طلب مرشد کا اشارہ ہے، مولانا روم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

ہیچ چیزے خود بخود چیزے نہ شد

ہیچ آہن خود بخود تیغے نہ شد

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلام شمس تبریزے نہ شد

حضرت علامہ اقبال علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

کیمیا پیدا کن از مشت گلے
بوسہ زن بر آستان کاملے
شمع خود را ہمچو رومی بر فروز
روم را در آتش تبریز سوز

الغرض بیعت مرشد، راہ نمائے طریقت اور منزل رسائے حقیقت ہے۔ علم کے بعد عمل میں ضیا اور قلب میں انوار، بیعت کے بعد ہی ممکن ہیں۔ اسی دولت عرفانی اور تزکیہ نفس کے حصول میں حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ نے استاذ گرامی علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری قدس سرہ الباری کی ہدایت و رہنمائی پر عمل کرتے ہوئے صدرالافاضل، فخر الاماثل، سید المفسرین، سند المحدثین مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ کے دست حقیقت شناس پر بیعت کر کے سعادت روحانی و عرفانی سے بہرہ ور ہوئے۔ مرشد گرامی نے بعد از بیعت ارشاد فرمایا:

''مولانا آپ کا وظیفہ درس و تدریس ہے''---

مرشد گرامی کا یہ فرمان مرید صادق کی عین قلبی منشا اور ذوق علمی کے مطابق تھا۔ چنانچہ حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ نے عمر بھر کے لیے اس وظیفہ کو حرز جان بنالیا، مرشد گرامی کے علاوہ حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ کو علامہ فتح محمد بہاولنگری، محدث الوری اور حضرت مفتی اعظم پاکستان سے بھی مختلف اوقات میں مختلف فضائل پر مبنی اوراد و وظائف اور اشغال و اعمال کی بھی اجازت حاصل تھی۔ پیر و مرشد نے آپ کو تمام سلاسل خصوصاً سلسلہ عالیہ قادریہ میں خلافت و اجازت سے بہرہ ور فرمایا۔

[فتاویٰ نوریہ، جلد اوّل، صفحہ ۳۳/ جلد دوم، صفحہ ۳۵]

علمی کردار و اقدار

● حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ نے تحصیل، تکمیل اور فراغت تعلیم کے بعد درس و تدریس کا وظیفہ شروع کر دیا۔ ۱۹۳۳ء تا ۱۹۴۴ء آپ نے تدریس کے فرائض بھارت کے موضع بنگلہ فاضل کا، موضع واسو سالم، موضع سوجے کی، مدرسہ مفتاح العلوم بہاول نگر میں ادا کیے، تحصیل دیپال پور کے قصبہ فرید پور میں دار العلوم حنفیہ فریدیہ کے نام سے مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ ۱۹۴۵ء میں بصیر پور

تشریف لے آئے اور اسی سابقہ نام سے مدرسہ کا آغاز کر دیا۔ دار العلوم کی تعمیر وارتقا میں بڑے بڑے صبر آزما مراحل سے گزرنا پڑا، مگر آپ ہر موڑ پر ثابت قدم رہے اور ہر مشکل کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ محنت شاقہ، جہد مسلسل اور پوری لگن سے جرأت و ہمت اور استقامت کا مظاہرہ کرتے رہے تا آں کہ دار العلوم ایک وسیع و عریض عمارت میں ڈھل گیا۔ ۸۰ کمرہ جات، متعدد برآمدوں اور درس گاہوں پر مشتمل دومنزلہ عمارت اور وسیع ہال آپ کی ہمت مردانہ اور استقلال کا منہ بولتا ثبوت اور اہل سنت کے لیے عظیم سرمایہ ہے۔ [فتاویٰ نوریہ، جلد دوم سے ماخذ]

● حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ نے کم وبیش پچاس سال قرآن، حدیث، فقہ اور دیگر علوم وفنون کا درس دیا، جو حیات کے آخری لمحات تک جاری رہا، حتیٰ کہ جب حج مبارک کے لیے تشریف لے جاتے تو مقامات مقدسہ پر بھی حدیث اور تصوف کا درس دیتے۔ قید و بند کی صعوبتوں میں گرفتار ہوتے تو پس دیوار زنداں بھی درس و ہدایت کا باب کھلا رہتا۔ سفر و حضر، سب جگہ آپ کا شغل، یعنی علم کی خیرات بانٹنا جاری رہتا۔ درس و تدریس، تصنیف و تالیف اور افتاء و تبلیغ کے ذریعہ پوری عمر رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس طرح آپ سے فیض پانے والے مدرسین اور خطباء و واعظین علوم اسلامیہ کی تدریس و تبلیغ میں اپنے اپنے انداز میں معروف و مشغول ہیں۔

[فتاویٰ نوریہ، جلد اول، دوم، سوم چہارم]

● ۱۹۴۴ء، مطابق ۱۳۶۳ھ سے بخاری شریف کا دورہ شروع ہوا، جو پچاس سال تک صحاح اور دیگر مستند کتب احادیث سمیت جاری رہا۔ آپ نے تقریباً پچاس علوم وفنون میں تکمیل تدریس کی تھی، تو نصف سے زائد ان فنون کی تعلیم کا فیض طالبان علم و حکمت کے لیے جاری رکھا، ہر نوع کے طالب فیض یاب ہوتے رہے۔ آپ سے علم و حکمت، شریعت و طریقت اور سیرت و کردار کے جو سوتے پھوٹے، وہ جاری ہیں اور ان شاء اللہ مستقبل بعید تک جاری رہیں گے۔ [حوالہ ایضاً]

مداحین و معاصرین

کسی شخصیت کی علمی عظمت، عملی وجاہت، ملی خدمات اور تاریخی حیثیت کے تعین و تیقن کے سلسلہ میں ہم عصر مداحین و ناقدین کی آراء کو بڑی اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ سطور ذیل میں معاصرین کے اسماء اور "تاثرات و خراج تحسین" کے عنوان میں حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ کے بارے آراء، تاثرات ملاحظہ کریں، جو حضرت ممدوح کے اوصاف حسنہ اور خصائل و شمائل کی زندہ و تابندہ تعبیر و تفسیر ہیں:

- شیخ المشائخ قبلہ عالم پیر سید علی حسین شاہ، نقش لاثانی، علی پور سیداں شریف علیہ الرحمہ
- مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد حسین نعیمی علیہ الرحمہ، جامعہ نعیمیہ لاہور
- مفکر اسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری، سرپرست اعلیٰ تحریک منہاج القرآن لاہور
- مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
- قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی رحمہ اللہ تعالیٰ
- غزالی زماں امام اہل سنت سید احمد سعید شاہ کاظمی قدس سرہ العزیز
- استاذ الاساتذہ مولانا حافظ عطاء محمد چشتی بندیالوی علیہ الرحمہ، بندیال
- غازی ملت علامہ مولانا محمد احمد ابوالحسنات قادری علیہ الرحمہ
- عمدۃ العارفین حضرت پیر میاں علی محمد قدس سرہ العزیز، بسی شریف
- ابوالحقائق علامہ مولانا عبدالغفور صاحب ہزاروی قدس سرہ القوی
- سلطان المتقررین حضرت مولانا محمد عمر اچھروی قدس سرہ القوی
- حضرت مفتی شجاعت علی قادری، جسٹس وفاقی شرعی عدالت
- پیر طریقت صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ علیہ الرحمہ، آلومہار شریف
- شیخ القران علامہ مولانا ابوالبیان غلام علی اوکاڑوی علیہ الرحمہ، اوکاڑا
- خطیب پاکستان مولانا محمد شفیع اوکاڑوی قدس سرہ العزیز، کراچی
- اختر ملت حضرت پیر سید اختر حسین شاہ علیہ الرحمہ، علی پور سیداں شریف
- قدوۃ العارفین حضرت خواجہ فخر الدین چشتی سیالوی مدظلہ
- عمدۃ المناظرین علامہ مولانا شاہ عارف اللہ قادری قدس سرہ العزیز
- مفسر قرآن حضرت مولانا جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ الرحمہ، بھیرہ

قبولیت تامہ

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کو بیس مرتبہ سعادت حج وزیارت روضہ رسول مقبول ﷺ حاصل ہوئی۔ معروف ومشہور مقامات مقدسہ مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ کے علاوہ بغداد شریف، نجف اشرف، کربلا معلّٰی، کوفہ، بصرہ اور دمشق کی زیارات اور ان کے فیوضات سے مالا مال ہوتے رہے۔ مقبولیت وعشق بارگاہ مصطفوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام قبولیت تامہ اور فنافی الرسول کی علامتیں ہیں، اس کا ثبوت درج ذیل احوال سے حاصل کیجیے:

- حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کے وصال سے ایک دن پہلے یعنی ۱۴؍اپریل ۱۹۸۳ء کو جناب حافظ غلام حسین صاحب آف ملتان نے ایک خواب دیکھا اور مجھے سنایا (مجھے سنایا سے مراد حضرت صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری کی ذات والاصفات ہے) حافظ صاحب فرماتے ہیں:

"ایک سبزہ زار کے ایک حصے میں دریاں بچھی ہوئی ہیں، اچانک ایک طرف سے حضور سید عالم ﷺ مع صحابہ کرام علیہم الرضوان تشریف لا رہے ہیں۔ حضور سرکار دوعالم ﷺ دریوں کے بجائے سبزے پر جلوہ فرما ہو گئے ہیں اور یہ جملہ ارشاد فرمایا:

محمد نور اللہ ھو خادمنا

ھو خادمنا، ھو خادمنا

"محمد نور اللہ ہمارے خادم ہیں، وہ ہمارے خادم ہیں، وہ ہمارے خادم ہیں"---

گویا سرکار دوعالم ﷺ سند قبولیت سے نواز رہے ہیں۔ پھر حضور اقدس ﷺ نے آپ کے لیے طویل دعا فرمائی"---[فتاویٰ نوریہ، جلد سوم، صفحہ ۶۱]

- اسی طرح حضرت صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری صاحب نے فرمایا کہ آستانہ عالیہ حجرہ شاہ مقیم کے سجادہ نشین حضرت سید اعجاز علی شاہ صاحب قادری نے مجھ سے اپنا ایک خواب بیان کیا کہ میں دیکھتا ہوں:

"میرے بھائی کے ہاتھ میں سبز رنگ کی ایک دستار ہے، وہ انھوں نے مجھے دی اور کہا کہ رسول پاک ﷺ نے مجھے یہ دستار دے کر آپ کے پاس بھیجا ہے کہ اسے مولانا (حضرت فقیہ اعظم) کے سر پر رکھ دیں، میں نے اپنے بھائی سے پوچھا کہ حضرت صاحب کہاں ہیں؟ انھوں نے بتایا کہ اسی کمرہ میں تشریف فرما ہیں، میں نے حضرت کو وہاں موجود پایا اور حضور فداہ روحی ﷺ کی بھیجی ہوئی دستار آپ کے سر پر باندھ دی کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا کہ حضرت کو مدینہ منورہ روانہ کیا جا رہا ہے"---

[فتاویٰ نوریہ، جلد سوم، صفحہ ۶۲]

حضرت فقیہ اعظم اس خواب سے ایک دن قبل وصال فرما چکے تھے، ان دونوں خوابوں سے حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کی قبولیت خاصہ کا اعلان واضح ہو رہا ہے:

﴿ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ﴾---

تاثرات، اعتراف، خراج تحسین

- شیخ المشائخ قبلہ عالم پیر سید علی حسین شاہ علیہ الرحمہ علی پور سیداں شریف نے فرمایا:

''حرمین شریفین میں حضرت علامہ نور اللہ بصیر پوری سے ملاقات رہی، بلاشبہہ علامہ تقویٰ و پرہیز گاری، علم و حکمت، سیرت و کردار اور فقر و انکسار کے پیکر تھے''---

[راوی محمد علی نقشبندی]

● غزالی زماں حضرت سید احمد سعید شاہ کاظمی علیہ الرحمہ نے فتاویٰ نوریہ پر تقریظ لکھتے ہوئے یوں خراج تحسین پیش کیا:

اعظم الفقھاء، الحبر، العلامہ، فضیلۃ الشیخ

آپ علیہ الرحمہ ہی نے فقیہ اعظم علیہ الرحمہ کا جنازہ پڑھایا تھا، اس وقت نم ناک و غم ناک حالت میں فرمایا:

''امام الفقہاء سیدی فقیہ اعظم کے وصال سے پورا ملک یتیم ہوگیا، ہم سب یتیم ہوگئے۔ علم اور تقویٰ دفن ہو رہے ہیں''---[فتاویٰ نوریہ، جلد سوم، صفحہ ۶۳]

● سراج الفقہاء حضرت مفتی سراج احمد قدس سرہ الصمد (م ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء) نے ایک استفسار کے جواب میں فرمایا:

''یہ فقیہ اعظم ہیں، علم کے بحر ذخار ہیں''---

[روایت مولانا ابوالضیاء محمد باقر نوری علیہ الرحمۃ، فتاویٰ نوریہ، جلد سوم، صفحہ ۶۵]

● عمدۃ العارفین حضرت میاں علی محمد قدس سرہ الصمد، بسی شریف (م ۱۳۹۵ھ-۱۹۷۵ء) نے ایک بار مولانا ابوالاسد محمد اللہ دتہ صاحب، فاضل حنفیہ فریدیہ سے استفسار فرمایا 'تم فقیہ اعظم کے شاگرد ہو؟' انہوں نے اثبات میں جواب دیا تو فرمایا:

''یہ تمہاری خوش قسمتی ہے کہ ایسے درویش کامل اور باعمل عالم کے شاگرد ہو، یہ بڑی سعادت ہے خدا کا شکر ادا کیا کرو''---

مزید فرمایا:

''حضرت مولانا بہت بڑے فقیہ بھی ہیں عالم بھی ہیں اور کامل بھی، ہمارے علاقہ میں مولانا جیسا جید و خدا ترس عالم کوئی نہیں''---[فتاویٰ نوریہ، جلد سوم، صفحہ ۶۶]

● ابوالکلام حضرت پیر سید فیض الحسن شاہ علیہ الرحمۃ آلومہاروی فرمایا کرتے تھے:

''فقیہ اعظم مولانا محمد نور اللہ صاحب دور حاضر کے امام ابوحنیفہ ہیں''---

[فتاویٰ نوریہ، جلد دوم، صفحہ ۳۸/جلد سوم، صفحہ ۶۷]

● شیخ القرآن ابوالبیان مولانا غلام علی اوکاڑوی مدظلہ نے فرمایا:

''اگر دیگراں علماء انداو اعلم العلماء بود، اگر دیگراں فضلاء انداو افضل الفضلاء بود، اگر دیگراں اصفیاء انداو رئیس الاصفیاء بود و اگر دیگراں مشائخ انداو شیخ المشائخ بود، ان کے فتووں کے اندر اجتہادی شان ہے، ان کی فقاہت اور ثقاہت کے بارے میں کوئی شک وشبہ نہیں'' --- (ملخص) [فتاویٰ نوریہ، جلد سوم، صفحہ ٦٧، خطاب ١٩ رمئی ١٩٨٣ء]

● مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد حسین نعیمی مدظلہ نے نیشنل سینٹر لاہور میں فتاویٰ نوریہ کے بارے میں تعارفی تقریب منعقدہ ۴ رجون ١٩٨٠ء میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''مفتی کے لیے چار چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے:

علمی وسعت، ایمانی فراست، دیانت اور تزکیہ نفس یعنی طہارت ظاہر و باطن

یہ چار چیزیں اگر مفتی میں ہیں تو وہ صحیح معنی میں رہنمائی کر سکتا ہے، حضرت فقیہ اعظم میں یہ چاروں (خوبیاں) بتمام و کمال پائی جاتی ہیں'' --- [فتاویٰ نوریہ، جلد سوم، صفحہ ۴٦]

● پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری بانی وسرپرست اعلیٰ تحریک منہاج القرآن، فتاویٰ نوریہ، جلد اوّل کے بارے میں تقریظ میں لکھتے ہیں:

''فتاویٰ نوریہ کے گرامی قدر مصنف فقیہ العصر مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ بصیرپوری کی شخصیت یقیناً اسلاف کی کامل نمائندہ ہے۔ یہ فتاویٰ بلا شک وشبہ فن افتاء کی تاریخ میں نمایاں قدر و منزلت کا حامل بن گیا ہے۔ یہ فتاویٰ کئی اعتبارات سے انتہائی اہم اور افادیت انگیز ہے۔ حضرت علامہ بصیرپوری کا علمی وفقہی تبحر، وسعت مطالعہ، صلابت رائے اور بے مثال تحقیق کا صحیح اندازہ (آپ کے فتاویٰ سے معلوم) ہوتا ہے'' ---

[فتاویٰ نوریہ، جلد اوّل، صفحہ ۴۵/ جلد دوم، صفحہ ۵١۳]

● استاذ الاساتذہ علامہ مولانا عطا محمد بندیالوی چشتی گولڑوی کا تاثر ہے کہ:

''آپ (حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ) بلند پایہ مفتی بھی تھے اور آپ کا فتویٰ پاکستان کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی مقبول عام تھا۔ چونکہ آپ سلسلہ عالیہ قادریہ کے مجاز تھے اس لیے مریدین ومتوسلین کا ایک عظیم حلقہ رکھتے تھے۔ آپ بلند پایہ مصنف بھی تھے، فتاویٰ نوریہ اس کی بہترین مثال ہے، اس سے آپ کا تبحر علمی واضح ہوتا ہے۔ جدید مسائل پر بحث بہت بڑا کارنامہ ہے'' --- (تلخیص)

[فتاویٰ نوریہ، جلد سوم، صفحہ ۴، ۵]

فخر طریقت حضرت خواجہ فخر الدین سیالوی چشتی کے منظوم تاثرات دیکھیے:

آں ابو الخیر زبدۂ اخیار
بود اندر علوم کوہ وقار
تاجدار ولایت عرفان
در دیار علوم دیں سردار
سینہ گنجینہ اش ز حب نبی
دلش از ذوق وشوق دیں سرشار [فتاویٰ نوریہ، جلد سوم، صفحہ ۶۴]

مذکورۃ الصدر اہل علم وفضل کے علاوہ بھی کثیر تعداد میں اہل علم وقلم نے نذرانہ عقیدت کے طور پر سرشاری قلم وفن کا مظاہرہ کیا ہے۔ ان میں شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی، جناب راجا رشید محمود، سید رضی شیرازی، جناب قمر یزدانی، جناب ڈاکٹر ظہور احمد اظہر، عمدۃ العلماء مولانا تابش قصوری، مصنف عظیم پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، پروفیسر خلیل احمد نوری، مولانا احمد علی قصوری، علامہ عبدالحکیم شرف القادری ایسی مقتدر شخصیات شامل ہیں۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

فتاویٰ نوریہ، آئینۂ انوار میں

محبی ومشفقی، صاحبزادہ بلند بخت حضرت محمد محب اللہ نوری، جگر گوشہ فقیہ اعظم مدظلہ نے دارالعلوم لاثانیہ سیالکوٹ کے لیے فتاویٰ نوریہ کی مکمل چھ جلدیں بطور عطیہ عنایت فرمائیں، جو لائبریری کی زینت ہیں۔ الحمد للہ کہ راقم السطور نے تمام جلدوں کے فتاویٰ کو ایسے پڑھا، جیسے اسباق پڑھے جاتے ہیں۔ فتاویٰ کے مطالعہ سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہوئی کہ دور حاضر میں فقہ کے موضوع، عنوان اور بیان کے لحاظ سے یہ فتاویٰ ایک انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتا ہے۔

خصائص کے لحاظ سے کہا جا سکتا ہے اور یہ کہنا مبنی بر حقائق ہے کہ:

- فتاویٰ نوریہ آیات قرآن، احادیث اور اقوال فقہاء وعلماء کی لاتعداد تصنیفات و تالیفات کے مآخذ پر مبنی ہے۔
- فتاویٰ نوریہ فرامین الٰہی، ارشادات نبوی اور ملفوظات اولیاء کا مجموعہ لازوال ہے۔
- فتاویٰ نوریہ کلام الملک ملک الکلام کا آئینہ دار ہے۔

- فتاویٰ نوریہ محققین، مدققین اور فقہاء کے لیے خزینۃ الحوالہ کی حیثیت رکھتا ہے۔
- فتاویٰ نوریہ بیک وقت علماء، فضلاء، صلحاء، واعظین، اساتذہ اور تلامذہ کے لیے گنجینہ بے بہا ہے۔
- فتاویٰ نوریہ ایمانی فراست، وسعت علمی، تزکیہ نفس اور دیانت تحریر کے اسرار سے لبریز ہے۔
- فتاویٰ نوریہ اہل سنت کے عقائد، مسلک، فیوضات روحانی اور طریقت وحقیقت کے انوار سے تاباں ہے۔
- فتاویٰ نوریہ حوالہ جات کی کثرت، تحریری تسلسل اور والہانہ ندرت کے لحاظ سے علم کا سرمایہ اور عمل کا خزانہ ہے۔
- فتاویٰ نوریہ اسماء الرجال، بلاغت، کلام، معانی کے مراجع سے لبریز ہے۔
- فتاویٰ نوریہ دور حاضر میں پیدا ہونے والے جدید مسائل کا لاجواب حل ہے۔
- فتاویٰ نوریہ میں عربی عبارات کو بے تکلف لکھنا، اردو عبارات کو بناوٹ سے پاک رکھنا، اسی طرح الفاظ ومعنی کے لحاظ سے بامقصد ہونا، فن تحریر اور ادب کا بہترین نمونہ ہے۔
- فتاویٰ نوریہ فقیہانہ عظمت کا علم بردار، خطیبانہ انداز کا شاہ کار اور ادیبانہ افکار کا مظہر ہے۔
- فتاویٰ نوریہ اطاعت گزاران باری تعالیٰ، محبانِ محبوب باری (علیہ الصلوٰۃ والسلام) اور عقیدت مندانِ صالحین کے لیے نعمت ایمان وعرفان اور دولت جاوداں ہے۔
- فتاویٰ نوریہ تقویٰ وپرہیزگاری کا سرمایہ، روح وایمان کی غذا اور اعمال حسنہ کا ذریعۂ کامل ہے۔
- فتاویٰ نوریہ اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ اِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰه کے انوار وتجلیات اور فیوضات کا مظہر تاباں ہے۔
- فتاویٰ نوریہ دشمنان دین اور باغیان اسلام کے لیے تیغ تاب دار ہے۔
- فتاویٰ نوریہ کی تمام جلدیں اور ہر جلد میں درج فتاویٰ رنگا رنگ علمی، روحانی اور اخلاقی پھولوں اور کلیوں سے مزین بہار کے مظہر ہیں۔
- فتاویٰ نوریہ کی تدوین وترتیب، تصحیح وتبویب، کتابت وطباعت اور کاغذ وجلد بندی اپنی مثال آپ ہے۔
- فتاویٰ نوریہ معروف مسائل پر مبنی رسائل کا مجموعہ ہے۔

- فتاویٰ نوریہ میں جدید مسائل کی تحقیق افقہ الفقہاء کے علم لدنی کی بیّن دلیل ہے، مثلاً: رویت ہلال، روزہ میں ٹیکہ، جسمانی اعضا کی پیوندکاری، جسم میں انتقال خون، ہوائی جہاز اور ریل گاڑی میں ادائیگی نماز، حج، شناختی کارڈ، پاسپورٹ کے لیے فوٹو کا جواز، نماز میں لاؤڈ سپیکر کا استعمال، گھڑیوں میں لوہے کی چین کے استعمال کے جواز جیسے مسائل کا حل، مجتہدانہ بصیرت سے پیش کیا گیا ہے۔

الغرض:

- فتاویٰ نوریہ جہاں فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کی علمیت، محبوبیت اور للّٰہیت کے انوار کا گنجینہ ہے، وہاں جانشین فقیہ اعظم حضرت صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری کی فتاویٰ نوریہ کے حسن طباعت اور حلقہ رسائی کی توسیع کے لیے جاں فشانی، خوب سے خوب تر کے لیے مدبرانہ مساعی لائق صد تحسین ہیں۔
- فتاویٰ نوریہ چھ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے، اس کے علاوہ آپ کی تصانیف کی تعداد تیس کے قریب ہے، ہر تصنیف اپنے مضمون کے حوالہ سے علمی و تحقیقی خزانہ ہے۔ تفصیل کے لیے فتاویٰ کی جلد دوم، صفحہ ۴۷، ۴۸ ملاحظہ کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔

فتاویٰ نوریہ اور عالی قدر مستفتیان

اگرچہ حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ سے ہر قسم کے عوام و خواص نے فتوے حاصل کیے اور ایمان و اعمال کو جلا بخشی مگر فتاویٰ نوریہ کے مطالعہ سے راقم السطور ورطۂ حیرت میں ڈوب کر رہ گیا جب فقہی مسائل میں استفادہ اور استفاضہ کے باب میں بڑی بڑی جلیل المرتبت شخصیات کے اسماء گرامی مرقوم پائے۔ یہ سب حضرات علم و فضل، حقیقت و معرفت اور تقویٰ و خدمات دین متین کے لحاظ سے اہل سنت کی عقیدتوں کے پیکر اور مرکز ہیں۔ آپ بھی ان اعاظم ملت کے اسماء پر نظر ڈالیے اور اپنے ذوق سلیم کے لیے فرحت و تازگی حاصل کیجیے:

۱ ضیاء الامت مفسر قرآن حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری، بھیرہ شریف
(فتاویٰ نوریہ، جلد چہارم، صفحہ ۸۸)

۲ پیر طریقت، اختر ملت پیر سید اختر حسین شاہ علیہ الرحمہ، علی پور سیداں شریف
(فتاویٰ نوریہ، جلد دوم، صفحہ ۱۲۵)

۳ ابو الحقائق حضرت علامہ عبد الغفور ہزاروی قدس سرہ القوی، وزیر آباد
(فتاویٰ نوریہ، جلد اوّل، صفحہ ۲۰۶)

۴ استاذ الاساتذہ حضرت علامہ محمد محب النبی قدس سرہ الولی (استاذ شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی صاحب)
(فتاویٰ نوریہ، جلداوّل، صفحہ ۲۳۸)

۵ خطیب پاکستان مولانا محمد شفیع اوکاڑوی علیہ الرحمہ، کراچی
(فتاویٰ نوریہ، جلداوّل، صفحہ ۳۷۴/جلدسوم، صفحہ ۱۱۴)

۶ ابوالکلام، خطیب ملت حضرت پیر سید فیض الحسن شاہ آلومہاروی علیہ الرحمہ
(فتاویٰ نوریہ، جلدسوم، صفحہ ۴۵۲)

۷ عمدۃ العلماء حضرت علامہ مولانا علی محمد نوری علیہ الرحمہ، وہاڑی
(فتاویٰ نوریہ، جلداوّل، صفحہ ۵۱۵، صفحہ ۵۳۶/جلدسوم، صفحہ ۴۵۲)

۸ شیخ القرآن ابوالبیان علامہ مولانا غلام علی اوکاڑوی مدظلہ، اوکاڑا
(فتاویٰ نوریہ، جلدسوم، صفحہ ۳۲۷)

۹ عمدۃ الفضلاء حضرت مولانا قاضی غلام محمود علیہ الرحمہ، جہلم
(فتاویٰ نوریہ، جلداوّل، صفحہ ۱۳۵، صفحہ ۴۵۰/جلددوم، صفحہ ۳۶۲، صفحہ ۳۶۵
جلدپنجم، صفحہ ۱۴۳، صفحہ ۲۵۵)

۱۰ استاذ العلماء والفضلاء حضرت علامہ مولانا غلام مہر علی صاحب، منڈی چشتیاں
(فتاویٰ نوریہ، جلدسوم، صفحہ ۴۱۲/جلدپنجم، صفحہ ۱۵۸)

۱۱ عمدۃ الفضلاء مولانا مفتی غلام سرور قادری، لاہور
(فتاویٰ نوریہ، جلداوّل، صفحہ ۳۱۹، ۳۲۰)

۱۲ پیر طریقت شیخ الحدیث مولانا ابوالنصر منظور احمد شاہ ہاشمی، جامعہ فریدیہ ساہیوال
(فتاویٰ نوریہ، جلداوّل، صفحہ ۱۲۶، صفحہ ۲۵۲، صفحہ ۳۰۹)

۱۳ عالم جلیل حضرت مولانا محمد اعظم صاحب چک سواری، آزادکشمیر
(فتاویٰ نوریہ، جلددوم، صفحہ ۶۷)

۱۴ عمدۃ الفقہاء والصلحاء علامہ مولانا غلام معین الدین نعیمی علیہ الرحمہ
(فتاویٰ نوریہ، جلدسوم، صفحہ ۱۹۳)

۱۵ خطیب پاکستان علامہ محمد شریف نوری قصوری علیہ الرحمہ
(فتاویٰ نوریہ، جلدسوم، صفحہ ۲۶۴)

۱۶ مناظر اسلام مولانا سید مراتب علی شاہ صاحب
(فتاویٰ نوریہ، جلد چہارم، صفحہ۱۹۸)

۱۷ مناظرِ اہل سنت علامہ مولانا سید پیر فیض الحسن شاہ صاحب تنویر علیہ الرحمہ،
جامعہ فیض العلوم فقیر والی (فتاویٰ نوریہ، جلد ششم، صفحہ۳۳۹)

۱۸ پیر طریقت فخر العلماء مولانا محمد فیض الرحمٰن علیہ الرحمہ، انتالی شریف
(فتاویٰ نوریہ، جلد سوم، صفحہ۲۰۲)

۱۹ عمدۃ الفضلاء حضرت علامہ مولانا عبد الکریم علیہ الرحمہ نعیمی، دار السلام ملفت گنج،
فرید پور، مشرقی پاکستان (فتاویٰ نوریہ، جلد اوّل، صفحہ۱۴۷)

۲۰ عمدۃ العلماء حضرت علامہ مولانا مفتی کمال الدین علیہ الرحمہ، دار السلام ملفت گنج،
فرید پور، مشرقی پاکستان (فتاویٰ نوریہ، جلد اوّل، صفحہ۱۴۹)

۲۱ عمدۃ الافاضل حضرت مولانا مفتی سید شجاعت علی قادری علیہ الرحمہ جسٹس
وفاقی شرعی عدالت نے ایک طویل سوال نامہ پر فتویٰ حاصل کیا۔

علاوہ ازیں کئی تنظیمات، جامعات اور انجمنیں اجتماعی انداز میں بھی فتاویٰ سے سرفراز ہوتی رہیں۔ تفصیل ملاحظہ فرمائیں:

جامعہ نعیمیہ، کراچی	(فتاویٰ نوریہ، جلد دوم، صفحہ۱۴۳)
جامعہ رضویہ ضیاء العلوم، راولپنڈی	(فتاویٰ نوریہ، جلد دوم، صفحہ۱۲۷)
جمعیت علمائے پاکستان	(فتاویٰ نوریہ، جلد دوم، صفحہ۱۹۱)
ماہ نامہ نور وظہور، قصور	(فتاویٰ نوریہ، جلد سوم، صفحہ۴۳۳)
رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ	(فتاویٰ نوریہ، جلد سوم، صفحہ۴۶۸)
انجمن حزب الاحناف، لاہور	(فتاویٰ نوریہ، جلد سوم، صفحہ۱۴۳)
ماہ نامہ نوری کرن، بریلی	(فتاویٰ نوریہ، جلد اوّل، صفحہ۳۵۴)
نور المدارس، منڈی یزمان	(فتاویٰ نوریہ، جلد سوم، صفحہ۴۸۸)
مدرسہ امینیہ رضویہ، لائل پور (فیصل آباد)	(فتاویٰ نوریہ، جلد سوم، صفحہ۱۶۹)

حتی کہ حرمین شریفین سے بھی فتاویٰ نوریہ سرفراز ہوا، اہل محبت نے فتاویٰ کے لیے حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ سے استفادہ کیا۔

مکہ معظمہ — حضرت قطب دین مولانا ابو نصر محبت علی صابری صاحب
(فتاویٰ نوریہ، جلد سوم، صفحہ ۱۷۴)

مدینہ منورہ — محترم حاجی محمد اسمٰعیل صاحب
(فتاویٰ نوریہ، جلد دوم، صفحہ ۲۰۶)

مدینہ منورہ — محترم مولانا حافظ رحمت علی المدنی صاحب
(فتاویٰ نوریہ، جلد اوّل، صفحہ ۴۳۶)

حضرت فقیہ اعظم کو مدینہ منورہ کی پرنور فضاؤں، مسجد نبوی کے پرانوار مناروں اور گنبد خضراء کے جنت بار سایہ میں بخاری شریف کا درس دینے کی سعادت بھی حاصل ہوئی:

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حضرت فقیہ اعظم کی ملی خدمات

- جمعیت علمائے پاکستان
- جماعت اہل سنت پاکستان
- تنظیم المدارس (اہل سنت) پاکستان
- سنی کانفرنس بنارس (۲۷ تا ۳۰ راپریل ۱۹۴۶ء)
- جہاد کشمیر، ۱۹۴۸ء
- تحریک نفاذ نظام مصطفیٰ، ۱۹۷۷ء
- سنی کانفرنس، ٹوبہ ٹیک سنگھ، ۱۹۷۰ء
- سنی کانفرنس ملتان، ۱۹۷۸ء
- میلاد مصطفیٰ کانفرنس راولپنڈی، ۱۹۷۹ء

اس کے علاوہ دیگر ملکی، ملی مسائل اور حالات میں قائدانہ سرپرستی اور نمایاں شرکت آپ کی زندگی کے روشن باب ہیں، جن کو مجمل لکھنا، مفصل وطوالت کی ہی تفسیر ہے۔ انتخابات میں حصہ لینا، مختلف مواقع پر قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنا اور کسی دنیوی طاقت کے خطرے کو خاطر میں نہ لانا، آپ کی جرأت و پامردی کے واضح ثبوت ہیں، جو وابستگان، اہل محبت اور متبعین کے لیے مشعل راہ ہیں۔

سیرت و کردار

● حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز اپنے دور میں علم و فضل، تقویٰ و پرہیزگاری، خلوص و ایثار، محبت و مروت، ہمت و استقامت، تحمل و بردباری، سادگی و انکساری، اطاعت و وفاداری اور تنظیم و تدبر میں یکتائے روزگار تھے۔ سنجیدگی و متانت، عفو و درگزر، شفقت و ملنساری اور احترام و وقار کا پیکر عظیم تھے۔

● حضرت فقیہ اعظم نور اللہ مرقدہ، فنافی الرسول اور فنافی حب مدینہ تھے۔ تلامذہ کو فقہ، حدیث، تفسیر کے اسباق پڑھاتے ہوئے ذکر باری تعالیٰ سے لطف اندوز ہوتے، ذکر مصطفوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کرتے تو عاشق زار کی طرح اضطراب و بے قراری میں مرغ نیم بسمل کی طرح تڑپتے، آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمے ابلنے لگتے اور حضرت خواجہ غلام فرید علیہ الرحمہ چاچڑاں شریف کے اس شعر میں فرقت اور طلب وصل میں ڈوب ڈوب جاتے:

کوئی یار سنہڑا گھل وے دن بیتے گزرے
میرا جاوے نہ جوبن ڈھل وے دن بیتے گزرے

● آپ کی پوری زندگی عشق رسول، اتباع حبیب لبیب اور اسوۂ کامل سے عبارت تھی، ہر ہر عمل میں فرمان الٰہی، سنت نبوی کو ملحوظ خاطر رکھنا، وصف کامل تھا۔ عبادت و ریاضت تقویٰ و طہارت کو نگاہ میں رکھتے۔ خود بھی شب بیدار اور تہجد گزار تھے اور مریدین، تلامذہ اور متوسلین کو بھی اس عمل پر استقامت کی تاکید فرمایا کرتے تھے۔

● مدینہ منورہ کی یاد میں بے قرار اور گاہے پر اسرار کیفیت سے دوچار ہوتے۔ اسباق کے دوران میں ذکر حبیب ہوتا یا شہر حبیب کا تذکرہ، تو آنسوؤں کی جھڑیاں لگ جاتیں، بار بار مدینہ منورہ کا ذکر کرتے۔ اہل بیت اطہار اور آل پاک کا ذکر آپ کے دل کی بہار اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کا ذکر جمیل آپ کے نزدیک غذائے روح تھی۔

● حضرت فقیہ اعظم اعلی اللہ درجاتہ جامع الصفات شخصیت تھے، بیک وقت مدرس بھی تھے اور منتظم بھی، ژرف نگاہ مفتی بھی تھے اور عالی ظرف محدث بھی، صاحب حقیقت مفسر بھی تھے اور فقیہ العصر بھی۔ عالی مرتبت عالم بھی تھے اور صاحب خبر شیخ بھی۔

● حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ عقائد و مسلک میں منارۂ نور، طریقت و حقیقت میں مرشد کامل وعظ و خطبہ میں لا ثانی واعظ، فراست و متانت میں عظیم مدبر، تعلیم و تعلم میں بے مثل مدرس،

معاملات معاشرت میں مصلح اور ناگزیر عملی سیاست کے اہم اور نازک موڑوں پر معاملہ فہم اور جرأت مند سیاست دان ثابت ہوئے۔

● تلامذہ پر شفقت ونرمی، اساتذہ کا احترام، اعزہ سے صلہ رحمی، اہل برادری کے ساتھ حق قرابت کے ساتھ ساتھ، ہر نیک وشریف انسان سے حسن سلوک کرنے والے عظیم انسان تھے۔ جس قدر کوئی شخص نیک فطرت، مخلص طبع اور ایثار پیشہ نظر آتا، اسی قدر اس پر شفقت ورحمت فرما ہوتے۔

● تلاوت قرآن، درود شریف، اذکار اولیاء، تدریس علوم دین اور اصلاح احوال قلوب میں مصروف رہتے۔ نماز پنج گانہ با جماعت، بکثرت نوافل، تہجد گزاری اور مخلوق خدا کی بھلائی، رہنمائی اور خدمت گزاری کے خوگر تھے۔

● سادہ و بے تکلف معمولات حیات تھے، سادہ لباس، سادہ غذا، سادہ گفتگو کو پسند کرتے، نخوت وغرور، فاخرانہ لباس اور ظاہری ٹیپ ٹاپ سے نافر اور ایسے اعمال سیئہ کے خوگر انسانوں سے دور ہی رہتے۔

● الغرض لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ کا نمونہ، فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ کے شرف سے متصف اور کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کی معیت قرب میں فنافی الرسول وفنافی اللہ کے مقام لاثانی ولا فانی سے سرفراز تھے۔ [از فتاویٰ نوریہ، جلد دوم، سوم، چہارم]

لاثانی یادگاریں

حضرت فقیہ اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے بے مثل کردار کی تین یادگاریں ملک وقوم اور متوسلین و محبین کے لیے سرمایہ ایمان وایقان ہیں:

اول: دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور، جس کے بارے سطور گزشتہ میں ذکر کیا جاچکا ہے۔

دوم: فتاویٰ نوریہ، فتاویٰ کے بارے جدا عنوان سے ہدیہ تبریک پیش کردیا گیا ہے۔

سوم: وہ مقتدر علماء وفضلاء جو آپ کے تلامذہ تھے، ان میں سے بے شمار حضرات مدارس کے مہتمم یا شیوخ الجامعات، شیوخ الحدیث، شیوخ القرآن، شیوخ الفقہ، قابل قدر اساتذہ کا کردار ادا کررہے ہیں۔ بعض نامور خطیب ومقرر، مصنف ومولف اور بعض سیاست کی پرخار وادی میں بھی آبلہ پا ہیں۔ ان کے اسماء کا شمار اگرچہ میرے لیے ممکن نہیں مگر نمونہ از خروارے کی مثل چند اسماء ملاحظہ فرمائیں:

اوّل: وہ شخصیت قابل ذکر ہے جو والد تھے، مربی تھے، استاذ تھے اور شیخ بھی تھے۔

میری مراد عمدۃ العلماء حضرت مولانا ابوالنور محمد صدیق علیہ الرحمہ ہیں، جنھوں نے اوّلین دورہ حدیث میں بطور طالب علم شرکت کی اور فرزند دل بند کے لیے عظمت وشرف کا نشان چھوڑ گئے۔

علاوہ ازیں استاذ العلماء ابوالضیاء مولانا محمد باقر نوری، شیخ الفقہ مولانا صاحبزادہ محمد نصراللہ نوری، شیخ الحدیث مولانا محمد رمضان المحقق النوری، استاذ العلماء مولانا ابوالظفر منظور احمد، خطیب ملت مولانا محمد شریف نوری قصوری، استاذ العلماء مفتی محمد اکبر محمود پوری، شیخ الحدیث حضرت مولانا ابوالنصر منظور احمد ہاشمی، علامہ احمد علی قصوری، علامہ ابوالفیض علی محمد نوری، مولانا حاجی غلام حسین نوری، حضرت مولانا خواجہ غلام حسین سدیدی، مولانا زید احمد نوری، علامہ محمد منشا تابش قصوری، پروفیسر خلیل احمد نوری، مفتی ضیاء الحبیب صابری، مولانا مفتی عبدالرحمٰن نوری، مفتی محمد اجمل نوری، مولانا محمد لطف اللہ اشرفی، مفتی احمد یار سیالوی، مفتی عبدالعزیز کوٹ رادھاکشن، مولانا محمد اسد اللہ نوری، مناظر اہل سنت مولانا عبدالعزیز نوری، مولانا شاہ محمد چشتی قصور، پروفیسر مولانا منظور حسین نوری ایم اے، مولانا محمد عارف نوری، مولانا حافظ نذیر احمد نوری، مولانا شبیر احمد ہاشمی وغیرھم۔

جگر گوشۂ فقیہ اعظم محمد محب اللہ نوری

● حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کی اولاد امجاد میں پانچ صاحبزادے [۱] اور سات صاحبزادیاں ہیں، ان میں سے میرے مذکور وممدوح صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری ہیں۔ راقم السطور کا ان سے تعلق عقیدت وآگاہی عرصہ سولہ سال سے ہے۔ آپ نے انیس سال کی عمر میں معروف مفہوم کے مطابق تکمیل تحصیل علم سے فراغت پائی۔ دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف اور تنظیم المدارس (اہل سنت) پاکستان سے نمایاں کامیابی کی سندات حاصل کیں، دارالعلوم کے انتظام کی تربیت وتجربہ والد گرامی اور برادر اکبر سے حاصل کیے، بیس سال کی عمر میں ہی نائب مہتمم کے منصب پر فائز ہوئے، تیئیس سال کی عمر میں ۱۴ر فروری ۱۹۸۱ء میں والد گرامی حضرت فقیہ اعظم نے دارالعلوم کے کثیر فضلا کے اجتماع میں دارالعلوم کے مہتمم کے منصب جلیلہ پر سرفراز فرمایا اور تحریری سند سے نوازا، ۱۵ر جون ۱۹۸۱ء کو دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کے سالانہ اجلاس کے موقع پر ہزاروں علماء ومشائخ اور عوام کے مجمع میں آپ کو دستار خلافت واجازت سے اپنا جانشین و وارث علمی نامزد کرنے کا اعلان فرمایا۔

[۱]......دو صاحبزادے کم سنی میں وفات پا گئے تھے، جب کہ استاذ العلماء مولانا ابوالفضل محمد نصراللہ نوری رحمہ اللہ تعالیٰ کا وصال ۱۹۷۸ء میں ہوا اور مولانا ابوالعطاء محمد ظہور اللہ نوری نے ۲۰۰۵ء میں رحلت فرمائی۔

حضرت ممدوح مدظلہ بحمد اللہ ہمہ صفت موصوف ہیں۔ دینی، ملی، مسلکی خدمات اور علمی، عملی، عرفانی حسنات سے طالبان حقیقت کو بہرہ ور کر رہے ہیں، بیک وقت دار العلوم کے مہتمم، شیخ الحدیث اور مفتی کے منصب کی ذمہ داریاں سرانجام دے رہے ہیں۔ تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ تلامذہ کو نظم و ضبط کا خوگر بنانے کے لیے انجمن حزب الرحمٰن اور ماہ نامہ نور الحبیب بصیر پور کی سرپرستی کا عمل جاری رکھے ہوئے ہیں۔

- اپنے جلیل القدر، عظیم المرتبت والد گرامی حضرت فقیہ اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی وراثت علمی، دار العلوم کی تعمیر و ترقی کے علاوہ فتاویٰ نوریہ پر آپ نے خصوصی توجہ کرتے ہوئے حقیقی وارث ہونے کا حق ادا کر دیا ہے۔ فتاویٰ کی اعلیٰ قسم کی طباعت، اشاعت، تقاریظ، سیمینار، پبلسٹی اور معروف سکالرز سے مقالات کا حصول، نہایت قابل قدر و فخر مساعی ہیں، جو آپ کے علمی ذوق اور تحفظ وراثت پدری کے جذبات کا مظہر ہے۔
- قومی، ملی، ملکی، مسلکی، اصلاحی تحریکات و تنظیمات سے وابستگی اور وفاداری بھی حضرت صاحبزادہ صاحب طول عمرہ کی سیرت کے روشن باب ہیں۔

وفات، وصال، جنازہ و انتقال

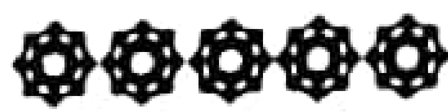
حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز یکم رجب المرجب ۱۴۰۳ھ، مطابق ۱۵/اپریل ۱۹۸۳ء، بروز جمعۃ المبارک، حیات مستعار کی ستر بہاریں گزار کر اہل طلب کو علم و حکمت اور حقیقت و معرفت سے سرشار فرما کر راہی ملک بقا ہوئے۔ اعزہ، تلامذہ، متوسلین احباء اور جاں نثاروں کو غمگین چھوڑ کر خلد نشیں ہو گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ

وصال کی خبر جان کاہ ریڈیو اور ٹیلے ویژن کے ذریعہ دوبار نشر ہوئی۔ اخبارات نے انتقال پر ملال کی خبر نمایاں سرخیوں سے شائع کی، ہر طرف صف غم والم بچھ گئی، ملک بھر سے عوام و خواص، علماء و فضلاء، صلحاء و اتقیاء، خطباء و واعظین، مقررین و نعت خوانان، اساتذہ و مدرسین، شیوخ القرآن، شیوخ الحدیث، مدارس کے مہتمم و منتظمین، پیران عظام و مشائخ کرام غرضے کہ ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے عوام و خواص بصیر پور کی طرف رواں دواں ہو گئے، تقریباً دو لاکھ کے انبوہ کثیر

نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔ جنازہ کے موقع پر اہل علم وقدر نے اپنے اپنے تعلق کی روشنی میں جذبات کا اظہار کیا، ہر طرف مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمِ کی پکار نظر آتی تھی۔مختلف اہل قلم کے جذبات کی عکاسی فتاوٰی میں اور دیگر تصانیف کے اوراق پر رقم ہے۔

نماز جنازہ غزالئ زماں رازئ دوراں امام اہل سنت علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی قدس سرہ العزیز نے پڑھائی۔ ہزاروں افراد کی موجودگی میں آپ کو حوالہ قبر کیا گیا۔آپ کی قبر اطہر پر عظیم الشان بلند وبالا گنبد تعمیر کیا گیا ہے، جو حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ کی عظمت ورفعت کا مظہر، مرجع خلائق اور اہل محبت وعقیدت کے لیے مرکز طمانیت وسکون ہے۔

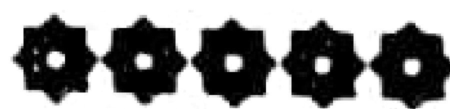


کون بھولے گا تیرا پیار فقیہِ اعظم

اللہ اللہ ترا کردار فقیہِ اعظم — میٹھی میٹھی تری گفتار فقیہِ اعظم
فیض یاب شہ لولاک گھرانہ تیرا — ہر طرف ہیں تیرے انوار فقیہِ اعظم
علم و عرفان کا ہے آج بھی چشمہ جاری — ذات تیری ہے گہر بار فقیہِ اعظم
دولتِ عشقِ نبی تو نے لٹائی ہے سدا — کون کر سکتا ہے انکار فقیہِ اعظم
تجھ کو حاصل ہوا لاریب حضوری کا شرف — تجھ پہ راضی ہوئے سرکار (ﷺ) فقیہِ اعظم
جس کو تجھ سے ہوئی نسبت وہ ہوا ہے نوری — کون بھولے گا ترا پیار فقیہِ اعظم
ہیں نگاہوں میں مری نور کے جلوے رقصاں — تیرا جب سے کیا دیدار فقیہِ اعظم
ہم نے دیکھے ہیں محبّ اللہ میں جلوے ترے — ہے مکمل ترا شاہکار فقیہِ اعظم
آج در پر ہے ترے، تیرے غلاموں کا ہجوم — کیا سجا ہے تیرا دربار فقیہِ اعظم
ابر رحمت کے برستے رہیں تربت پہ تری — تیرا مہکا رہے گلزار فقیہِ اعظم
جان و دل سے ترا دیوانہ و شیدائی بنا — جس نے دیکھا تجھے اک بار فقیہِ اعظم

نوری میخانے سے اک جام اسے بھی مل جائے
ہے نیازیؔ ترا مے خوار فقیہِ اعظم

الحاج عبدالستار نیازیؔ



جانشین امام ابوحنیفہ --- حضرت فقیہ اعظم

سید محمد فاروق شاہ قادری

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

صدر گرامی قدر!

معزز حاضرین!

ایک ایسی محفل میں شرکت میرے لیے اعزاز کی بات ہے۔ جس میں ایک ایسے اہل اللہ اور اجتہادی شان کے عالم دین کی لائق رشک زندگی کی یاد اور حسن عمل کا تذکرہ ہورہا ہے۔ جس نے نمود و نمائش سے آزاد اور سیاست کی سرکس اور ناٹک سے دور رہتے ہوئے اپنی پوری زندگی صرف قال اللہ اور قال رسول اللہ ﷺ میں گزار دی۔

میں اپنی مختصر گزارشات فقیہ اعظم مفتی محمد نور اللہ علیہ الرحمہ کی زبان حال سے جگر کے اس شعر کے ساتھ کرتا ہوں:

اپنا زمانہ آپ بناتے ہیں اہل دل
ہم وہ نہیں کہ جن کو زمانہ بنا گیا

کوئی شک نہیں کہ سب سے مشکل اور اہم کام انسانوں کی اس بھیڑ اور مخلوق کے اس ہجوم میں انسانوں کی تلاش ہے، علامہ اقبال نے فرمایا تھا:

قدم اندر تلاش آدمی زن
خدا ہم در تلاش آدمی ہست

جھوٹی تعریف کرنے والوں کے منہ میں خاک، میں فقیہ اعظم مولانا محمد نوراللہ بصیرپوری سے ذاتی شناسائی کے حوالے سے عرض کرتا ہوں کہ ان کی پیشانی میں سیدنا ابوبکر صدیق کی صداقت، سیدنا عمر فاروق کی عدالت، سیدنا عثمان غنی کی حیا اور سیدنا علی مرتضٰی کے علم کی جھلک تھی، وہ عبداللہ بن مسعود کے تفقہ، ابوذر غفاری کی درویشی، امام ابوحنیفہ کی ژرف نگاہی اور احمد بن حنبل کے تقویٰ وطہارت کے امین تھے۔

اگر قدرت اپنے خودکار نظام کے تحت وقتاً فوقتاً ایسے اعاظم رجال پیدا نہ کرتی تو انسانیت کی یہ بغیر بریکوں والی گاڑی کب کی پاش پاش ہو چکی ہوتی۔ ایسے ہی لوگ اس دھرتی کے باسیوں کے لیے مرکز محبت اور کعبۂ شوق کی حیثیت رکھتے ہیں۔ سیدنا غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے انہی لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:

هُمْ حُرَّاسُ القُلُوب، جواسيسُ الارواح، الامناء على السرائر و الخفيات، المطلعون على ما اضمرت في بواطن العباد و انطوت عليه النيّات---

''وہ دلوں کے نگران، روحوں کے شناسا، بھیدوں کے امین، سینوں میں چھپی ہوئی باتوں اور دلوں کی تہ میں موجود نیتوں سے باخبر ہیں''---

اگر فقیہ اعظم مفتی محمد نوراللہ ایسے لوگوں کے انفاس کی خوش بو، ان کی سیرت و کردار کی تابندگی، زبان کی شرینی اور خدمت خلق کے جذبے نے ہر دور میں اسلام کو تازہ حرارت اور تابندگی نہ بخشی ہوتی تو اسلام محض ایک سیاسی پروگرام بن کر رہ جاتا اور کچھ بعید نہیں کہ اقتدار کے ختم ہونے کے بعد ہر جگہ سے اسے اسپین کی طرح اپنا بوریا بستر لپیٹنا پڑتا۔ ایسے ہی پاکیزہ انفاس لوگوں سے اس دھرتی کا بھرم اور وقار قائم ہے۔

فقیہ اعظم ایک گم نام قصبے میں پیدا ہوئے اور اسی طرح کے ایک دوسرے قصبے کو انھوں نے اپنا مسکن بنایا۔ میری دانست میں قدرت اپنی نیرنگیوں کا تماشا دکھانے کی خاطر بسا اوقات ایسا کرتی ہے، تاکہ وہ ان شخصیات کے ذریعے ان کے زمانے، عہد، ماحول اور مسکن کو اعزاز اور سرفرازی عطا کرے۔ صائب نے کیا خوب کہا ہے:

ہماں بہتر کہ لیلیٰ در بیاباں جلوہ گر باشد
ندارد تنگنائے شہر تاب حسن صحرائی

بصیرپور میں اور کوئی خوبی یا کمال ہو نہ ہو، اس کی اس خوبی اور کمال کا انکار کون کر سکتا ہے کہ اس میں جانشین امام ابوحنیفہ فقیہ اعظم مولانا محمد نوراللہ نے اپنا ڈیرہ جمایا اور اسے رشد و ہدایت اور ایمان و ایقان کی برسات سے جل تھل کر دیا۔

فقیہ اعظم کا تعلق علم و ادب کے اس قافلے سے تھا جس نے چودہ سو سال سے مسلمانوں کے ایک اسلامی و تہذیبی ورثے کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دیا ہے، یہی وہ قافلہ ہے جس نے 1857ء کے جہاد آزادی کی تاریخ جان کے نذرانوں اور پھانسی کے پھندوں کی شکل میں رقم کی، اسی قافلے کی باقیات صالحات نے تحریک پاکستان میں روح پھونکی اور قائداعظم کے ساتھ تحریک پاکستان میں ہراول دستے کا کردار ادا کیا۔

انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ گزشتہ پچاس سالوں میں اور تو کچھ کام ہوا نہیں، ایک کام ضرور ہوا ہے اور وہ یہ کہ قیام پاکستان کے اسباب اور محرکات کے بارے میں خلط مبحث اور ژولیدہ فکری پیدا کرنے کی کوششیں ہو رہی ہیں، اس قدر غبار اڑایا جا رہا ہے کہ منزل کے سنگ میل کے دھندلانے کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے، گویا:

شد پریشاں خوابِ من از کثرتِ تعبیر ہا

اس کارِ بے خیر کے لیے مذہب کا نام لینے والوں کی بے توقیری یا کم از کم پاکستان کی تحریک سے ان کی لاتعلقی یا مخالفت ضروری ٹھہری، توڑ ھال کے لیے ایک مکتب فکر علماء کے کردار کو تمام علماء کے کردار کے طور پر بار بار نمایاں کیا جانے لگا، کوئی شک نہیں کہ علماء کے ایک چھوٹے مکتب فکر نے نے پاکستان کی مخالفت کی اور اس نے ببانگ دہل متحدہ قومیت کا نعرہ بلند کیا، غالباً علامہ اقبال نے ایسے ہی فقہاء کے لیے رب العالمین سے فریاد کی تھی:

بآں قوم از تو مے خواہم کشادے
فقیہش بے یقینے کم سوادے
بسے نا دیدنی را دیدہ ام من
مرا اے کاش کہ مادر نہ زادے

مگر یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ یہ علماء کا وہی گروہ تھا جس نے بعض عقائد و نظریات کی طرح اس نازک موقع پر بھی مسلمانوں کی واضح اکثریت سے اپنا راستہ الگ اختیار کیا، لسانی اور وطنی بنیادوں پر قومیت کا یہ نظریہ خصوصاً علماء کی طرف سے، اگر ناسمجھی کی بناء پر تھا تو باعث تعجب ہے اور اگر سوچ سمجھ اور جان بوجھ کر اختیار کیا گیا تھا تو مزید حیرت اور افسوس کا باعث ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

ان کنت لا تدری فتلک مصیبة
و ان کنت تدری فالمصیبة اعظم

باقی سواد اعظم کے علماء و مشائخ نے تحریک پاکستان کو عوامی نعرے اور مطالبے کی شکل دینے میں جس یک جہتی، لگن، ولولے اور جذبے کا مظاہرہ کیا ہے، وہ تاریخ کا ان مٹ حصہ ہے، اگر ان

خدا مست درویشوں کی شبانہ روز جدوجہد نہ ہوتی تو یہ تنہا بیوروکریسی سرول اور خان بہادروں کے بس کی بات نہ تھی۔

پاکستان کی تاریخ جس عنوان سے بھی کی جائے وہ نہ مولانا حسرت موہانی کی چکی کی مشقت کے بغیر مکمل ہوگی اور نہ برصغیر کے کونے کونے میں مولانا عبدالحامد بدایونی کی شعلہ بیانی کے بغیر پوری ہوگی۔ سرحد میں مطالبۂ پاکستان کو جو پذیرائی ملی، وہ پیر صاحب مانکی شریف اور پیر زکوڑی شریف کے بغیر ممکن بھی تھی؟ کانگریس کے گڑھ، سندھ سے اسمبلی کے ذریعے پاکستان کے حق میں قرارداد منظور کرنے والے پیر عبدالرحمٰن بھرچونڈی شریف کی تاریخی خدمات کو کس طرح نظر انداز کیا جا سکتا ہے؟

1925ء سے 1946ء کی آل انڈیا سنی کانفرس منعقدہ بنارس تک، برصغیر کے طول وعرض میں پاکستان کے مطالبے کی خاطر جو یادگار کانفرنسیں ہوئیں وہ اسی کاروانِ شوق اور قافلۂ محبت کی مساعی جمیلہ کی مرمون منت ہیں، جو شروع سے سواد اعظم کی نمائندگی کرتا رہا ہے۔

بحمد اللہ پاکستان بنانے والوں کے اخلاف زندہ ہیں اور جاگ رہے ہیں، وہ ان لوگوں کی امیدیں پوری نہیں ہونے دیں گے جو اسے بنانا آج تک گناہ سمجھتے ہیں۔ کیا بات کہی اسد ملتانی مرحوم نے:

رہیں نہ رند یہ واعظ کے بس کی بات نہیں
تمام شہر ہے، دو چار دس کی بات نہیں

میرے نزدیک امام اہل سنت فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں کے بعد فقیہ اعظم حضرت مولانا محمد نور اللہ دوسرے بڑے حنفی عالم دین ہیں جنھوں نے جم کر اتنا بڑا تدریسی ادارہ قائم کیا، اس میں سے ہزاروں کی تعداد میں علماء، دانش ور اور مفکر پیدا کیے اور فتاویٰ نوریہ کی شکل میں ایک فقہی انسائیکلوپیڈیا مرتب کیا۔ ان کے تحقیقی کام کو دیکھ کر انسان ہیبت زدہ ہو جاتا ہے کہ اتنا کام تنہا ایک شخصیت نے کیوں کر انجام دیا ہے۔ مگر یہ تو ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

فقیہ بڑا وسیع المعنیٰ لفظ ہے، اس سے مراد صرف نماز، روزے اور طہارت کے احکام جاننے والا نہیں، بلکہ اس سے مراد تمام دینی علوم پر ماہرانہ دسترس کے ساتھ ساتھ قوت فکر اور استدلال اور استنباط کی صلاحیتوں سے بہرہ ور اور تقویٰ وطہارت سے آراستہ دانش ور ہے، جو ایک اعتبار سے مجتہد بھی ہوتا ہے کہ نئے مسائل کے بارے میں غور وفکر سے راہیں نکالتا ہے، یہ ہر کہ ومہ کے بس کی بات نہیں۔ علامہ اقبال نے فرمایا تھا:

ز اجتہاد عالمانِ کم نظر
اقتدا بر رفتگاں محفوظ تر

فقیہ اعظم کے فتووں میں توسع، سہولت، وقت اور حالات کی رعایت اور کشادہ شاہراہ فراہم کرنے کے حیرت انگیز نمونے ملتے ہیں، ان کے علم میں آورد نہیں آمد کی پلٹ ہے۔

مجھے علم نہیں کہ روشن خیالی کی گردان کرنے والوں کی مراد اس لفظ سے کیا ہے؟ تاہم اگر وہ مذہب کو ''ویدانت'' کی طرح صلح کلی کا ملغوبہ نہیں سمجھتے، بلکہ اس کی کھینچی ہوئی کسی بھی لکیر کے قائل ہیں، تو انہیں چاہیے کہ وہ صاف بتائیں کہ وہ خدائی دین کی کون سی شق میں یہ ترمیم کرنا چاہتے ہیں۔

اسلام نے **من قال لا الٰہ الا اللّٰہ** کا ایک وسیع حصار قائم کیا ہے، اس میں یقینی، قطعی اور ناقابل تغییر احکام انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں، باقی اس حصار میں رہتے ہوئے غور وفکر کی راہیں اس نے کھول دی ہیں۔ حکومت سازی کتنا اہم مسئلہ ہے، چاروں خلفائے راشدین کا انتخاب علیحدہ علیحدہ طریقوں سے ہوا ہے، پابندی تھی تو صرف یہ کہ حکومت کے عہدے سنبھالنے والے بہر قیمت دیانت، امانت، تقویٰ اور خدا خوفی کی صفات سے بہرہ ور ہوں۔ اس کا صاف معنی یہ ہے کہ طریق انتخاب میں ہمیں آزادی ہے مگر دیانت وامانت والی حد ہم نے کراس نہیں کرنی۔ ہم صلاحیتوں کو ڈگریوں سے ناپتے ہیں، جب کہ اسلام انھیں کردار سے مشروط کرتا ہے۔

میں فقیہ اعظم مولانا نور اللہ بصیر پوری کی درویشانہ زندگی اور ان کی عظمت کردار کے حوالے سے جرأت کرتے ہوئے اپنے علماء ومشائخ کے بعض نوجوان جانشینوں سے دردمندانہ گزارش کرتا ہوں کہ آپ کے اسلاف، امت کے سب سے بلند منزل منصب یعنی منبر رسول پر بٹھائے گئے ہیں، آپ ان لوگوں کے نام لیوا ہیں جن کے دروازوں پر بڑے بڑے باجبروت شہنشاہ گھنٹوں کھڑے رہتے تھے اور انھیں باریابی نہیں ملتی تھی، آپ ان مسندوں پر فروکش ہیں جن سے ہر وقت یہ صدا بلند ہوتی رہتی تھی:

کیا عشق نے سمجھا ہے، کیا حسن نے جانا ہے
ہم خاک نشینوں کی ٹھوکر میں زمانہ ہے

آخر یہ کیا ہے کہ تخت حکومت پر وقت کا ابن زیاد آئے یا حجاج، آپ کے مشائخ کنونشن برسات کے خودرو پودوں کی طرح ابھرنا شروع کر دیتے ہیں، عام مسلمان آپ سے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور امام احمد بن حنبل کی عزیمت یا امام اعظم کی حکومت سے کنارہ کشی کے کردار کی توقع رکھتے ہیں، جنھوں نے یہ فرمایا تھا کہ اگر حکومت مجھے مسجد کے ستون گننے کے لیے کہے تو میں یہ بھی نہیں کروں گا۔

جاگیرداری، سرمایہ داری اور طاقت کی حکمرانی کے اس کھیل تماشے کو آپ نے کس طرح اصل کام سمجھنا شروع کر دیا ہے؟ آپ عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کے تعلیم وتعلم، اصحاب صفہ کی للّٰہیت اور ابوذر غفاری کی جاہ ومال سے دوری کو مشعل راہ کیوں نہیں بناتے؟

اصلاح وتبلیغ کا بے کراں پیغمبرانہ کام جدید تقاضوں کا مطالبہ کر رہا ہے، اس دور کے مسائل انتہائی گھمبیر اور ہوش ربا ہیں، زمانہ قیامت کی چال چل رہا ہے، دنیا غربت بھوک، جنگ اور کمزور کو ہڑپ کرنے کی پالیسیوں کی وجہ سے سسک بلک رہی ہے، اب اگر مگر سے بات نہیں بنے گی، زکوٰۃ، عشر نافذ کر دینے سے ریاست، فلاحی ادارے میں تبدیل نہیں ہوگی، اگر آپ کے پاس ان سلگتے مسائل کا حل ہے تو آگے بڑھیے:

پیش کر غافل اگر کوئی عمل دفتر میں ہے؟

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے فک کل نظام ''تمام فرسودہ نظام ہائے زندگی کو اکھاڑ پھینکو'' تب بات بنے گی، کا پروگرام دیا تو علامہ اقبال نے فرمایا:

تا تہ و بالا نہ گردد ایں نظام
دانش و تہذیب و دیں سودائے خام

مفتی محمد محب اللہ نوری صاحب! آپ اپنے طور پر انتہائی پڑھے لکھے افراد پر مشتمل ایک بورڈ تشکیل دیں، جو علامہ اقبال کی خواہش کے مطابق نئے مسائل اور حالات وضروریات کو سامنے رکھتے ہوئے اسلام کے معاشی اور اقتصادی نظام کا از سر نو جائزہ لے۔ اس کا عنوان حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد ہونا چاہیے کہ اگر فرات کے کنارے ایک کتا بھی بھوک سے مر گیا تو اس کی جواب دہی مجھ پر ہے۔ اب وقت آ گیا ہے کہ ہم پیٹ کے مسئلے کو مال و دولت کی ناجائز ہوس کے خلاف حضرت ابوذر کے احتجاج، امام ابو حنیفہ کے مزارعت کے خلاف تاریخی فتوے، برصغیر کی زمینوں کے بارے میں شیخ جلال الدین تھانسیری کے موقف اور صوفیہ کے ''غم ہیچ ندارم کہ نہ دارم ہیچ'' کے نظریے کی روشنی میں حل کریں۔ سرمایہ دار، جاگیردار اور افسر شاہی، مذہبی لوگوں کو اپنے مقاصد کے لیے کافی استعمال کر چکی ہے، اب یہ کاروبار بند ہونا چاہیے۔

میں ممنون ہوں کہ آپ نے میری گزارشات تحمل کے ساتھ سنیں، میرا پیغام نظیری کی زبان میں محبت اور صرف محبت ہے جہاں تک پہنچے:

جز محبت ہر چہ بردم سود در محشر نداشت
دین و دانش عرض کردم کس بہ نیم جو نہ خواست
ہر عمل را اجر می سنجید در میزانِ حشر
قیمت چشم پر آبم چشمۂ کوثر نداشت



فقیہ اعظم حضرت علامہ محمد نور اللہ بصیر پوری رحمہ اللہ تعالیٰ

لاہور آرٹس کونسل، شاہراہ قائد اعظم لاہور کے الحمراء ہال نمبر 1 میں
مؤرخہ 4/ اپریل 2005ء کو منعقد ہونے والی ''فقیہ اعظم کانفرنس'' میں
ڈاکٹر نور احمد شاہتاز، پروفیسر جامعہ کراچی نے اپنا مقالہ پیش کیا---

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم و بہ نستعین

صاحبانِ علم وفقہ!

حضراتِ علماءِ کرام!

آج کی یہ فقیہ اعظم کانفرنس ایک ایسے وقت میں منعقد ہو رہی ہے جب تدبر فی القرآن و السنۃ اور تفقہ فی الدین کی ضرورت، ہر لحاظ سے، ازمنۂ ماضیہ سے کہیں زیادہ ہے۔

ہمارے ممدوحِ محترم--- حضرت فقیہ اعظم محدث بصیر پوری--- کی شخصیت کا تصرف دیکھیے کہ دنیا سے پردہ فرمانے کے باوجود علماء و طالبانِ فقہِ اسلامی کی سرپرستی کس انداز سے فرما رہے ہیں کہ جو شہر شیطانِ اعظم نے پتنگ بازی اور محرمات پر دست درازی کے لیے منتخب کیا ہے، اسے فقیہ اعظم نے اس فقہی کانفرنس کے ذریعہ کردار سازی کے لیے چنا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اناساگر کے اس مقام پر فروکش ہوئے جہاں شرک کا غلغلہ تھا اور دیوی دیوتاؤں کی پوجا عروج پر تھی۔ آپ نے نغمۂ توحید بلند کرنے کے لیے گویا اسی جگہ کا انتخاب فرمایا، جہاں اللہ کا نام لینا، راجۂ وقت کو نہایت ناگوار تھا۔ قبلہ صاحب زادہ مفتی محمد محبّ اللہ نوری صاحب مبارک باد کے مستحق ہیں کہ آپ نے بھی اس عظیم الشان فقہی کانفرنس کے لیے ایسے وقت اور ایسی ہی جگہ کا انتخاب کیا ہے، جہاں اسلام اور

مذہب کی بات کرنا، راجگانِ وقت کو نہایت بے کل کرتا ہے۔

امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے براہ راست فیض پانے والے حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شہر لاہور میں فقیہ اعظم کانفرنس کا انعقاد ایسے وقت میں، جب اس شہر کو سمجھ بوجھ اور بصیرت سے عاری کرنے کے لیے عالمی بھکاری سرگرم عمل ہیں اور مانگے تانگے کی دولت سے اس شہر کی خواتین کے سر سے دوپٹے اتروانے اور انہیں مردوں کی عقلوں پر ڈالنے کا ابلیسی فریضہ انجام دینے میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ ایسے میں اس شہر میں نورِ بصیرت عام کرنے کی تدبیر اور نور اللہ البصیر کی ضیاء پاشیوں کی تقریب نہایت بروقت اور مبارک اقدام ہے۔

حضرات گرامی!

حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایسی بزرگ ہستی تھے جو لومۃ لائم کی پروا کیے بغیر احکامات دین کی تشریح و تعبیر بلا لحاظ مناصب، بلا خوف بلا بل اور بلا رغبتِ سیم وزر فرماتے تھے۔ یہ اوصاف ان میں اس لیے تھے کہ وہ اللہ کے جوانوں میں سے ایسے جواں مرد تھے، جن کے بارے ایک مرد قلندر نے کہا ہے:

آئینِ جواں مرداں ، حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

جی ہاں وہ ایک جوان تھے، جبان نہیں تھے۔ وہ فقہ و فتاوی کے معاملہ میں اس لیے بے دھڑک تھے کہ اس کارِ خیر کے سلسلہ میں وہ اللہ سے اجر کے متمنی تھے۔ اللہ کے باغیوں سے مناصب کے طلب گار نہیں تھے۔

ان کے فتاویٰ میں ان کا قلم، طاغوت کے سر قلم کرتا اس لیے نظر آتا ہے کہ انہوں نے کبھی کسی طاغوتی طاقت کا طوق اپنے گلے میں ڈالنے کی بجائے، ہمیشہ قدوسی و جبروتی تمغے اپنے سینے پہ سجائے۔ اور وہ کبھی کسی ہاروت و ماروت سے جادوئے زرکش سیکھنے نہیں گئے بلکہ سحر زلف مصطفیٰ کے اسیر ہو کر ناموس مصطفیٰ کی حفاظت و تحفظ کی خاطر، اپنی جمع پونجی بھی بارہا غلامان مصطفیٰ کے قدموں پہ نچھاور کر دی۔

انہوں نے کبھی کسی ساہوکار سے ذاتی خرچ کی مد میں لکھوکھ وصول نہیں کیے، بلکہ تاجدار اغنیاء واصفیاء کے عطا کردہ عشق و محبت کے صکوک پر گزر بسر کی۔

آج بہت لوگ نمازیں پڑھتے پڑھاتے اور اپنی پیشانیوں پر محراب بناتے ہیں، مگر ان کے سجدے اوروں کو تو کیا، خود انہی کو فواحش و منکرات سے امن نہیں دے پاتے، اس لیے کہ رب قادر

للقرآن و القرآن یلعنه کے مصداق رب مصلی یصلی و الصلوۃ تلعنه ،نمازوں میں اثر اس لیے نہیں کہ نمازوں میں خشوع نہیں رہا اور اکثر جھکنے والی پیشانیاں ناصیاتِ کاذبات ہیں۔ شاعر مشرق نے انہی ناصیات کاذبات کے لیے کہا تھا:

تو جو سر بسجدہ ہوا کبھی تو زمیں سے آنے لگی صدا
تیرا دل تو ہے صنم آشنا ، تجھے کیا ملے گا نماز میں

مگر---حضرت فقیہ اعظم سجدہ ریز ہوتے تو چوں کہ علم ان کا اوڑھنا، بچھونا اور فقہ ان کے ماتھے کا جھومر تھا، اس لیے وہ سجدہ ریز ہوتے تو جبینِ فقہ و بصیرت زمین پہ جھک جاتی، اور غیب سے ندا آتی، ارفع راسک و اسئل تعط---

حضرات محترم! آج ہم جب فقیہ اعظم کی بات کر رہے ہیں تو یہ حقیقت بھی ذہن نشین رہے کہ فقیہ وہ ہوتا ہے جو پانچ علوم کا جامع ہو، یعنی (۱) علم الکتاب کا (۲) علم السنۃ کا (۳) علمائے سلف کے اقوال و آثار کا (۴) علوم عربیہ کا (۵) اور علمِ قیاس کا۔

فقیہ وہی ہے جو علامۂ علومِ پنج گانہ ہو، جو بدعات و منکرات اور کبائر سے مجتنب ہو اور صغائر اس کی نگاہ میں صغائر نہ رہیں، اس لیے کہ صغائر پر اصرار، مرتبۂ ثقاہت سے گرا دیتا ہے۔

پھر اسے کتاب اللہ کے حوالے سے یہ معلوم ہو کہ ناسخ و منسوخ، مجمل و مفسر، خاص و عام، محکم و متشابہ، کراہت و تحریم، اباحت و استحباب اور وجوب کی تفصیلات و مقتضیات کیا ہیں؟

سنت کے حوالے سے وہ جانتا ہو کہ احادیث صحیحہ و ضعیفہ، مردودہ و مقبولہ، مسانید و مراسیل کی تفصیلات و ترتیبات کیا ہیں۔

عربی زبان کے محاورات اور ان کے استعمالات کا علم، ایک فقیہ کے لیے اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ منطق میں کلیات و جزئیات، تصدیقات و تصورات، صغریٰ و کبریٰ اور حد اوسط وغیرہ کی شناخت لازم ہے۔

صحابہ و تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اقوال و آثار کے نتیجے میں جن احکام کی تصریح ہوتی ہے اور فقہاءِ امت کے فتاویٰ سے جن معاملات کی تشریح ہوتی ہے، ان سے کما حقہ واقفیت ایک فقیہ کے لیے ایسی ہی اہم ہے جیسی کہ ایک قانون دان کے لیے ماضی کے عدالتی فیصلوں اور بزبان قانون، اہم نظائر یا Precidences سے واقفیت۔

فتاویٰ نوریہ دیکھیے یا نوری کہکشاں کے ان زندہ و تابندہ ستاروں سے پوچھیے ، بحمدہٖ تعالیٰ ہمارے ممدوح و محترم قبلہ فقیہ اعظم ان تمام معیارات پر پورے اترتے نظر آتے ہیں۔ فتاویٰ نوریہ

کی زبان خود بتاتی ہے کہ یہ کسی ایسے سراپا سے متعلق ہے، جو خاکی نہیں، نوری تھا یا خَلقاً خاکی تھا مگر خُلقاً نوری تھا۔

حضرات محترم!

فتاویٰ نویسی یا کارِ افتاء انفرادی اجتہاد یا شخصی اجتہاد کی ایک صورت ہے اور کسی مجتہد یا فقیہ میں جن شرائط کا پایا جانا ضروری ہے، فقہائے کرام اور علماءِ اصولیین نے انہیں بڑی شرح وبسط سے بیان کیا ہے اور اس دورِ انحطاط میں ان شرائط کا حامل فقیہ ومجتہد کامل، چراغ لے کر ڈھونڈیے، تو بھی نہیں ملے گا۔ ہاں البتہ کچھ بندگانِ خدا ایسے ضرور ہیں جن کا دم بہر حال غنیمت ہے۔ البتہ ماضی قریب میں ایسی شخصیات حضرت قبلہ فقیہ اعظم بصیر پوری، حضرت قبلہ محدث اعظم لائل پوری اور ان سے قبل مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور مجددِ گولڑوی رحمہم اللہ تعالیٰ کی صورت میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

آج کے اس پرآشوب دور میں علوم وفنون کی جو کیفیت ہے وہ کسی پر مخفی نہیں۔ بہار شریعت اور شرح صحیح مسلم کے مفتی عام ہیں اور کتب فقہ وفتاویٰ پر دسترس رکھنے والے خال خال۔ مگر حیرت ہوتی ہے کہ جنھیں ٹی وی اور ٹیلے فون کتاب کھولنے کی فرصت نہیں دیتے، وہ بھی فقیہ بلکہ فقیہ ملت و فقیہ امت کہلانے کے لیے بے چین وبے قرار نظر آتے ہیں۔

حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خصائص میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ نے کبھی اپنے لیے کسی بڑے لقب کی تمنا کی، نہ کسی بڑے منصب کے لیے خود کو پیش کیا، وقت کے اجلہ علماء نے خود آپ کو فقیہ اعظم کے لقب سے ملقب فرمایا۔ مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج بڑے بڑے القاب کی حرص وہوس اس قدر ہے کہ ''من ترا حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو'' کے مصداق، اگر میں آپ کو محدث اعظم مان لوں تو آپ بھی مجھے فقیہ امت تسلیم کرلیں گے، کی ریت چل پڑی ہے۔

حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے شب وروز کا، عباداتِ معروفہ کے علاوہ سارا وقت، فقہی جزئیات کو سمجھنے سمجھانے اور خلقِ خدا کی فقہی ضروریات کو پورا کرنے میں صرف کیا۔ یہی وجہ ہے کہ فقہی مسائل پر ان کی نظر بڑی گہری ہے، انھوں نے اپنے فتاویٰ میں تیسیر کے پہلو کو ہمیشہ غالب رکھا۔ ٹرین میں نماز پڑھنے کے حوالہ سے ان سے دریافت کیا گیا تو آپ نے برملا لکھا:

> ''چلتی ریل گاڑی، چلتی کشتی کے مشابہ ہے کہ دونوں کسی جانور کے کھینچنے سے نہیں بلکہ ہوا و بھاپ کے ذریعہ سے چلتی ہیں اور کشتی باوجودے کہ پانی کے اوپر چلتی ہے اور زمین یا کسی ایسی ٹھوس چیز پر نہیں چلتی جس پر بلاواسطہ سجدہ یا قیام ہو سکے مگر پھر بھی اس میں

نماز جائز ہے، بحکم احادیث مرفوعہ وموقوفہ، مستدرک وسنن بیہقی ودار قطنی وغیر ہا'' ---

پھر فرماتے ہیں کہ:

''کشتی، سوار کے لیے بمنزلہ زمین اور کمرے کے ہے، اس کا چلنا مکان اور سوار کے تبدل کا موجب نہیں تو چلتی ریل بھی --- سوار کے لیے منزلہ زمین اور کمرے کے ہوگی..........'' ---

اس فتویٰ کے سلسلہ میں حضرت فقیہ اعظم نے جن کتب کا حوالہ دیا وہ نہایت معتبر ہیں، یعنی فتاویٰ قاضی خان، فتح القدیر، تبیین الحقائق، بحر الرائق، فتاویٰ ہندیہ، تنویر الابصار، فتاویٰ شامی، بدائع الصنائع، المبسوط، الکفایہ، مجمع الانہر، سراجیہ، الدر المنتقی وغیرہ۔

حضرت فقیہ اعظم فقہ میں حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مقلد ہیں لیکن وہ مقلد محض نہیں، بلکہ مجتہد مقلد ہیں۔ سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا احترام اوران کی جلالت شان کے آپ اس قدر گرویدہ ہیں کہ فرماتے ہیں:

''مسائل میں فتویٰ امام اعظم ہی کے قول پر دینا چاہیے..........'' ---

مگر جہاں کہیں شرعی ضرورت ہوتی آپ سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بجائے حضرات امام ابو یوسف وامام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے قول پر بھی فتویٰ دیتے تھے۔

آپ فقہ میں وسعت نظری کے قائل اور تنگ نظری سے کوسوں دور تھے۔ چناں چہ جب لاؤڈ اسپیکر نیا نیا ایجاد ہوکر ہندو پاک میں پہنچا تو اس کے استعمال پر طول طویل بحثیں چل نکلیں۔ اس کے عدمِ جواز پر لوگ دور کی کوڑی لائے، کسی نے لکھا کہ اسپیکر سمندر پار کفار کا تیار کردہ ہے اور اسے کفار اپنے معابد ومجالس کفریہ میں استعمال کیا کرتے ہیں، لہٰذا یہ جائز الاستعمال نہیں۔ آپ نے فرمایا:

''اسلام ایسی تنگ نظری اور چھوت چھات کا قائل نہیں، اعلیٰ حضرت امام اہل سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے فتاویٰ میں اس مسئلہ کی بڑی وضاحت فرمائی ہے اور لکھا ہے کہ کسی شئ کا محل احتیاط سے دور یا کسی قوم کا بے احتیاط وشعور اور پروائے نجاست وحرمت سے مہجور ہونا، اسے مستلزم نہیں کہ وہ شئ یا اس قوم کی استعمالی خواہ بنائی ہوئی چیزیں مطلقاً ناپاک یا حرام وممنوع قرار پائیں'' --- [جلد ا، صفحہ ۴۵۴]

پھر لکھتے ہیں:

''یہ اعتراض نہایت ہی حیرت افزا ہے، ہم یہ جانتے ہیں کہ ہر شئ کا خالق حقیقی اللہ

تعالیٰ ہے، جس نے یخلق ما لا تعلمون فرماتے ہوئے نئی نئی ایجادات کے مفید و مباح ہونے کی ہدایت کر دی، جب تک کوئی خاص شرعی دلیل کسی خاص نو ایجاد چیز کو ناجائز نہ بنائے، اس وقت تک ناجائز کہنا جائز نہیں---اور صدہا آیات و احادیث سے یہ قاعدہ ثابت ہے کہ الاصل فی الاشیاء الاباحۃ"---[جلد۱، صفحہ۴۵۴]

لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کے حوالہ سے آپ کی تحقیقات نہایت مدلل اور قابل مطالعہ ہیں۔

جدید مصنوعات کے استعمال کے حوالہ سے حضرت فقیہ اعظم کا نقطۂ نظر بڑا واضح اور تیسیر کے اصول کے مطابق تھا، مگر حزم و احتیاط اس قدر کہ قرآن و سنت کی دلیل کو ہمیشہ مقدم رکھتے، پھر اقوال فقہاء و فتاویٰ کو دلیل بناتے---

کسی نے گھڑی کے چین کے استعمال سے متعلق دریافت کیا تو فرمایا:

"کہا جاتا ہے کہ دھات کے چین، زیور اور زینت کا سامان ہیں، لہٰذا ناجائز ہیں حالانکہ یہ کہنا بھی ظلم ہے---ہمارا رب جل وعلا فرماتا ہے کہ:

قل من حرم زینة اللّٰه التی اخرج لعباده---

"کوئی بھی چیز جس میں زیب و زینت ہو، صرف زیب و زینت کی وجہ سے مردوں پر حرام نہیں ہو سکتی"---

چین ہو یا گھڑی، عینک ہو یا چھڑی، مایا لگی دستار ہو یا اچکن، جن میں زیب و زینت پایا جاتا ہے، سب جائز الاستعمال ہیں"---

اس سوال کے جواب میں کہ گھڑی کا چین دھات کا بنا ہوا ہے اور لوہے سے بنا ہوا ہے، آپ نے لکھا:

"اگر دھاتوں کا پہننا حرام ہوتا تو ان کی سب استعمالی چیزیں جو پہنی نہیں جاتیں، حرام ہوتیں، جیسے لاری، گاڑی، کرسی، صوفے، حقے، چمٹے وغیرہ سب چیزیں حرام ہوتیں"---

پھر آپ نے اپنی تائید میں حدیث مبارکہ سے ایک شرعی قاعدہ بیان فرمایا:

"کہ الحلال ما احل اللّٰه فی کتابه و الحرام ما حرم اللّٰه فی کتابه و ما سکت عنه فهو مما عفا عنه"---[جلد۱، صفحہ۵۲۰]

حضرات محترم!

معاشرتی افراط و تفریط معاشرے کے ہر شعبہ پر اثر انداز ہوتی ہے اور ایسے ہی تعصب بھی

دین و دنیا کو متاثر کرتا ہے، آج کے روشن خیال دور میں بھی بعض لوگ ابھی تک ٹوپی بغیر عمامہ، عمامہ بغیر ٹوپی، جیسے مسائل میں الجھے ہوئے ہیں، حضرت فقیہ اعظم کے سامنے یہ مسئلہ پیش ہوا تو آپ نے نہایت عمدہ انداز میں اس افراط وتفریط سے نکلنے کی راہ بتائی --- آپ نے لکھا:

''ائمہ کرام اور فقہاء عظام نے کسی کتاب میں یہ نہیں فرمایا کہ اکیلی ٹوپی یا اکیلا عمامہ پہن کر نماز مکروہ ہے اور نہ ہی یہ فرمایا کہ نماز میں عمامہ بمع ٹوپی پہننا ضروری ہے، تو روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ حدیث رکانہ کا منشا وہ نہیں جو بعض لوگوں نے سمجھا ہے اور یہ تاویل کہ عمامہ سے مراد ٹوپی پر عمامہ ہے، محض غلط ہے'' ---

حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، مسلک امام اعظم ابوحنیفہ کے مطابق ایک متصلب سنی تھے، اکابر علماء بریلی سے آپ کو خاص نسبت تھی، آپ کے اساتذہ میں حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت علامہ سید دیدار علی شاہ صاحب الوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور دیگر علماء کرام کے نام آتے ہیں، جب کہ آپ کے مرشد و شیخ حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں --- یہی وجہ ہے کہ فقہ و فتاویٰ میں آپ نے ہمیشہ اپنے اکابر کا تتبع کیا ہے، لیکن کسی تعصب کے پیش نظر نہیں، بلکہ حق کو حق جان کر --- یہی وجہ ہے کہ آپ فرقہ وارانہ تعصبات سے ہمیشہ دور رہے اور کبھی کسی فرقہ کے پیروکار یا عالم کی کسی بات کو محض اس لیے غلط نہیں کہا کہ اس کا تعلق فلاں فرقہ سے ہے --- ایک فتویٰ کے جواب میں آپ نے لکھا:

''کسی دیوبندی کی سچی بات محض اس لیے جھوٹی نہیں ہو سکتی کہ وہ دیوبندی کی بات ہے'' --- [جلد ۱، صفحہ ۷۷]

حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے محض تقلیدی فتاویٰ جاری نہیں فرمائے اور نہ آپ محض ناقلِ اقوال و فتاویٰ تھے، جیسا کہ آج کل رواج ہے کہ بعض مفتیان کرام کی مفتیت محض دیگر فتاویٰ کی عبارات نقل کرنے سے عبارت ہے۔ حضرت فقیہ اعظم مفتی تھے مگر مجتہد مفتی۔ آپ نے اکابر علماء کے فتاویٰ بطور نظائر استعمال کیے مگر فتاویٰ اپنے اجتہاد سے صادر فرمائے۔

آج کل جدید طبقہ کے لوگ اجتہاد کی بہت بات کرتے ہیں اور خصوصاً ہماری عصری درس گاہوں اور جامعات میں پر جوش نوجوان اساتذہ کو اجتہاد کا ہیضہ کچھ زیادہ ہی ہے، ایسے ہی ایک مجتہد نے ٹی وی کی موج میں آ کر یہ اجتہاد فرمایا کہ نیل پالش لگانا جائز اور بے پردہ رہنا خصوصاً چہرے کو بے پردہ کرنا خواتین کے لیے نہایت ضروری ہے۔

آج کل یہ کہنے کی وبا عام ہے کہ اسلاف نے جو کچھ استنباط مسائل کیا تھا اور نہایت عرق ریزی

سے جو اصول وضوابط فقہ کے مرتب کیے تھے وہ سب بے کار ہو چکے ہیں اور فقہ کی تدوین نو کی اشد ضرورت ہے اور اس تدوین نو کے ایک پر چارک سے جب سوال کیا گیا کہ عورت کی امامت سے متعلق جناب کیا فرماتے ہیں تو انہوں نے کہا:

"قرآن وسنت میں اس کی کہیں ممانعت نہیں، اگر امت نے اسے اب تک جاری نہیں کیا تو یہ ایک الگ بات ہے"---

نمازوں میں اختلاط مرد وزن کے حوالہ سے ایسے ہی ایک روشن خیال نام نہاد مجتہد سے پوچھا گیا تو اس نے کہا:

"آخر اس میں حرج ہی کیا ہے؟ اور نماز تو سب پر فرض ہے، پھر اگر یہ فریضہ باجماعت مخلوط ادا کرلیا جائے تو کون سی قیامت آجائے گی؟"---

جی ہاں کوئی قیامت نہیں آئے گی--- کیوں کہ خواہش جو یہ ہے کہ:

محبوب بھی پہلو میں رہے یار بھی ہو خوش
یا رب کوئی ایسی ہی ادا ہم کو عطا کر

حیف ہے مولانا شبلی نعمانی کے خاندان کی ایک دختر باعث ننگ ملت اسلامیہ ہو---

حضرات محترم!

آج جدت پسندی کے نام پر قوم کو بے وقوف بنا کر اغیار سے دادِ تحسین وصول کرنے کی جو روش چلی ہے، اس میں بہنے کو ہر وہ شخص تیار ہے جسے روایت پسندی سے سروکار نہیں۔ لیکن یاد رکھنا چاہیے ہماری ایک تہذیب ہے، ہمارا ایک کلچر ہے، ہم روایتوں کے امین ہیں، ہمارے اسلاف نے جو روایات قائم کیں، انہیں چند سکوں کے عوض دے ڈالنا **و لا تشتروا بآیاتی ثمنا قلیلا** کے فرمان کے بموجب اللہ کے غضب وعتاب کو دعوت دینا ہے۔ ہمارے اسلاف کی یہ خوبی رہی ہے کہ انہوں نے روایت کو برقرار رکھا اور جدیدیت کی ہر اس لہر کی پر زور مخالفت و مذمت کی، جو لادینیت کے طوفان سے اٹھی تھی۔

حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فتاویٰ تو دیے، جدید دور کے لوگوں کی ضرورت کے پیش نظر، لیکن ان فتاویٰ میں آپ نے اسلاف کی روایات کی پاس داری کا بھی حق ادا کر دیا اور جدیدیت کو یہ کہنے کا موقع نہیں دیا کہ علماء قدامت پسند ہیں اور ان کے پاس جدید دور کے مسائل کا حل نہیں۔

جدید فقہی مسائل پر آپ نے اس وقت گفتگو کی جب ملک کے اکثر وبیش تر علماء خاموشی میں

عافیت خیال کر رہے تھے۔ انتقال خون اور عطیۂ خون کا مسئلہ پیش آیا تو آپ نے بروقت اس کے جواز کا فتویٰ دے کر اپنی علمی بصیرت کا ثبوت دیا اور احادیث مبارکہ سے خون دینے اور بالخصوص جان بچانے کی ضرورت کے پیش نظر خون دینے اور مجاہدین فی سبیل اللہ کو خون کی ضرورت پڑنے پر خون دینے کو تعاون علی البر والتقویٰ قرار دیا۔

ہومیو پیتھک دواؤں میں الکوحل کی آمیزش کے حوالہ سے آپ نے عدیم النظیر تحقیق پیش کر کے ایسی دواؤں کا استعمال جائز قرار دیا جن میں قلب ماہیت سے حرمت مرتفع ہو جاتی ہے یا جن میں ایسا الکوحل استعمال ہوا ہو جو اصلاً خمر کی تعریف میں نہیں آتا۔

کرنسی نوٹوں اور پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ جیسے مسائل پر آپ کی تحقیقات نے سنیت کی لاج رکھی اور اہل سنت بھی فخر سے سربلند ہو کر کہنے کے قابل ہوئے کہ ان کے ہاں بھی جدید مسائل پر غور وخوض کرنے والے موجود ہیں۔

حضرات گرامی!

حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے فتاویٰ میں صرف سائلین کے جوابات دینے پر ہی اکتفاء نہیں کیا بلکہ آپ نے ان سوالات کے جوابات کے ضمن میں بعض ایسے علمی نکات بیان کیے ہیں جو مستقبل کے مفتی کے لیے تشریح اصول کے اعتبار سے اسی طرح نہایت مفید ہیں جس طرح جج حضرات کی بیان کردہ آئین وقانون کی تشریحات وتعبیرات مستقبل کے ججوں کے لیے مشعل راہ ہوتی ہیں۔

چنانچہ حضرت فقیہ اعظم نے اپنے فتاویٰ میں اصول فقہ کی جو تعبیر وتشریح بیان فرمائی ہے وہ بلاشبہ فتویٰ نویسی میں ممد ومعاون ثابت ہو رہی ہے اور ہوتی رہے گی۔

سنت، فقہ اسلامی کا دوسرا بڑا ماخذ ہے، آپ نے سنت سے استدلال کے اصولوں کی تشریح کے ضمن میں ایک فتویٰ میں لکھا کہ:

> ''حدیث دانی صرف اس کا نام نہیں کہ ایک روایت سے حدیث کو دیکھ کر کوئی حکم لگا دیا جائے بلکہ طرقِ مختلفہ پر نظر کر کے نتیجہ نکالنا لازم ہے'' ---[جلد۴، صفحہ۶۴]

مستقبل کے مفتیان کرام کی تربیت ورہنمائی فرماتے ہوئے آپ لکھتے ہیں:

> ''مفتی کو صرف کتب ظاہر الروایہ میں منقول احکام پر جامد نہیں ہونا چاہیے بلکہ اپنے زمانہ کے احوال وواقعات کے پیش نظر فتویٰ دینا چاہیے، ورنہ لوگوں کے حقوق ضائع کرنے کا سبب بنے گا'' ---[جلد۴، صفحہ۴۷]

عرف کا اعتبار فقہ حنفی کی خاص خصوصیت ہے، چنانچہ عرف کے بارے میں حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

''آج عرف عام یہ ہے کہ رب المال اور مضارب دونوں شریک نفع ونقصان ہوتے ہیں تو فتوائے جواز چاہیے بلکہ لازم ولابدی ہے کہ جواز کا فتویٰ دیا جائے''---[جلد۴، صفحہ۷۵]

عرف کے بارے میں اپنی رائے کو مدلل کرنے کے لیے آپ نے ردالمحتار کے حوالے سے لکھا ہے کہ:

''لیس للمفتی و لا القاضی ان یحکما بظاھر الروایۃ و یترکا العرف''---[جلد۴، صفحہ۷۵]

عرف اور عادت کی مزید تائید کرتے ہوئے فقہاء کے بیان کردہ اس اصول کہ من لم یکن عالما باھل زمانہ فھو جاھل کی تشریح میں آپ نے لکھا:

''جسے اپنے دور کے لوگوں کے عادات واطوار معلوم نہ ہوں تو وہ جاہل ہے یعنی فتویٰ نہیں دے سکتا اور ہر زمانے اور ہر ملک کا عرف اپنا اپنا ہے، لہٰذا اسی کا اعتبار ہوگا''---[جلد۴، صفحہ۷۸]

معاشیات گو علماء کا موضوع خاص نہیں، مگر معاشی حوالہ سے پوچھے گئے سوالات پر بھی آپ نے قلم اٹھایا، چناں چہ جب بینک اور بینکاری کی مخالفت میں بعض علماء نے تمام حدود عبور کر لیں اور بینک کے ہر قسم کے لین دین کو حرام قرار دے دیا، حتیٰ کہ بینک کی ملازمت اور ملازمین سے تعلق ورشتہ داری تک کو حرام کہا، تو آپ نے مضاربت کے اصول پر بینک کے کاروبار کو جائز لکھا، چناں چہ آج بہت سے بینک مضاربت کے طریقے پر بینکاری کر رہے ہیں---

بینکوں کے ہر قسم کے کاروبار کو حرام ٹھہرانے پر راقم کو حیرت ہے، کیوں کہ اگر اپنے ملک کے تمام بینکوں کا کاروبار حرام، ان کی ملازمت حرام، ان کے ملازمین سے تعلق حرام ہو تو پھر اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جب تک ملکی معیشت اسلامی نہیں بنتی اس وقت تک اسلامی ممالک کے تمام بینک یا تو بند کر دیے جائیں جو کہ کئی وجوہ سے ناممکن ہے یا ان بینکوں کا کاروبار غیر مسلموں کے حوالہ کر دیا جائے، جو کہ کسی صورت قابل قبول نہیں یا غیر ملکی بینکوں پر اس وقت تک انحصار کریں جب تک اپنے بینک اسلامی نہیں بن جاتے، ظاہر ہے ایسا کوئی بھی فیصلہ وفتویٰ دانش مندانہ نہ ہو گا۔ حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس صورت حال کے پیش نظر نہایت عمدہ بات کہی، آپ نے فرمایا:

''پاکستانی بینکوں کے ہوتے ہوئے غیر مسلم بینکوں کی طرف میلان سے قومی اور ملکی وقار سخت مجروح ہوتا ہے''---[جلد۴، صفحہ۹۰]

وقت نے ثابت کر دیا کہ آپ کی رائے صائب تھی، وہ مفتیان کرام جو بینکوں کے کاروبار اور بینکاروں کے رشتہ دار بننے کو حرام کہتے تھے، آج خود کئی بینکوں کے مشیر اور کئی کے سرمایہ کار ہیں---

حضرات گرامی!

عجب طرفہ تماشا ہے کہ لوگ فقہ یعنی سمجھ بوجھ اور بصیرت عطا کرنے والے مذہب کے بارے میں یہ کہتے ہوئے ذرا عار محسوس نہیں کرتے کہ مذہب نئے ملینیم کے لوگوں کی ضروریات اور نئے دور کے تقاضوں کو پورا کرنے سے قاصر ہے۔ میں اس مفروضے کو کلی طور پر رد کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ مذہب اسلام بحمدہٖ تعالیٰ نہ صرف اس ملینیم بلکہ آئندہ بھی اگر کوئی ملینیم دنیا کو دیکھنا نصیب ہے تو اس کی ضرورت پوری کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہے۔ اگر کسی دور کے مسلمان علمی اعتبار سے بانجھ ہو جائیں اور اپنے مسائل کا حل مذہب سے نہ حاصل کر پائیں تو اس میں قصور ان کی اپنی صلاحیتوں کا ہے نہ کہ مذہب کی عدم صلاحیت کا۔

اسلام تا قیامت انسانوں کی نہ صرف مذہبی بلکہ تمام تر تمدنی ضروریات کو پورا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے، لیکن اگر ہمارا خیال یہ ہے کہ ہر آنے والے دور کی جہالت کو مذہب تہذیب و تمدن کی سند دے کر اس کا خادم بن جائے تو یہ ناممکن ہے۔ کیوں کہ مذہب خدا سے ہے اور خداوند کریم اپنے بندوں کی فلاح چاہتا ہے اور فلاح جہالت میں نہیں .... لہٰذا مذہب ہر دورِ جاہلی کی جہالت کو مٹانے کے درپے ہو جاتا ہے اور جب یہ جہالت مٹانے کے درپے ہوتا ہے تو یقیناً جاہلوں کا ساتھ نہیں دیتا بلکہ ان کی اصلاح کر کے انہیں ساتھ چلانے کی کوشش کرتا ہے اور اصلاح وہ چاہتے نہیں تو پھر وہ شور مچانے لگتے ہیں کہ مذہب نئے دور کا ساتھ دینے سے قاصر ہے۔

ایسے لوگوں نے مذہب کو شاید تھرمامیٹر یا مرغ بادنما سمجھ لیا ہے اور ان کا خیال ہے کہ مذہب کا کام یہ ہے کہ وہ ہر تغیر کا ساتھ دے اور ہر دور کا درجہ حرارت بتانے کا کام کرے، جب کہ مذہب درجہ حرارت بتانے کا نہیں بلکہ درجہ حرارت بنانے، قوموں میں حرارت پیدا کرنے اور انقلابات کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت پیدا کرتا ہے۔ اس کا کام مرغ بادنما کی طرح ہواؤں کا رخ بتانا نہیں، ہواؤں کا رخ متعین کرنے کا ہے۔

حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیسی مذہبی شخصیات اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر دور میں پیدا کی ہیں، جو اپنی خداداد صلاحیتوں سے قوموں کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیتی رہی ہیں، ان کا کام

ہر دور کی خرافات کو سند جواز فراہم کرنا اور اس پر اپنی مہر تصدیق ثبت کرنا نہیں ہوتا بلکہ ایسی فقہی شخصیات اپنی ذمہ داریوں سے آگاہ ہوتی ہیں اور وہ اپنے دور کی خرافات وخرافاتیوں کے خلاف شمشیر برہنہ ہوکر جہاد کرتی ہیں۔ یہ جہاد کبھی قلم سے ہوتا ہے، کبھی زبان سے، تو کبھی میدان جہاد میں تلوار سے۔ ہمارے اسلاف کی تاریخ ایسی مثالوں سے پر ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ آج کے نازک دور کے مفتیان کرام اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں، نئے دور کے تقاضوں پر نظر رکھیں، تیسیر کے اصول پر فتاویٰ دیں، مگر بنیادی اصولوں پر کبھی سمجھوتہ نہ کریں۔

آج کے دور کے فتن میں سے ایک بڑا فتنہ سیم وزر کا لالچ ہے، غیر مسلم اقوام کے گماشتے، صہیونی ایجنٹ اور گریٹر اسرائیل کے حامی، ہر عالم ومفتی کے لیے بظاہر بڑے نرم مگر بباطن اتنے ہی شدید مخالف ہیں۔ وہ علماء عصر کو سونے چاندی اور جواہرات سے تولنے کے لیے تیار ہیں بشرطیکہ علماء ان کے ایجنڈے پر آجائیں۔ میں خراج تحسین پیش کرتا ہوں علماء وقت کو اور بالخصوص تنظیم المدارس اہل سنت کے اراکین کو کہ وہ ہر پیش کش ٹھکرا کر تاحال علم وعلماء کا وقار قائم رکھے ہوئے ہیں۔ ناروے وامریکہ کی ضیافتیں بھی انہیں جادۂ مستقیم سے ہٹانے میں تاحال کامیاب نہیں ہوسکیں اور نہ کوئی منصب وعہدہ انہیں اسلاف کی ترجمانی کے حق سے محروم کرسکا ہے۔

آج کی یہ فقیہ اعظم کانفرنس اس بات کی متقاضی ہے کہ حضرت فقیہ اعظم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے فقہ اسلامی کی تشکیل جدید کا عمل جاری رکھا جائے، نت نئے مسائل پر گفتگو اور مذاکرات کے عمل کو تیز کیا جائے، نئے دور کے فقہی چیلنجز کو قبول کرنے کی بھرپور تیاری کی جائے اور اسلاف کی قائم کردہ روایات کو زندہ کیا جائے۔

حضرت علامہ مفتی محمد محب اللہ نوری دامت برکاتہم العالیہ اور بزم غلامانِ فقیہ اعظم کو رب العالمین اجر جزیل عطا فرمائے کہ انہوں نے اس فقہی اجتماع کا اہتمام کیا اور ہمیں حضرت فقیہ اعظم کی مجلس میں مدعو کرکے اہل علم کی صحبت میں چند ساعتیں گزارنے کا موقع بخشا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت فقیہ اعظم کے افکار وآراء سے امت مسلمہ کو تادیر مستفید ومستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور حضرت کے تلامذہ واخلاف کو فقہ اسلامی کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد



حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز

(صاحبزادہ) محمد محب اللہ نوری

مجمع علم وعرفاں، شیخ الحدیث والتفسیر حضرت فقیہ اعظم مفتی ابوالخیر محمد نوراللہ نعیمی قدس سرہ العزیز بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے ان مقبول اور برگزیدہ بندوں میں سے ہیں جن کا دوام جریدۂ عالم پر ثبت ہو چکا ہے۔آپ نسباً ارائیں، مسلکاً حنفی اور مشرباً قادری تھے۔آپ کے آباءواجداد صوفی مشرب، پاکیزہ سیرت اور صاحب دل بزرگ تھے۔آپ کی ولادت باسعادت ۱۶؍رجب المرجب ۱۳۳۲ھ بمطابق ۱۰؍جون ۱۹۱۴ء کو ہوئی۔ولادت سے قبل آپ کے بزرگوں کو دین مصطفوی کی شمع فروزاں کرنے والی عظیم شخصیت کے ظہور کی متعدد بشارتیں بذریعہ خواب اور بذریعہ مختلف اولیاء کرام مل چکی تھیں---

تعلیم و تدریس

ابتدائی تعلیم اپنے گھر پر حاصل کرنے کے بعد متحدہ ہندوستان کے دور دراز مقامات پر جاکر متعدد علماء کرام سے علوم عقلیہ ونقلیہ کی تحصیل کی۔اس سلسلے میں استادالعلماء حضرت مولانا فتح محمد جیبوی محدث بہاول نگری علیہ الرحمۃ (م۱۳۸۹ھ/۱۹۶۹ء) کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے---

آپ نے علوم عقلیہ ونقلیہ کی تحصیل کے بعد ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۳ء میں مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور میں داخلہ لیا، جہاں شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا سید محمد دیدار علی شاہ الوری علیہ الرحمۃ (م۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء) اور مفتیٔ اعظم پاکستان مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری علیہ الرحمۃ (م۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء) سے دورہ حدیث شریف پڑھا۔حضرت محدث الوری دورۂ

حدیث پڑھنے والوں کو اکثر فرمایا کرتے:

"اس بار تم مولانا محمد نور اللہ صاحب کی طفیل پڑھ رہے ہو"---

دورۂ حدیث مکمل کرنے کے بعد ۶ رشعبان ۱۳۵۲ھ، بمطابق ۲۳ رنومبر ۱۹۳۳ء کو سند و دستار فضیلت عطا کی گئی۔ اس موقع پر امام اہل سنت محدث الوری علیہ الرحمۃ نے آپ کو مطبوعہ سند کے علاوہ خصوصی اسناد سے بھی نوازا اور ابوالخیر کنیت عطا فرمائی۔ بعد میں مفتیٔ اعظم مولانا ابوالبرکات علیہ الرحمۃ نے آپ کو فقیہ زماں، محدث دوراں، فقیہ العصر، فقیہ النفس، مفتیٔ اعظم اور فقیہ اعظم وغیرہ جلیل القدر القاب سے ممتاز فرمایا۔ جن کی تفصیل کے لیے احقر کی تصنیف "سیدی ابوالبرکات رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکاتیب کے آئینے میں" کا مطالعہ کیا جائے۔ ان گوناں گوں اور متنوع القاب میں سے "فقیہ اعظم" کا لقب زبان زد خاص وعام ہے۔ اب فقیہ اعظم کہا جائے تو اہل علم اس سے آپ ہی کی ذات گرامی مراد لیتے ہیں---

حضرت فقیہ اعظم نور اللہ مرقدہ نے اپنی فطری ذکاوت وذہانت سے زمانہ طالب علمی ہی میں ذاتی مطالعہ سے کم وبیش پچاس علوم وفنون میں وہ مہارت حاصل کی کہ باید وشاید۔ آپ کے اساتذہ بھی آپ کی علمی استعداد اور صلاحیت وقابلیت کے معترف تھے---

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز نے تعلیم سے فراغت کے فوراً بعد درس وتدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ ۱۳۵۷ھ/ ۱۹۳۸ء میں تحصیل دیپال پور کے قصبے فرید پور میں دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کے نام سے مدرسے کی داغ بیل ڈالی۔ آپ کی قابلیت اور پُر تاثیر تدریس کا شہرہ عام ہونے لگا، جملہ علوم وفنونِ درسِ نظامیہ کی تدریس کا کام تنہا انجام دیتے رہے۔ کسی بھی فن کا درس ہوتا، طلبہ کے قلوب واذہان میں عشق مصطفیٰ ﷺ کی شمع فروزاں کرتے چلے جاتے---

طلبہ کی بڑھتی ہوئی تعداد ایک عظیم الشان علمی ادارے کی متقاضی تھی، جس کے لیے یہ جاگیردارانہ ماحول مناسب نہ تھا، اس لیے آپ ۱۳۶۴ھ/ ۱۹۴۵ء میں بصیر پور میں تشریف لے آئے۔ یہ پسماندہ علاقہ خصوصاً وہ خطۂ زمین جس پر اب دارالعلوم موجود ہے، قذاقوں کا مسکن تھا۔ آپ کے قدوم میمنت لزوم سے یہ خطہ علم وعرفان کا گہوارہ بن گیا---

حضرت سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز نے تقریباً پچاس سال قرآن وحدیث اور دیگر علوم وفنون کا درس دیا، اسباق کی پابندی فرمائی، تدریس سے آپ کو بڑا شغف تھا۔ چنانچہ جب حرمین شریفین کی حاضری سے بہرہ یاب ہوتے تو وہاں بھی تصوف وحدیث کا درس جاری

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ

رکھتے، اسی وجہ سے آپ محدثِ عرب وعجم کے لقب سے بھی مشہور تھے۔ جب سنت یوسفی پر عمل پیرا ہوتے ہوئے جیل میں جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں بھی درس وتدریس کا کام رہا۔ آپ نے درس حدیث کا سلسلہ آخر عمر تک جاری رکھا، آپ سے فیض یافتگان کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے، جو ملک کے گوشے گوشے بلکہ بیرون ملک بھی درس وتدریس، تصنیف وتالیف اور افتاء وتبلیغ کے ذریعے رشد وہدایت میں مصروف ہیں---

بیعت و خلافت

تعلیم سے فراغت کے بعد حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی کے دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت سے مشرف ہوئے۔ حضرت صدر الافاضل نے آپ کو اپنے سلاسل حدیث کی اسناد، مختلف اشغال واعمال اور اوراد ووظائف کی اجازت اور سلسلہ عالیہ قادریہ مکیہ کے علاوہ دیگر سلاسل میں بھی اجازت وخلافت سے نوازا---

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کی شخصیت اس قدر پُرکشش تھی کہ ان کی خدمت میں حاضری دینے والا ہمیشہ کے لیے دامِ عقیدت ومحبت میں گرفتار ہو جاتا۔ آپ سے متاثر ہو کر کئی بدمذہب اپنی بدعقیدگی سے تائب ہو کر مسلک اہل سنت کے مبلغ بنے۔ بے شمار لوگوں نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی، آپ کے مریدین ومعتقدین پاکستان کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی موجود ہیں---

تفقہ فی الدین

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز اپنے دور کی نادر روزگار شخصیت تھے، علم وفضل، تقویٰ و طہارت، تنظیم وسیاست اور ہمت واستقامت میں یکتائے روزگار تھے، یوں تو تفسیر، حدیث اور دیگر تمام مروج علومِ دینیہ میں کامل دسترس رکھتے تھے، لیکن فقہ میں آپ کو تخصص کا درجہ حاصل تھا، اس لیے آپ کے ہم عصر اکابر علماء نے آپ کو فقیہ اعظم تسلیم کیا---

فتاویٰ نوریہ کی چھ ضخیم جلدوں کے مطالعہ سے آپ کے تبحر علمی، وسعت نظر، عمیق مشاہدہ، قوت استدلال، صلابت رائے، جدت فکر اور فقہی بصیرت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ آپ کے اکثر فتوے اعلیٰ ترین تحقیقی مقالات کے معیار پر پورے اترتے ہیں، جن میں بیسیوں مآخذ سے رجوع کیا گیا ہے۔ ایک استفتاء کے جواب میں ضمناً آپ نے فرمایا:

"بفضلہ تعالیٰ مجھے التزام ہے کہ جب کوئی مسئلہ پیش آئے تو متعدد معتمداتِ

مذہب ضرور دیکھ لیا کرتا ہوں''---[فتاویٰ نوریہ، جلد۳، صفحہ۱۱۶]

اس قدر محنت اور تحقیق کے باوجود آپ نے عمر بھر کسی سے فتویٰ کے عوض ایک پائی بھی وصول نہ کی، جو کچھ کیا محض رضائے الٰہی کے لیے کیا۔ اسی طرح درس و تدریس اور امامت و خطابت کے فرائض بھی عمر بھر بغیر کسی ادنیٰ معاوضے کے للّٰہیت و خلوص کے ساتھ انجام دیتے رہے---

مرجع العلماء

عام طور پر عوام الناس مفتیان کرام سے شرعی مسائل دریافت کرتے ہیں مگر حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ کی طرف رجوع کرنے والوں میں بڑی تعداد ان حضرات کی ہے۔ جو بجائے خود محقق، مفتی، مدرس، دانش ور یا جید عالم دین تھے۔

مولانا محمد فیض الحبیب اشرفی فاضل دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف نے اس حوالے سے ''فقیہ اعظم ...... بحیثیت مرجع العلماء'' کے عنوان سے مقالہ تحریر کیا ہے، ان کے فراہم کردہ اعداد و شمار کے مطابق فتاویٰ نوریہ کی چھ جلدوں میں استفتاء کرنے والوں میں ایک چوتھائی سے زائد تعداد علماء اور دانش وروں کی ہے---

آپ کے ہم عصر اکابر علمائے کرام آپ کی اجتہادی بصیرت اور تبحر علمی کے قائل تھے، جب کوئی اہم معاملہ پیش ہوتا تو علماء آپ کی طرف رجوع کرتے---

جسٹس مفتی سید شجاعت علی قادری جج وفاقی شرعی عدالت آپ کی اجتہادی بصیرت کا یوں تذکرہ کرتے ہیں:

> ''حضرت کا علم و حلم، ورع و تقویٰ، فقاہت و اجتہاد مسلمہ امور ہیں لیکن جس امر نے مجھے فکری اعتبار سے ہمیشہ ان کے قریب رکھا ہے وہ حالات حاضرہ کے جدید تقاضوں کا گہرا شعور اور مسائل عصریہ کا مجتہدانہ حل پیش کرنے کی اعلیٰ ترین صلاحیت کا ان میں موجود ہونا ہے۔ ایک مرتبہ پچیس سے زائد مسائل پر مشتمل ایک سوال نامہ فقیر نے پاکستان کے اکابر علماء کی خدمت میں ارسال کیا، جس میں انتقال خون، اعضاء کی پیوندکاری، ٹیسٹ ٹیوب بے بی وغیرہ جدید مسائل کے بارے میں رائے طلب کی گئی...... حضرت مفتی صاحب (فقیہ اعظم علیہ الرحمہ) ان چند بزرگوں میں سے تھے جنہوں نے جواب کی زحمت برداشت کی، بلکہ صحیح یہ ہے کہ پوری دلچسپی سے معقول و مدلل جوابات صرف آپ ہی کے تھے''---
>
> [مکتوب بنام مولانا شبیر احمد ہاشمی، محررہ ۶ مئی ۱۹۸۳ء]

ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''حضرت فقیہ اعظم مولانا محمد نور اللہ صاحب قدس سرہ کی ذات والا صفات جامع کمالات تھی۔ آپ کا علمی تبحر، آپ کی فقہی بصیرت، آپ کا پاکیزہ کردار اور عمر بھر خدمت دین کی پُر خلوص جدوجہد، آپ کی وہ خصوصیات ہیں جن میں عہد حاضر میں شاید ہی کوئی آن کی ہم سری کا دعویٰ کر سکتا ہو---

آپ کے فتاویٰ نوریہ کی متعدد جلدیں تا ابد ان کے علمی اور فقہی انوار سے تاریک دلوں کو منور کرتی رہیں گی اور سالکان راہ محبت کے لیے خضر راہ کا کام دیتی رہیں گی''---

شیخ القرآن حضرت علامہ غلام علی اوکاڑوی علیہ الرحمہ نے حضرت کی جلالت علمی کا تذکرہ یوں کیا ہے:

''اگر دیگراں علماء اند او اعلم العلماء بود، اگر دیگراں فضلاء اند او افضل الفضلاء بود، لوگ فقیہ اعظم کہتے ہیں لیکن میں یہ کہنے میں کوئی باک نہیں سمجھتا کہ اگر دیگراں فقہاء اند او افقہ الفقہاء بود...... اگر دیگراں اصفیاء اند او رئیس الاصفیاء بود...... اگر دیگراں مشائخ اند او شیخ المشائخ بود...... فتویٰ کے اندر اگر میں یہ کہوں کہ وہ اصحاب ترجیح سے تھے تو مبالغہ نہیں ہوگا۔ ان کے فتووں کے اندر اجتہادی شان ہے، مجتہدانہ بصیرت ان کو حاصل تھی، ویسے تو (لا بد للمفتی ان یکون مجتھدا) ہر مفتی کے لیے مجتہد ہونا ضروری ہے لیکن حضرت فقیہ اعظم کے فتاویٰ کی اپنی شان ہے، ان کی بعض تحقیقات سے کسی کو اختلاف ہو تو الگ بات ہے لیکن ان کی فقاہت اور ثقاہت کے بارے میں کوئی شک وشبہ نہیں''---

[خطاب مورخہ ۱۹ مئی ۱۹۸۳ء بمقام دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف]

انہی اوصاف کے پیش نظر شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی علیہ الرحمہ نے آپ کو ''آیت من آیات اللہ'' کہا---

شہباز خطابت صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے آپ کو دور حاضر کا امام ابوحنیفہ قرار دیا---[مکتوب مولانا ابوالسرور منظور احمد نوری قصوری، بنام احقر]

چنانچہ نماز میں لاؤڈ سپیکر کا استعمال، انگریزی اور ہومیو پیتھی ادویات کا استعمال، جاں بلب

مریضوں کے لیے عطیہ خون، بچیوں کو لکھنے کی تعلیم دینے، ریل گاڑی اور ہوائی جہاز میں نماز، رویت ہلال، روزہ کی حالت میں انجکشن، بلغاریہ، ڈنمارک وغیرہ جہاں سال کے کچھ دن ایسے آتے ہیں جن میں غروب آفتاب کے جلد ہی بعد صبح صادق طلوع ہو جاتی ہے اور بعض وہ علاقے (قطب شمالی اور قطب جنوبی) جہاں چھ ماہ کا دن اور چھ ماہ کی رات ہوتی ہے، ایسے علاقوں میں نماز روزے اور دیگر تقریبات کے تعیُّن، حج کے لیے تصویر کا جواز، ایوبی دور میں عائلی قوانین پر مبنی پنجاب اسمبلی میں بیگم سلمٰی کے پیش کردہ بل پر تحقیقی رائے ایسے متعدد فتوے جن میں مستفتین بھی ملکی وغیر ملکی علمائے کرام اور دانش ور حضرات ہی ہیں---

آج بحمد اللہ تعالیٰ اکثر علماء کرام حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کی تحقیقات کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں، جیسا کہ آپ نے جب لاؤڈ سپیکر میں نماز کے جواز پر رسالہ مکبر الصوت تصنیف فرمایا تو آپ کے استاذ گرامی خلیفۂ اعلیٰ حضرت، حضرت علامہ سید دیدار علی شاہ محدث الوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے صاحبزادے تحریک پاکستان کے نامور رہنما غازیٔ کشمیر مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری نے جو بصیرت افروز پیش گوئی فرمائی تھی، وہ پوری ہو رہی ہے، آپ نے حضرت فقیہ اعظم کے نام اپنے ایک مکتوب گرامی میں تحریر فرمایا تھا:

''مولانا! آپ کی تحقیق انیق (مکبر الصوت) لائق تحسین ہے۔ ایک وقت آئے گا کہ تمام علماء لاؤڈ سپیکر لگا کر نماز پڑھائیں گے اور آپ کا فتویٰ تسلیم کیے بغیر کوئی چارہ نہ ہوگا''---

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز نے نہ صرف یہ کہ خود فقہی بصیرت سے مسائل جدیدہ کا حل پیش کیا بلکہ علمائے کرام کو بھی غور و فکر اور اجتہاد کی دعوت دی، ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

''کیا تازہ حوادثات و نوازل کے متعلق احکام شرعی موجود نہیں کہ ہم بالکل صُمٌّ بُکْمٌ بن جائیں اور عملاً اغیار کے ان کافرانہ مزعومات کی تصدیق کریں کہ معاذ اللہ اسلام فرسودہ مذہب ہے۔ اس میں روزمرہ ضروریات زندگی کے جدید ترین ہزارہا تقاضوں کا کوئی حل نہیں۔ **و لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم**...... یہ حقیقت بھی اظہر من الشمس ہے کہ کسی ناجائز اور غلط چیز کو اپنے مفاد و منشاء سے جائز و مباح کہنا ہرگز ہرگز جائز نہیں مگر شرعاً اجازت ہو تو عدم جواز کی رٹ لگانا بھی جائز نہیں، غرضیکہ ضد اور نفس پرستی سے بچنا نہایت ضروری

ہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ ہمارے ذمہ دار علمائے کرام محض اللہ تعالیٰ کے لیے نفسانیت سے بلند و بالا سر جوڑ کر بیٹھیں اور ایسے جزئیات کے فیصلے کریں......
مگر بظاہر یہ توقع تمنا کے حدود طے نہیں کر سکتی، اور یہی انتشار آزاد خیالی کا باعث بن رہا ہے...... انا للہ و انا الیہ راجعون---

[فتاویٰ نوریہ، جلد ۳، صفحہ ۵۴۴]

اتباع نبوی

حضرت فقیہ اعظم فنافی الرسول اور فنافی حب المدینہ تھے۔ آپ کی محفل میں حاضری سے شرف یاب ہونے والے اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ کے پیارے شہر مدینہ منورہ کا ذکر آتے ہی مرغ نیم بسمل کی طرح تڑپنے لگتے، درس حدیث دیتے ہوئے آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمے ابلنے لگتے، ایسا محسوس ہوتا کہ محبوب پاک ﷺ کے جمال جہاں آراء کے دیدار میں محو ہیں---

حضرت فقیہ اعظم نور اللہ مرقدہ کی پوری زندگی اتباع نبوی اور عشق مصطفوی ﷺ سے عبارت تھی۔ ان کا چلنا، پھرنا، اٹھنا، بیٹھنا، غرض ہر ہر ادا سنت مصطفیٰ کے مطابق تھی۔ عبادت و ریاضت اور تقویٰ و طہارت میں مقام رفیع پر فائز تھے۔ فرائض و واجبات کے علاوہ سنن و نوافل کا وہ اہتمام کہ باید و شاید۔ بچپن ہی سے تہجد کی عادت تھی، جس پر عمر بھر مواظبت فرمائی۔ مریدین و معتقدین کو بھی پابندی سے تہجد ادا کرنے کی تاکید فرماتے---

آپ نے عمر بھر اتباع نبوی اور شریعت مطہرہ پر پابندی کا درس دیا---

حضرت فقیہ اعظم باوقار، بارعب اور پرکشش شخصیت کے حامل تھے۔ آپ بچوں پر رحمت، طلباء پر شفقت اور بزرگوں سے مودت فرمایا کرتے تھے۔ آپ کی زندگی حافظ شیرازی کے اس شعر کا صحیح مصداق تھی---

آسائش دو گیتی تفسیر ایں دو حرف است
با دوستاں مروت با دشمناں مدارا

آپ اخلاقیات میں صاحب خلق عظیم کے مظہر اتم تھے۔ شخصیت کے اعتبار سے دیکھا جائے تو آپ کی ذات شرافت و متانت، جرأت و استقلال، ہمدردی و خیر خواہی، حلم و بردباری، بے لوثی و فرض شناسی، عالی ظرفی، علم و عمل، تواضع و انکسار، خدا ترسی اور پرہیزگاری کا مرقع تھی---

وصال

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز نے یکم رجب المرجب ۱۴۰۳ھ بمطابق ۱۵-اپریل ۱۹۸۳ء بروز جمعۃ المبارک دوپہر ایک بجے وصال فرمایا۔ حیات ظاہری کی طرح وصال کے بعد بھی آپ کا چہرۂ انور پھول کی طرح کھلا ہوا تھا اور اس پر نورانیت اور مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

روزنامہ مشرق لاہور نے اپنی ۱۸-اپریل ۱۹۸۳ء کی رپورٹ میں تحریر کیا:

''مولانا مرحوم کے چہرے کی مسکراہٹ دیکھ دیکھ کر لوگوں کا ایمان تازہ ہو رہا تھا''---

نشان مرد مومن با تو گویم
چوں مرگ آید تبسم بر لب اوست

غزالیٔ زماں حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی قدس سرہ العزیز نے نماز جنازہ پڑھائی۔ مولانا تابش قصوری صاحب لکھتے ہیں:

''جنازہ میں کم وبیش چالیس ہزار نامور علماء و مشائخ عظام اور اصفیاء و حفاظ کرام شریک تھے۔ ان خواص کے علاوہ عوام کا اندازہ لگانا قطعاً مشکل نہیں''---

[ترجمان اویس، مریدکے، رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ]

روزنامہ جنگ لاہور (۱۸-اپریل ۱۹۸۳ء) نے جنازہ کا اجتماع ڈیڑھ لاکھ بتایا۔ تاہم محتاط اندازے کے مطابق عوام کی تعداد دو لاکھ سے متجاوز تھی---

دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف کے مشرقی حصہ میں آپ کا روضہ مبارکہ مرجع خلائق ہے۔ آپ کا سالانہ عرس مبارک ہر سال رجب المرجب کی پہلی اور دوسری تاریخ کو بڑی شان و شوکت سے بصیر پور شریف میں منعقد ہوتا ہے---

تصانیف

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز، صاحب تصنیف عالم دین تھے۔ تدریسی و انتظامی مصروفیات کے باوجود آپ نے اٹھائیس تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔ چند تصانیف کے نام درج ذیل ہیں:

۱......فتاویٰ نوریہ، فقہ اسلامی کا یہ دائرۃ المعارف چھ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے، اس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں---

۲......تنویر فیٔ الزوال بنورعدل فیٔ الزوال (عربی)، ۱۳۶۰ھ/۱۹۴۱ء---

۳.....مکبر الصوت، ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۶ء---

۴.....حدیث الحبیب، ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء---

۵.....نعمائے بخشش المعروف دیوان نور---

۶.....الافتاء فی جواز تعلیم الکتابۃ للنساء، ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء---

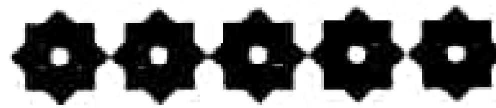
۷.....حواشی صحیح بخاری (عربی)، غیر مطبوعہ---

۸.....حواشی صحیح مسلم (عربی)، غیر مطبوعہ---

۹.....حواشی جامع ترمذی (عربی)، غیر مطبوعہ---

۱۰.....فوائد ظہوریہ، حواشی شرح جامی (عربی)، غیر مطبوعہ---

۱۱.....مکاتیب فقیہ اعظم (غیر مطبوعہ)---وغیرہ



فتاویٰ نوریہ کی امتیازی خصوصیات

علامہ محمد الیاس اعظمی

حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ کا عظیم الشان علمی وفقہی شہکار ''فتاویٰ نوریہ'' عصر حاضر کے مروجہ فتاویٰ جات میں نہ صرف ایک اہم مقام کا حامل ہے بلکہ یہ بہت سے انفرادی پہلو بھی اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ اگر نظر عمیق سے جائزہ لیا جائے تو ہر ہر پہلو مفصل کتاب کا متقاضی ہے۔ اختصار کے پیش نظر چند نمایاں مگر اہم خصوصیات پر اجمالی روشنی ڈالی جاتی ہے:

اصول و قواعد کا بیان

مآخذ کتب فتاویٰ کا یہ اسلوب ہے کہ کسی مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے اس سے متعلق اہم اصول و قواعد فقہیہ کو بھی بیان کر دیا جاتا ہے تاکہ قاری اس سے پورا پورا استفادہ کر سکے مگر اس کے برعکس ہمارے ہاں بالخصوص اردو زبان میں مفتیان کرام اس کا زیادہ اہتمام نہیں کرتے، اگر کہیں برسبیل تذکرہ کوئی قاعدہ لکھ ہی دیا گیا ہو تو پھر اس کی تحلیل، توضیح وغیرہ نہیں کی جاتی۔ برصغیر میں اردو زبان میں مرتبہ فتاویٰ میں آج تک اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے فتاویٰ ''العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویۃ'' کو یہ امتیاز حاصل رہا ہے کہ اس میں صاحب فتاویٰ نے اپنے ذوق علمی اور رجحان طبعی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اصول وقواعد کے بیان کا اسلوب اختیار کیا ہے، بلکہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ تو متعدد مقامات پر نہ صرف اکابر کے وضع کردہ اصول ذکر کرتے ہیں بلکہ خداداد ذکاوت فقہی سے خود بھی اصول وضع کرتے ہیں، جس کی بہت سی مثالیں ان کے فتاویٰ میں دیکھی جا سکتی ہیں، بالخصوص تیمم کے باب میں آپ کی مجتہدانہ اور اصولی شان بہت زیادہ نمایاں نظر آتی ہے۔ فتاویٰ رضویہ کے علاوہ ہمارے پاک وہند میں متداول اردو کتب فتاویٰ میں عموماً اس چیز کی طرف کوئی توجہ نہیں دی گئی، اگر کسی مفتی صاحب نے یہ اسلوب اختیار کیا بھی ہے تو بہت کم، بلکہ اکثر فتاویٰ میں تو

محض نقل فتویٰ کا طریقہ اپنایا ہے، کسی سوال کے جواب میں تحقیقی اسلوب ناپید نظر آتا ہے۔

برصغیر میں تاریخ فتاویٰ میں فتاویٰ رضویہ کے بعد حضرت فقیہ اعظم مولانا مفتی محمد نور اللہ کا فتاویٰ نوریہ ہی سامنے آتا ہے، جس میں اسلاف کی پیروی کرتے ہوئے اس امر کا خصوصی اہتمام کیا گیا ہے کہ فتویٰ لکھتے وقت تحقیق و تدقیق کے ساتھ ساتھ بانی مذہب کے اصولوں کو نہ صرف پیش نظر رکھا گیا ہے بلکہ بموقع ان اصولوں کو نقل بھی کیا گیا ہے اور پھر ان سے استدلال اور استخراج مسائل بھی کیا گیا ہے۔ یوں اہل علم بالخصوص فقہ و قانون سے وابستہ اصحاب دانش کسی بھی خاص مسئلہ میں فتویٰ کے ساتھ اس کی اساس، اصول و قواعد اور قوانین سے بھی آگاہی حاصل کرتے ہیں۔ یوں فتاویٰ نوریہ پڑھتے ہوئے یوں گمان ہونے لگتا ہے جیسے ہم کسی اصول فقہ کی کتاب کا مطالعہ کر رہے ہیں۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ صاحب فتاویٰ صرف فقہ و فتویٰ سے متعلق ہی اصول بیان نہیں کرتے بلکہ حدیث سے متعلق بھی اصول بیان کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں نقد حدیث پر جب قلم اٹھاتے ہیں تو ان کی محدثانہ شان یوں نکھر کر سامنے آتی ہے کہ اپنے وقت کے ایک عظیم محدث دکھائی دیتے ہیں۔ کسی بھی حدیث کو نقل کرتے ہوئے ایک حدیث کی کئی کئی اسناد بیان کرتے ہیں اور پھر ان پر جرح و تعدیل بھی اس انداز سے کرتے ہیں گویا کہ اس فن کے بھی ماہر یکتا ہیں۔

صاحب فتاویٰ نوریہ نے چھ ضخیم مجلدات پر مشتمل اپنے اس فقہی انسائیکلوپیڈیا میں جو درجنوں فقہی اصول بیان کیے ہیں، ان میں سے چند اصول ملاحظہ ہوں:

نمبر شمار	اصول	جلد	صفحہ	مطبوعہ
۱	يفتي بقول الامام على الاطلاق	۱	۱۶۷	جون ۱۹۹۷ء
۲	الاحكام تبتني على العرف فيعتبر في كل عصر عرف اهل زمانه	۱	۲۱۳	ایضاً
۳	الثابت بالعرف كالثابت بالنص	۱	ایضاً	ایضاً
۴	الاطلاق حجة كالنص	۳	۴۷۵	اپریل ۱۹۹۹ء
۵	ان الخصوصية لاتثبت الا بدليل	۳	۵۵۹	ایضاً
۶	ان المطلق بكتاب الله اذا امكن العمل باطلاقه فالزيادة عليه بخبر الواحد و القياس لا يجوز	۳	۵۹۵	ایضاً
۷	ان التعامل يترك به القياس لحديث ما رآه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن	۴	۱۴۶	مئی ۱۹۹۸ء

الفاظ فتویٰ سے متعلق

فقہاء مسائل فقہیہ پر بحث کرتے ہوئے قوت وضعف، راجح ومرجوح وغیرہ کے حوالے سے بعض خاص الفاظ استعمال کرتے ہیں، جب تک کسی مفتی کو ان اصطلاحات پر عبور حاصل نہیں ہوتا وہ نہ تو امہات کتب فتاویٰ میں سے مسئلہ تلاش کرسکتا ہے اور نہ ہی مختلف اقوال میں سے قوی، ضعیف کا فرق محسوس کرسکتا ہے اور نہ اقوال مختلف میں سے کسی ایک کو ترجیح دے سکتا ہے۔ فتاویٰ نوریہ کا ایک ایک صفحہ اس چیز کی گواہی دے رہا ہے کہ صاحب فتاویٰ کو اصطلاحات فقہاء اور ان کے فہم میں کمال مہارت حاصل ہے، اس لیے بعض مقامات پر تو یوں محسوس ہوتا ہے گویا کہ وہ اپنے قاری مفتیان کرام اور علماء کو اصول افتاء کی تعلیم دے رہے ہیں اور ایک ماہر فن استاد کی حیثیت سے افتاء نویسی سکھا رہے ہیں۔

چنانچہ مختلف فیہ مسائل میں ترجیح وافتاء پر دلالت کرنے والے الفاظ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

کسی مسجد کو شہید کر کے دوبارہ تعمیر کے سلسلہ میں اس کا کچھ حصہ زمین ایک طرف چھوڑ کر دوسری طرف سے اسی کے برابر شامل کرنے سے متعلق آپ حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام اعظم یعنی شیخین کے قول پر فتویٰ دیتے ہوئے مسجد کے لیے وقف شدہ قطعہ زمین جس پر مسجد بن چکی ہو کو دائمی طور پر اس کے مسجد ہونے اور کسی بھی طرف سے حصہ زمین کو مسجد سے خارج کرنے کو ناجائز قرار دیتے ہوئے اپنے موقف کی تائید میں اقوال علماء وفقہا نقل کرتے ہیں اور وجوہ ترجیح بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

۱ فتویٰ حضرت امام اعظم ﷺ کے قول پر دیا جائے گا۔

۲ جب امام اعظم ﷺ کی کوئی روایت نہ پائی جائے تو پھر قول ثانی جو حضرت امام ابو یوسف کا ہے، پر فتویٰ دیا جائے گا۔

۳ اس قول میں شیخین علیہما الرحمۃ کا اجتماع ہے، لہٰذا زیادہ اولیٰ واحق بالاخذ ہوا۔

۴ اس قول کو ان الفاظ سے ترجیح دی گئی ہے جو علامات افتاء سے ہیں، به یفتی، و هو الاصح، و هو الفتوىٰ، اكثر المشائخ عليه، هو الاوجه، الفتوىٰ

[فتاویٰ نوریہ، جلد ۱، صفحہ ۱۶۷]

پھر اپنے اس موقف اور وجوہ ترجیح کے سلسلہ میں تائید کے لیے علامہ شامی کا قول نقل کرتے ہیں:

"اما العلامات للافتاء فقوله و عليه الفتوىٰ و به يفتى و به ناخذ و عليه الاعتماد و عليه عمل اليوم و عليه عمل الامة و هو الصحيح او الاصح او الاظهر او الاشبه او الاوجه او المختار و نحوها مما ذكر

فی حاشیۃ البزدوی الٰی آخرہ و قال شیخنا الرملی فی فتاواہ بعض الالفاظ آکد من بعض فلفظ الفتویٰ آکد من لفظ الصحیح و الاشبہ و غیرھا و لفظ و بہ یفتی اکد من الفتویٰ علیہ-----

راقم الحروف کسی قسم کی مسلکی نسبت سے بالاتر، غیر جانب دارانہ حیثیت سے عرض کرتا ہے کہ یہ اسلوب میں نے فتاویٰ رضویہ اور اس کے بعد فتاویٰ نوریہ کے علاوہ ہمارے ہاں فتاویٰ کی مروجہ کتب میں سے کہیں نہیں دیکھا۔ اس سے جو بات نکھر کر سامنے آتی ہے وہ آپ کا رسم المفتی میں بھی ماہر فن ہونا ہے۔ شرح عقود رسم المفتی میں بھی علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

و حیث ما وجدت قولین و قد ... صحح واحد فذالک المعتمد
بتعدد الفتویٰ علیہ الاشبہ ... و الاظھر المختار ذا و الاوجہ
او الصحیح و الاصح آکد ... منہ و قیل عکسہ المؤکد
کذا بہ یفتی علیہ الفتویٰ ... و ذان من جمیع تلک اقویٰ

کتب فتاویٰ

جملہ علوم وفنون بالخصوص فقہ کے باب میں کچھ کتب کہ متن معتبرہ کہلاتے ہیں، پھر اس کی شروحات اور حواشی ہیں، اب کیا ہر فقہ کی کتاب سے فتویٰ دیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اور پھر جن کتب سے فتویٰ دینا جائز ہے، ان کے مراتب اور درجہ بندی کیسی کی جائے گی؟ کون سی کتاب کس سے مقدم ہے؟ اس سلسلہ میں طلباءِ افتاء و رسم المفتی اور دیگر اہل علم کی راہنمائی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''یہ بھی مسلم ہے کہ ''ما فی المتون'' ''ما فی الشروح'' پر مقدم ہوتا ہے اور ''ما فی الشروح'' مقدم ہوتا ہے ''ما فی الفتاویٰ'' پر'' -----[فتاویٰ نوریہ، جلد ۱، صفحہ ۲۵۷]

پھر اسی بات کو ایک اور جگہ پر عربی فتویٰ میں بھی ارشاد فرمایا:

''و ما فی المتون و لو مفھوما مقدم علٰی ما فی الشروح و الفتاویٰ و لو منصوصًا'' -----[ایضاً، صفحہ ۲۲۸]

کتب فتاویٰ سے متعلق مزید راہنمائی دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

۱ ''درالمختار'' اور ''بحر الفائق'' صرف ان دونوں پر فتویٰ سرے سے جائز ہی نہیں'' -----[جلد ۱، صفحہ ۲۹۳]

۲ ''سراج وہاج'' جو فقہ کی ایک کتاب ہے، بعض مفتیان کرام اس سے بھی فتویٰ ارقام فرما دیتے ہیں، اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''سراج وہاج، ضعیف اور غیر معتبر کتاب ہے'' -----[ایضاً، صفحہ ۴۳۷]

خود صاحب فتاویٰ نوریہ جب فتویٰ لکھتے ہیں تو پہلے متون معتبرہ، پھر شروح معتمدہ اور ان کے بعد معتبر و مستند کتب فتاویٰ مثلاً فتاویٰ شامی، عالمگیری وغیرہ سے درجہ بدرجہ نقل کرتے ہیں اور واقعہ یہ ہے کہ حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کے اس اسلوب افتاء نویسی نے ان کے اس فقہی شاہکار کو رسم المفتی اور آداب افتاء کی بھی ایک مستند کتاب بنا دیا ہے۔

فتویٰ کی بنیاد ''اصول'' پر

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی چھ کتب جامع صغیر، جامع کبیر، سیر کبیر، سیر صغیر (جن کو ظاہر الروایات بھی کہا جاتا ہے) الزیادات، مبسوط (الاصل) جو فقہ حنفی کی بنیاد ہیں، اس لیے ان کو ''اصول'' اور ''اصول ستہ'' بھی کہا جاتا ہے۔ ان کے علاوہ فقہ حنفی کی کتب میں کتب نوادر ہیں، مثلاً امام محمد کی وہ فقہی تصنیفات جن کو ان کا کوئی ایک شاگرد روایت کرتا ہے، اس لیے ان کے مسائل مشہور نہیں، اس لیے ان کو کتب نوادر یعنی غیر مشہور کتب کہا جاتا ہے، جس میں بیان شدہ مسائل کو ''مسائل النوادر'' کہا جاتا ہے اور تیسرے درجہ میں کتب نوازل ہیں، جن کے مسائل کو مجتہدین کا زمانہ گزر جانے کے بعد تخریج کیا گیا، مثلاً فقیہ ابولیث سمرقندی کی ''کتاب النوازل'' ایسی کتب میں مذکور مسائل کو ''مسائل النوازل'' کہا جاتا ہے۔ اس طرح ائمہ احناف کے بیان کردہ مسائل کے بھی تین درجے ہیں:

پہلا درجہ مسائل اصول

جن کو ظاہر الروایات کہا جاتا ہے، یعنی وہ مسائل جو حضرت امام اعظم اور صاحبین رحمہم اللہ سے مروی ہیں، ان تینوں حضرات کو ''ائمہ ثلاثہ'' کہا جاتا ہے۔ کبھی امام زفر اور امام حسن بن زیاد کو بھی ساتھ ملا لیا جاتا ہے مگر عام طور پر ظاہر الروایات کی اصطلاح ''ائمہ ثلاثہ'' کے اقوال یا ان میں سے بعض کے اقوال کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔

دوسرا درجہ

یعنی وہ مسائل جو منقول و مروی تو ائمہ مذہب سے ہی ہیں مگر وہ کتب اصول ''اصول ستہ'' میں مذکور نہیں بلکہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ چھ کتب کے علاوہ دوسری کتب میں مذکور ہیں، مثلاً کیسانیات، ہارونیات، جرجانیات اور رقیات میں بیان کیے گئے ہوں۔ ان کو کتب نوادر اور ان میں مذکور مسائل کو مسائل النوادر غیر ظاہر الروایت اس لیے کہتے ہیں کہ یہ امام محمد سے صحیح، ثابت اور مشہور روایت سے مروی نہیں یا ان کو مسائل النوادر اس لیے کہتے ہیں کہ یہ مسائل امام محمد کے علاوہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے دیگر تلامذہ مثلاً امام حسن بن زیاد کی کتاب ''المجرد'' میں سے یا اس کے

علاوہ دیگر کتب میں سے منقول ہوں۔

تیسرا درجہ

فتاویٰ اور واقعات کا ہے، یعنی وہ مسائل جن کو بعد کے مجتہدین نے اس وقت مستنبط کیا جب ان سے وہ مسائل دریافت کیے گئے اور ان کے بارے میں متقدمین اہل مذہب کی کوئی روایت ان کو نہیں ملی۔

کتب و مسائل کی اس درجہ بندی کے بعد ائمہ احناف کے ہاں یہ بات مسلمہ ہے کہ فتویٰ کی بنیاد ''اصول ستہ'' پر ہی ہوگی۔ اس سے اسی وقت ہٹا جا سکتا ہے جب کوئی مسئلہ ان کتب میں نہ ملے تو پھر درجہ بدرجہ دیگر کتب و مسائل کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ فتاویٰ نوریہ کے مطالعہ سے یہ بات بڑی واضح ہو کر سامنے آتی ہے کہ ہمارے مخدوم و محترم صاحب فتاویٰ نوریہ جب مسند افتاء پر جلوہ افروز ہوتے ہیں تو وہ راہ افتاء نویسی کی ان تمام باریکیوں سے بھی بخوبی آگاہ ہیں، چنانچہ وہ جب بھی فتویٰ لکھتے ہیں تو کتب و مسائل کے بیان کرنے میں اسلاف کی اس درجہ بندی کا نہ صرف خیال رکھتے ہیں بلکہ اس کا خصوصی اہتمام بھی کرتے ہیں، جب کہ آپ کے معاصر دیگر فتاویٰ میں یہ پہلو بہت کم نظر آتا ہے۔ اس اسلوب افتاء نویسی نے یقیناً فتاویٰ نوریہ کی ثقاہت میں اضافہ کیا ہے۔

خطبات رسائل

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کے چھ ضخیم مجلدات پر مشتمل فتاویٰ نوریہ میں آپ کے چند مستقل رسائل بھی شامل ہیں، جن کی اصل یہ ہے کہ آپ سے کوئی استفتاء کیا گیا تو آپ نے اتنا مفصل تحقیقی جواب رقم فرمایا کہ وہ محض ایک فتویٰ کی بجائے مستقل کتاب یا رسالے کی صورت اختیار کر گیا، جیسے ''رسالہ مکبر الصوت'' ایسے تفصیلی فتاویٰ جات میں آپ نے یہ اہتمام بھی کیا ہے کہ ان کو ایک مستقل خطبہ سے شروع کیا ہے۔ زیر نظر مقالہ کے تحقیقی مطالعہ میں جن دیگر فتاویٰ کو پیش نظر رکھا گیا، مثلاً امداد الفتاویٰ، کفایت المفتی، فتاوی دار العلوم دیو بند، احسن الفتاویٰ، فتاویٰ رشیدیہ وغیرہ، ان تمام فتاویٰ جات میں بھی ان کے مرتبین کے کئی مستقل رسالے موجود ہیں، لیکن انہوں نے ایسا اہتمام نہیں کیا کہ ہر رسالہ میں ایک مستقبل خطبہ کا اہتمام کیا گیا ہو، یوں یہ خطبات بھی فتاویٰ نوریہ کا ایک امتیازی وصف قرار پاتا ہے۔

خطبات کے حوالے سے دوسری اہم ترین اور قابل توجہ بات، ان خطبات کا ادبی پہلو ہے، جس کو پڑھ کر عربی زبان و ادب سے آشنا قاری ورطۂ حیرت میں مبتلا ہو جاتا ہے اور آپ کی عربی دانی و عربی نثر نویسی کی داد دیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ آپ کے خطبات کے ادبی پہلو کے حوالے سے بالخصوص دو چیزیں تو بہت زیادہ نمایاں ہیں:

۱ براعۃ استہلال

۲ رعایت سجع

ان دو مذکورہ ادبی خصوصیات کے علاوہ بھی ان خطبات میں تشبیہات و استعارات کی عمدہ مثالیں پائی جاتی ہیں، ذیل میں صرف دونوں کی مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

براعۃ استہلال

''براعۃ استہلال'' ایک اصطلاح ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ خطبے میں ایسے الفاظ استعمال کرنا جو کتاب کے آئندہ آنے والے مشمولات کی طرف اشارہ کریں، جس کو پڑھ کر قاری یہ سمجھ جائے کہ آئندہ آنے والے مضمون میں کیا بیان کیا گیا ہے۔ حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خطبات جو آپ نے مختلف مستقل رسائل کے شروع میں لکھے ہیں، ان میں اس امر کا بطور خاص خیال رکھا گیا ہے۔ چنانچہ فتاویٰ نوریہ، جلد اول کے آغاز میں آپ نے مجموعی فتاویٰ کا جو خطبہ ارقام فرمایا ہے، اس کے چند جملے ملاحظہ ہوں:

اَللّٰہُ مُحَمِّدُہٗ مُحَمَّدُہٗ مُحَمَّدٌ بِجَمَالِہٖ وَ جَلَالِہٖ وَ مُحَمَّدٌ اللّٰہُ مُحَمِّدُہٗ بِاِجْمَالِہٖ وَ اِجْلَالِہٖ اَحْمَدُ اللّٰہَ رَبِّیْ وَ اُمَجِّدُ عَلٰی اِرْسَالِہٖ وَ اِیْصَالِہٖ وَ اُصَلِّیْ وَ اُسَلِّمُ عَلٰی حِبِّیْ اَحْمَدَ قَدْرَ جُوْدِہٖ وَ نَوَالِہٖ وَ عَلٰی آلِہٖ اَنْجَالِہٖ وَ اَشْبَالِہٖ مَعَادِنِ کَمَالِہٖ وَ اِکْمَالِہٖ وَ عَلٰی اَصْحَابِہٖ اَحْبَابِہٖ وَ اَبْطَالِہٖ مَرَایَا اَعْمَالِہٖ وَ اَحْوَالِہٖ وَ عَلَی الْمُتَفَقِّھِیْنَ فِی الدِّیْنِ مَظَاھِرِ اِیَالِہٖ وَ اتِّیَالِہِ الْمُنْذِرِی الْمُکَلَّفِ مِنْ حَرَامِہٖ وَ حَلَالِہِ الْمُبْصِرِیْ دَلَائِلِہٖ وَ اِسْتِدْلَالِہٖ لِیَبْلُغَ اِلٰی کَمَالِہٖ وَ یُفْلِحَ فِیْ حَالِہٖ وَ مَآلِہٖ وَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ فِیْ مُلْکِہٖ وَ اسْتِعْمَالِہٖ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ وَ حَبِیْبُہُ الْمُتَحَبِّبُ اِلَیْنَا بِاِمَالِہٖ وَ اسْتِمَالِہٖ-----

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کا یہ خطبہ عربی ادب کا ایک نادر نمونہ ہے، فتویٰ کا تعلق فقہ و تفقہ سے ہے، اس لیے آپ حمد و ثناء کے بعد بارگاہ قدسی مآب ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذکر خیر کے بعد فقہاء کا ذکر کرنے کے لیے ''المتفقھین'' کا صیغہ استعمال کرتے ہیں، جو ''متفقہ'' سے جمع مذکر سالم کا صیغہ ہے۔ یہ ''فقہ'' سے مشتق ہے، جس کا لغوی معنی ہے، سمجھ، بوجھ۔ تفقہ فی الدین کا مطلب دین میں سمجھ بوجھ حاصل کرنا ہے، فتاویٰ کا بھی ایک مقصد زیر بحث مسئلہ میں حکم شرعی کو اس طرح بیان کرنا ہے کہ مستفتی کو دین اور دینی احکام کے بارے سمجھ حاصل ہو جائے اور اس کے لیے عمل کرنا آسان ہو جائے۔ چنانچہ فتویٰ اور فقہ کی اس رعایت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلاَنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلاَنَا مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَہٗ

''المتفقهين في الدين مظاهر اياله وائتياله'' لکھا۔

اسی خطبہ میں ''المنذری المکلف ''میں بھی براعت استہلال سے کام لیا گیا ہے، مطلب یہ ہے کہ فقہا مکلّف کوحرام وحلال شرعیہ سے ڈرانے والے ہیں۔ مکلف کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ مکلف سے کیا مراد ہے؟ تواس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا''من حرامہ و حلالہ ''یعنی دین کے حلال اور حرام سے ڈرانے والے ہیں۔

رعایت سجع

''سجع'' بھی علم البدیع کی ایک اصطلاح ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ دو یا اس سے زیادہ فقروں سے مرکب عبارت کو اس طرح لایا جائے کہ ہر فقرے کا آخری حرف یکساں ہو۔

سجع کی درج بالا تعریف کی روشنی میں فتاویٰ نوریہ کا ابتدائی خطبہ اس کی بہترین مثال ہے، چند جھلکیاں ملاحظہ ہوں:

۱ اللّٰہ محمده محمده محمد بجماله و جلاله

۲ محمد اللّٰہ محمده باجماله و اجلاله

۳ احمد اللّٰہ ربی و امجد علی ارساله و ايصاله

۴ و اصلی و اسلم علٰی حِبِّی احمد قدر جوده و نواله

5 و علٰی آله و انجاله واشباله معادن كماله و اكماله

۶ و علٰی اصحابه احبابه و ابطاله مرايا اعماله و احواله

۷ و على المتفقهين فی الدين مظاهر اياله و ائتياله

۸ المنذرى المكلف من حرامه و حلاله

۹ المبصرى دلائله و استدلاله

۱۰ ليبلغ الى كماله

۱۱ و يفلح فی حاله و مآله

۱۲ و اشهد ان لا اله الا اللّٰہ وحده لا شريک له فی ملكه و استعماله

۱۳ و ان محمدا عبده و رسوله و حبيبه المتحبب الينا باماله و استماله

یہ مثالیں صرف فتاویٰ نوریہ کے ابتدائی خطبہ سے دی گئی ہیں، اگر تمام خطبات کا اس طرح جائزہ لیا جائے تو ایک کتاب تیار ہو جائے۔

اسی طرح کتاب الصلوٰۃ، باب الاوقات میں ظہر اور عصر کی نماز کا وقت معلوم کرنے سے متعلق

ایک سوال کا تحقیقی جواب دیتے ہوئے آپ نے ''تنویر فیء الزوال بنور عدل فیء الزوال'' کے نام سے ایک مستقل رسالہ لکھ دیا، اس رسالے کا خطبہ بھی عربی میں نثر نگاری کا کم یاب نمونہ ہے۔ اس میں بھی رعایتِ سجع کی صنعت اپنے جوبن پر دکھائی دیتی ہے، چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

۱ الحمد للّٰہ الذی ارسل رسولہ شاھدا و مبشرا و نذیرا و داعیا الیٰ اللّٰہ باذنہ و سراجا منیراً

۲ و بہ بلا واسطۃ او بھا نور البصائر و الابصار تنویراً

۳ و صلی اللّٰہ تعالٰی علی من ابدعہ محمَّداً محمِّداً محبَّبًا محبِّبًا رؤفا رحیما نصیراً ظھیراً

۴ ففازوا وفاء وا بفیئہ الی فیئہ الجنۃ فلا یرون فیھا شمسا و لا زمھریراً

۵ و علی ظلالہ و احبابہ آلہ و اصحابہ و فیئہ الافخم الاکرم ابنہ الغوث الاعظم و عظم و فخم و سلم تسلیماً کثیرا کثیراً

مذکورہ بالا سجع کی ان مثالوں کے آخری جملوں کو دیکھنے سے اور پڑھنے سے وہی لوگ لطف آشنا ہو سکتے ہیں، جن کا عربی ادب سے تعلق اور ذوق سلیم کے مالک ہیں۔

حواشی نوریہ

فتاویٰ نوریہ کی نمایاں ترین خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کے فاضل مصنف جب کسی سوال کا جواب لکھتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے علوم وفنون کا ماہر بڑی ہی مہارت سے بحور علوم وفنون کی غواصی کر رہا ہے۔ حضرت فقیہ اعظم جب علوم وفنون کے لؤلؤ تابدار ان بحور علم سے نکالتے ہیں تو پھر ایک ماہر جواہرات کی حیثیت سے ہر ایک کی خصوصیات و امتیازات کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ دیکھنے والے دنگ رہ جاتے ہیں۔ مراد یہ کہ آپ جب بھی فتویٰ لکھتے ہیں اگر دوران تحقیق وتحریر کوئی مشکل اصطلاح یا الفاظ آ گئے ہوں تو آپ ان کو یونہی بیان کر کے گزر نہیں جاتے بلکہ ان کی تفہیم کے لیے آپ نے حواشی کا بھی اہتمام کیا ہے، تا کہ قاری فتاویٰ نوریہ کا مطالعہ کرتے ہوئے کسی قسم کی علمی الجھن اور افہام وتفہیم میں دقت محسوس نہ کرے۔ اس اسلوب فتویٰ نویسی سے آپ کا فتاویٰ نوریہ بہت ہی سہل الفہم ہو گیا ہے۔

حواشی نگاری تو اگرچہ علوم شریعہ کی کتب میں کوئی نئی چیز نہیں ہے، مگر یہ عام طور پر درسی کتب وغیرہ میں تھی، البتہ کتب فتاویٰ میں عموماً ایسا نہیں ہوتا تھا، برصغیر میں اب تک اردو فتاویٰ جات میں فتاویٰ رضویہ میں یہ امتیازی وصف نظر آتا ہے۔ فتاویٰ نوریہ جو بلا مبالغہ اور بالیقین فتاویٰ رضویہ کا

ہی فیضان و تسلسل ہے، کہ دونوں میں دقائق بینی، کثرت حوالہ جات وحواشی وغیرہ ایسے امور ہیں، جو اپنے اپنے دور کے علمی شہ پاروں میں بڑی حد تک مماثلت پائی جاتی ہے۔

مختلف سرکاری وغیر سرکاری علمی مراکز میں موجود دور میں جو تحقیقی کام کروائے جاتے ہیں ان میں بعض ضروری پہلوؤں کو واضح کرنے کے لیے حواشی ایک لازمی عنصر سمجھا جاتا ہے، حواشی نوریہ سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت ممدوح جدید اسلوب تحقیق سے آشنا تھے، اس لیے انہوں نے اپنے فتاویٰ میں یہ جدید اسلوب اختیار کیا، اس طرح کتاب کی افادیت میں یقیناً اضافہ ہوا ہے۔

حضرت فقیہ اعظم حاشیہ محض شوق تمنا کو پورا کرنے کے لیے نہیں لکھتے بلکہ حواشی میں درج ذیل مقاصد کو پیش رکھتے ہیں، مثلاً:

۱ اگر عربی عبارت ہے تو آپ جملے کی ترکیب نحوی یا صرفی صیغہ کی وضاحت فرما دیتے ہیں، جس سے زبان وادب سے شغف رکھنے والے قاری کو صرفی ونحوی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

۲ اگر اسماء الرجال سے متعلق کوئی بات ہو تو آپ اپنی نقل کردہ حدیث کے راوی سے متعلق بتا دیتے ہیں کہ یہ ثقہ ہے یا ضعیف، کس محدث نے اس پر جرح کی ہے اور کس نے تعدیل کی ہے۔

۳ کبھی حاشیہ میں سنن کے حوالے سے کوئی بات ہو تو آپ اپنی نقل کردہ حدیث کے راوی سے متعلق بتا دیتے ہیں کہ یہ ثقہ ہے یا ضعیف، جس سے قاری کو مزید بات سمجھنے یا فتویٰ میں مذکور مسئلہ کی اصل معلوم کرنے میں آسانی رہتی ہے۔

۴ کسی متن فتویٰ میں موجود کسی عربی عبارت کا آسان اور سلیس ترجمہ فرما دیتے ہیں، جس سے قاری کے لیے مزید سہولت پیدا ہو جاتی ہے۔

۵ کبھی اگر کوئی مسئلہ کسی فتویٰ کے ذیل میں یا مستفتی کے استفتاء میں یوں ہو کہ دو مسئلے آپس میں ایک جگہ لکھے گئے ہوں یا پوچھے گئے ہوں مگر وہ کسی دوسری جگہ مسئلہ بیان ہو رہا ہو تو اس کی نشان دہی فرما دیتے ہیں کہ اس کا جواب یا یہ مسئلہ فلاں جگہ فلاں کتاب میں آئے گا۔

گویا کہ فتاویٰ نوریہ پر حضرت مصنف قدس سرہ العزیز کی طرف سے لکھے گئے حواشی انتہائی مفید ہیں، جن سے نہ صرف کتاب کی افادیت میں اضافہ ہوا ہے بلکہ علوم شرعیہ اور فقہ وقانون سے وابستہ افراد کے لیے یہ مزید آسانی کا موجب ہے۔ زیر نظر مقالہ میں دیگر جو فتاویٰ جات راقم کے پیش نظر رہے، مثلاً امداد الفتاویٰ، کفایت المفتی، مجموعۃ الفتاویٰ، احسن الفتاویٰ وغیرہ، ان میں سے کسی ایک فتاویٰ میں بھی یہ انداز اختیار نہیں کیا گیا، یہی وجہ ہے ان فتاویٰ کے مطالعہ سے ایک عام آدمی جو اگرچہ علوم درسیہ سے شغف بھی رکھتا ہو، استفادہ کرنا قدرے مشکل ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ

حسن استدلال

حضرت فقیہ اعظم ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی قدس سرہ العزیز ایک پکے اور متصلب حنفی تھے، جواد مطلق نے اپنے خزائن علم وفضل ان پر بڑی جوادی کے ساتھ کھول دیے تھے، آپ بڑی ہی مشاق طبیعت کے مالک تھے، ذہانت اور محنت دو ایسی خوبیاں ہیں جو بہت کم لوگوں میں جمع ہوتی ہیں، مگر حضرت فقیہ اعظم میں یہ دونوں اوصاف بتمام وکمال جمع تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ سے جب بھی کسی علمی و تحقیقی مسئلہ میں راہنمائی طلب کی گئی تو آپ نے اپنی خداداد علمی و تحقیقی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوتے ہوئے زیر بحث اور تحقیق طلب مسئلہ کے ایک ایک پہلو بلکہ ایک ایک جزئی پر اس طرح علمی بحث کی کہ اس کی کوئی جہت تشنہ نہ رہی۔ دلائل و براہین کے ساتھ جب ایک مرتبہ آپ نے کوئی رائے قائم کرلی تو پھر اس پر آپ کے معاصرین میں سے کسی کو تحقیقات نوریہ کو چیلنج کرنے اور رد کرنے کا یارا نہیں ہوا۔ اس کی ایک مثال آپ کا علمی و تحقیقی شاہ کار تاریخی رسالہ "مکبر الصوت" ہے، جس کا مرکزی مضمون نماز میں لاؤڈ سپیکر کے جواز وعدم جواز سے متعلق ہے، اس سلسلہ میں مسئلہ کے مالہٗ وما علیہا کا جملہ پہلوؤں سے جائزہ لیتے ہوئے آپ نے نماز میں لاؤڈ سپیکر کے استعمال کو جائز قرار دیا ہے اور اپنے موقف کو پورے دلائل شرعیہ کے ساتھ بیان کیا ہے۔

جب کہ لاؤڈ سپیکر ابھی نیا ہی متعارف ہوا تھا اور حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اس کے جواز پر فتویٰ بھی منظر عام پر آ گیا تو چوں کہ اکثر علماء ابھی اس سائنسی ایجاد سے زیادہ متعارف نہیں تھے، اس لیے وہ بالخصوص نماز کے اندر اس کے استعمال کو جائز نہیں سمجھتے تھے، اس وجہ سے بہت سے علماء حضرت موصوف کے فتویٰ پر متردد ہوئے اور بعض نے اس میں اختلاف بھی کیا، مگر آپ کے موقف کے خلاف فتویٰ کسی نے نہیں دیا۔

یہ آپ کی علمی وجاہت، فقہی ثقاہت اور فکری اصابت تھی جس کے سامنے بڑے بڑے اساطین علم دم بخود رہ گئے لیکن مرور زمانہ کے ساتھ رجال دین نے دعوت وتبلیغ کے سلسلہ میں جس طرح کثرت سے لاؤڈ سپیکر کا استعمال کیا ہے اس نے حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اصابت رائے پر مہر تصدیق ثبت کردی ہے۔

حوادث جدیدہ ہوں یا مسائل قدیمہ، کسی بھی مسئلہ میں فتویٰ دیتے ہوئے حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ ہمیشہ حضرت امام اعظم اور صاحبین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے بیان کردہ اصول وقواعد کو مدنظر رکھتے تھے۔ فتویٰ ہمیشہ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر ارقام فرماتے۔ پھر علی الترتیب حسب ضابطہ واصول، حکم شرعی واضح کرتے تھے۔ کسی بھی مرحلۂ تحقیق میں آپ کا قلم

بے راہ روی اختیار کرتے ہوئے آزادروی کی روش نہیں چلا کہ کہیں آپ خود کو ''مجتہد مطلق'' سمجھتے ہوئے اصول احناف کو پس پشت ڈال دیں۔ چنانچہ آپ کا طریقہ ہمیشہ یہ رہا ہے کہ فتویٰ نویسی میں اپنے مذہب کے اصولوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے پہلے آیات قرآنیہ سے استدلال کرتے ہیں پھر حدیث وسنت سے، اس کے بعد اجماع و قیاس سے حسب ترتیب اپنے موقف ورائے کی تصویب کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ کے اس حسن استدلال کی تحسین کرتے ہوئے مفسر قرآن، مفکر اسلام، ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ فرماتے ہیں:

''فتاویٰ میں فقیہ العصر علامہ بصیر پوری نے اپنی فقہی رائے کی تائید وتوضیح کے لیے دلائل کو اس ترتیب سے بیان کیا ہے کہ اس سے بہتر اور عمدہ ترتیب ممکن نہ تھی، مثلاً سب سے پہلے وہ قرآن کریم سے استدلال کرتے ہیں، اس کے بعد احادیث نبوی سے اور پھر علماء وفقہاء کی تحقیقات وعبارات سے''---

[تاریخ فقہ میں فتاویٰ نوریہ کا مقام، مشمولہ فتاویٰ نوریہ، جلد۲، صفحہ۵۱۳، طبع دوم۱۹۸۸ء]

حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ چونکہ ایک بالغ نظر، روشن دل وروشن خیال اور ژرف نگاہ عالم دین تھے، اس لیے آپ محض لکیر کے فقیر بننے کی بجائے اصول واحکام کے ساتھ ساتھ ان نصوص شرعیہ کی شرعی علتوں اور تکوینی حکمتوں کو بھی فتویٰ لکھتے ہوئے اپنے پیش نظر رکھتے تھے۔

بقول ڈاکٹر سید عبدالرحمٰن بخاری، ایسوسی ایٹ پروفیسر انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد:

''حضرت مفتی محمد نوراللہ نعیمی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فتاویٰ کی ایک اور بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ آپ اپنی فکری تحقیق کو نہ صرف قرآن وسنت کی محکم نصوص، ائمہ دین اور فقہاء کرام کی تصریحات اور ٹھوس عقلی دلائل کی روشنی میں پیش کرتے ہیں بلکہ حسب ضرورت فقہی احکام کی سماجی مصلحتیں، شرعی علتیں اور تکوینی حکمتیں بھی اجاگر کرتے ہیں۔ پھر مزید برآں یہ کہ فقہی مسائل کو اصولی دلائل، کلی قواعد اور عقلی ضوابط کے آئینے میں بھی نمایاں کرتے چلے جاتے ہیں۔ جزئیات کا استنباط قواعد وکلیات کی روشنی میں اور اصول وضوابط کی نت نئی تفریعات کا استخراج ایک خاص فقیہانہ شان سے آپ کے فتاویٰ میں ملتا ہے''----

[فتاویٰ نوریہ کا علمی مقام، مشمولہ نورالحبیب، شمارہ نومبر، دسمبر۱۹۹۳ء، صفحہ۴۴]

حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس اصول فقہیہ سے بخوبی آگاہ تھے:

من لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل----

بایں وجہ آپ ''تغیر الاحکام بتغیر الزمان'' ایسے اصول مسلمہ کی حقیقی معرفت بھی رکھتے تھے۔اس سے متعلق خود آپ کا اپنا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

سوال کیا گیا تھا کہ کیا آج کل کے کسی عالم کو مجدد وقت کے محققانہ شرعی فتویٰ میں کسی ترمیم و تنسیخ کا حق حاصل ہے؟ اس کے جواب میں آپ مخلص خادم دین اور دردمند عالم دین ہونے کی حیثیت سے اپنی رائے کا یوں اظہار کرتے ہیں:

''ہاں، مجدد وقت کی ایسی ہدایات وتصریحات (جو کتاب وسنت سے مستنبط ہیں) کی روشنی میں یوں ہوسکتا ہے۔ بلکہ عملاً خود مجدد وقت ہی اس کا سبق بھی دے چکے ہیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ خالصاً لوجہ اللہ تعالیٰ ہو۔

تعجب ہے کہ خود مستفتی صاحب کو روز روشن کی طرح معلوم ہے کہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے محققانہ اقوال وفتاوائے شرعیہ کی موجودگی میں حضرات صاحبین وغیرہما اجلہ تلامذہ بلکہ متاخرین کے بھی بکثرت ایسے اقوال وفتاویٰ ہیں جو ان کے خلاف ہیں، جن کی بناء قول صوری وضروری وغیرہ اصول ستہ پر ہے، جس کی تفصیل فتاویٰ رضویہ، جلد ۱، صفحہ ۳۸۵ وغیرہا میں ہے۔ بلکہ یہ بھی اظہر من الشمس ہے کہ خود ہمارے مجدد برحق کے صدہا نہیں بلکہ ہزارہا تطفلات ہیں جو صرف متاخرین نہیں بلکہ متقدمین حضرات فقیہ النفس امام قاضی خان وغیرہ کے اقوال وفتاویٰ شرعیہ پر ہیں، جن میں اصول ستہ کے علاوہ سبقت قلم وغیرہ کی صریح نسبتیں بھی مذکور ہیں۔

اور یہ بھی نہاں نہیں کہ ہمارے مذہب مہذب میں مجددین حضرات معصوم نہیں تو تطفلات کا دروازہ اب کیوں بند ہوگیا؟ کیا کسی مجدد کی ہی کوئی تصریح ہے یا کم از کم اتنی ہی تصریح ہو کہ اصول ستہ کا زمانہ اب گزر گیا۔ لہٰذا لکیر کا فقیر بننا فرض عین ہوگیا۔ کیا تازہ حوادثات ونوازل کے متعلق احکام شرعی موجود نہیں کہ ہم بالکل صمٌ بکمٌ بن جائیں اور عملاً اغیار کے ان کافرانہ مزعومات کی تصدیق کریں کہ معاذ اللہ اسلام فرسودہ مذہب ہے۔اس میں روزمرہ ضروریات زندگی کے جدید ترین ہزارہا تقاضوں کا کوئی حل ہی نہیں۔لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم''----

[فتاویٰ نوریہ، جلد ۳، صفحہ ۳۳-۵۳۲]

بلاشبہ حضرت کے اس اسلوب فتویٰ نگاری نے اس کتاب کو محض فتاویٰ کی کتاب ہی نہیں رہنے دیا بلکہ یہ اصول عمرانیات اور رسم المفتی وآداب فتاویٰ کی ایک کتاب کی حیثیت بھی اختیار کرگئی ہے اور

جدید فتویٰ نویسی کی ایک مستقل کتاب بنادیا ہے، جس میں علم وفکر کا ایک تخلیقی دھارا بہہ رہا ہے۔

زبان و ادب کی چاشنی

فقہ و فتاویٰ کی کتب بالعموم خشک اور ثقیل و بھاری بھرکم الفاظ کی بھرمار کی وجہ سے بوریت سے بھرپور ہوتی ہیں، چنانچہ ایک عام قاری عربی و فارسی کی مشکل تراکیب اور وزنی الفاظ کو پڑھتے ہوئے اکتاہٹ محسوس کرنے لگتا ہے، اس لیے وہ زیادہ دیر تک ایسی کتاب سے مطالعہ کا رشتہ قائم نہیں رکھتا، چنانچہ وہ صرف ضرورت کی چیز مطلوبہ مسئلہ دیکھتا ہے اور کتاب کو ایک طرف رکھ دیتا ہے، لیکن اس کے برعکس صاحب فتاویٰ نوریہ کا اسلوب نگارش اس قدر عمدہ ہے کہ اگر کوئی ایسا شخص جس کو اگرچہ دینی علوم وفنون سے کوئی شغف نہ بھی ہو اور وہ اس کتاب کا مطالعہ کرے تو اپنے فہم کے مطابق اس سے وہ بھی استفادہ کرتا ہے۔ جہاں تک علوم درسیہ شرعیہ سے واقفیت اور ان میں مہارت رکھنے والے قاری کا تعلق ہے تو ایسا شخص جب اس کا مطالعہ کرتا ہے تو پڑھتا ہی چلا جاتا ہے مگر کوئی تکان محسوس نہیں کرتا۔

انداز تحریر اس قدر عام فہم اور سہل ہے کہ ایک ایک مسئلہ دل نشین ہوتا چلا جاتا ہے۔ حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اگر کوئی تنقید بھی کرتے ہیں تو اپنا یا پرایا کوئی بھی نشتر تنقید کی چبھن محسوس نہیں کرتا۔ آپ کی تحریر کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ جہاں کوئی خرابی نظر آئی تو آپ مستفتی یا عام لوگوں کو اس حکیمانہ انداز میں اپنی قلمی زبان سے سمجھاتے ہیں کہ ہر پڑھنے والا آپ کو اپنا سب سے بڑا خیر خواہ سمجھتا ہے۔

ایک حنفی فقیہ ہونے کی بنا پر آپ کا یہ مسلک تھا کہ عاقلہ، بالغہ، حرہ اپنے نفس کی مالکہ ہے، اس لیے اگر وہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرے تو یہ نکاح درست ہے اور نافذ ہوگا۔ چنانچہ اس قسم کا ایک مسئلہ آپ کی خدمت میں حجرہ شاہ مقیم سے بھیجا گیا، سوال کا خلاصہ یہ تھا کہ باپ نے پہلے اپنی لڑکی کا نکاح ایک لڑکے سے کرنے کا وعدہ کیا اور پھر اس کے لیے دن بھی مقرر ہو گئے مگر بیس دن پہلے باپ اپنے وعدہ سے پھر گیا تو لڑکی چند دن انتظار کرنے کے بعد اس لڑکے کے گھر چلی گئی اور نکاح کر لیا، بعد میں باپ نے لڑکی کو اس کی رضامندی کے خلاف مار پیٹ کر واپس لے لیا اور اس کے بطن سے ہونے والی بچی کو صحیح تسلیم کرنے سے انکار کر دیا، اس دلیل کی بنا پر کہ یہ نکاح میری اجازت کے بغیر ہوا تھا، اس لیے جائز نہیں۔ یہاں یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ جب لڑکی نے نکاح کیا تو اس کی عمر پچیس سال کی تھی۔

اس سوال کے جواب میں دلائل شرعیہ کے ساتھ مسئلہ کی حقیقت واضح کرتے ہوئے آپ نے والد پر سخت تنقید کی اور اس کے طرز عمل کی تردید کی، مگر اس کے ساتھ ساتھ لڑکی کے اپنی مرضی سے نکاح کے عمل کی تصدیق کرتے ہوئے عام مسلمان بچیوں کو نصیحت کے انداز میں فرماتے ہیں:

''البتہ بہترین صورت یہی ہے کہ اپنے والد اور والدہ کی وساطت سے غور وخوض

کرے کہ بے حیائی کی طرف منسوب نہ ہو'' -----[فتاویٰ نوریہ، جلد۲، صفحہ۶۶۴]

اسی ایک جملہ کی روشنی میں آپ کے نظریہ تربیت کا جائزہ لیا جاسکتا ہے۔ اس انداز سے بات کرنا کہ چند الفاظ میں پورا فلسفہ اخلاقیات سما جائے، بھی زبان و بیان کا ایک شاہکار ہے۔ بطور خاص الفاظ ''تاکہ بے حیائی کی طرف منسوب نہ ہو'' اسلام کے پورے فلسفہ اخلاق و عمرانیات کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہیں۔

حسب ضرورت اور موقع و محل کے مطابق تحریر میں ایجاز و اختصار اختیار کرنے اور کہیں کہیں اطناب و طوالت سے کام لینا اس سے بھی حسن تحریر میں اضافہ ہوتا ہے اور یہ انداز ذوق سلیم رکھنے والے قاری کے دل کو لبھاتا ہے اور پڑھنے و سننے والے کو تھکاوٹ اور اکتاہٹ کا احساس نہیں ہوتا، گویا کہ قاری علم و فکر کے سمندر میں تیر رہا ہوتا ہے، کہیں پانی تھوڑا ہوتا ہے تو وہ باہر کی دنیا کا نظارہ کرتا ہے اور کہیں پانی اتنا گہرا ہوتا ہے کہ وہ اس کی تہوں کا کھوج لگانے کی کوشش کرتا ہے۔ ایجاز اور اختصار کا موقع ہو تو قادر الکلام خطیب و کاتب ایک ایسا انداز کرتا ہے جہاں پہاڑ سمٹ کر رائی بنتا نظر آتا ہے اور دریا کوزے میں بند نظر آتا ہے، ایسا قادر الکلام شخص ایک ہی جملے میں اپنا تمام مدعا اور مقصود مخاطب کے ذہن میں منتقل کر دیتا ہے۔

فتاویٰ نوریہ کا مطالعہ کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فاضل مصنف اس فن سے بخوبی آگاہ ہیں، ان کے ہاں ایجاز و اختصار اور اطناب و طوالت سب کچھ پایا جاتا ہے اور اس کی متعدد مثالیں تلاش کی جاسکتی ہیں، مثال کے طور پر فتاویٰ نوریہ، جلد پنجم، صفحہ۱۸۲، مطبوعہ نومبر ۲۰۰۳ء، پر سجادہ نشین کے فرائض و اختیارات اور بزرگ متوسلین سے برتاؤ کے بارے میں تین سوالات آپ سے پوچھے گئے ہیں، صفحہ۱۸۳ پر ان کے جواب اس مدلل انداز کے ساتھ دیے گئے ہیں، جو ایجاز و اختصار کا ایک عمدہ نمونہ پیش کرتے ہیں کہ ایک ہی جواب میں تینوں سوالوں کے جوابات جمع کر دیے گئے ہیں، جن کو پڑھ کر کوئی بھی قاری کسی قسم کی تشنگی محسوس نہیں کرتا۔ حضرت ممدوح اپنی تحریر کی اس خوبی سے خود بھی آگاہ تھے، اس لیے اس مختصر مگر جامع کے آخر میں نور یقین سے بھرپور یہ جملہ لکھا ہے:

> ''بفضلہٖ و بکرمہٖ تعالیٰ اس مختصر جواب سے آپ کے تمام سوالوں کے جوابات مع حوالہ جات تفصیلاً واضح ہو گئے'' -----

اسی طرح فتاویٰ نوریہ، جلد اول، مطبوعہ ۱۹۹۷ء، صفحہ۱۱۵ پر ایک استفتاء پانچ سوالوں پر مشتمل ہے اور ان کے جوابات آٹھ بڑے سائز کے صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں اور ہر جواب دلائل اور درجنوں حوالہ جات سے مزین ہے، جب کہ اس کے ساتھ ہی اسی جلد کے صفحہ۱۲۴ پر ایک استفتاء کے ذیل میں سات سوالات پوچھے گئے ہیں، مگر ان سات سوالات کے جوابات ایک ایک دو دو

سطروں میں ختم ہو جاتے ہیں، یوں کہیے کہ سوالات اور جوابات کا حجم تقریباً برابر ہے، مگر ایک قاری دونوں فتاویٰ کا مطالعہ کرتا ہے تو اسے نہ تو جواب میں طوالت واطناب بوجھل محسوس ہوتا ہے اور نہ اختصار وایجاز بار خاطر لگتا ہے، بلکہ دونوں استفتاءات کے جوابات کے مطالعہ سے وہ قلبی اور علمی تشفی اور علمی سیرابی کے خوش گوار احساسات سے لطف اندوز ہوتا ہے۔

ایجاز واختصار اور اطناب وطوالت کی مثالیں ہمیں فتاویٰ نوریہ میں کثرت کے ساتھ ملتی ہیں، جب کہ ہمارے پیش نظر دیگر فتاویٰ جات مثلاً فتاویٰ دارالعلوم دیوبند وغیرہ میں زبان وبیان کی یہ رعنائی، تحریر کی یہ شوخی نظر نہیں آتی، ممکن ہے کہ یہ کہیے کہ فتاویٰ میں اختصار ہی ہونا چاہیے، مگر آج کل جہالت اور تعصب کی وجہ سے زیادہ تفصیل ضروری اور مناسب ہے۔ فتاویٰ نوریہ کے فاضل مصنف ہمارے ممدوح حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ فتویٰ نویسی کے وقت اس دور کے تمام تقاضوں کو پیش نظر رکھتے تھے اور پھر ضرورت کے مطابق طوالت واختصار کی راہ اختیار کرتے ہیں۔

ناصحانہ اسلوب بیان

ایک بالغ نظر دیدہ ور مفتی کسی بھی الجھے ہوئے مسئلے کا حل اس طرح پیش کرتا ہے کہ اس میں کہیں کوئی الجھن ہو تو اس کی اصلاح ہو جائے گویا کہ مفتی اپنے فتویٰ سے اصلاح احوال کا فریضہ بھی سرانجام دیتا ہے اور احکام شرعیہ کی حکمتیں بھی واضح کرتا ہے۔ حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فتاویٰ کا مطالعہ کرنے سے یہ پہلو بڑا نمایاں ہو کر سامنے آتا ہے کہ اگر کسی مفتی نے کوئی مسئلہ دریافت کیا، جس میں آپ نے محسوس فرمایا ہو کہ اس کو نصیحت یا تنبیہ کی ضرورت ہے تو آپ اس فریضہ سے غفلت نہیں برتتے بلکہ ایک حکیم ومصلح اور ناصح وخیر خواہ کی حیثیت سے اصلاح کرنے کا فریضہ بھی سرانجام دیتے ہیں۔ مثال دیکھنا ہو تو فتاوی نوریہ، جلد دوم، صفحہ ۲۲۴، مطبوعہ ۱۹۸۸ء دیکھیے، ایک فتویٰ میں مسئلے کی توضیح کرنے کے بعد مستفتی کو نصیحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''عاقل وہ ہے جو دنیا میں ذخائر اخرویہ اور خزائن ابدیہ پُر کرے، نہ یہ کہ وبال ابدی اٹھاتے ہوئے جیفۂ دنیائے دنیہ پر گرے''------

کئی سالوں کی واجب الاداز کوٰۃ سے متعلق ایک فتویٰ میں استفتاء کے مختلف پہلوؤں کی شرح وتفصیل دلائل وبراہین سے واضح کرنے کے بعد اسے نصیحت کے انداز میں ارشاد فرماتے ہیں:

> ''امید غالب ہے کہ بار بار پڑھنے سے باآسانی سمجھ سکیں گے، ورنہ آکر سمجھ لیں کہ اب وقت ہے، قیامت میں حساب پورا کرنا مشکل ہو جائے گا''-----

[فتاویٰ نوریہ، جلد۲، صفحہ ۱۵۵]

آپ کی عادت بھی تھی اور طبیعت بھی کہ آپ بھی حق کے مقابلہ میں مخالف کی کوئی پروانہیں کرتے تھے، پوری زندگی تحریر وتقریر کے ذریعہ حق گوئی اپنا شعار رکھا اور اپنے طلبہ کو بھی اور متوسلین کو بھی حق گوئی کی تلقین کرتے رہے۔ آپ کے ایک شاگرد مولانا محمد صابر وٹو نوری جو کسی مسجد میں خطابت کے فرائض ادا کرتے تھے، ایک شرعی مسئلہ میں ان کا بعض لوگوں سے نزاع ہو گیا، کچھ علماء بھی اس میں شریک تھے جو مولانا وٹو سے اختلاف رکھتے تھے، چنانچہ انہوں نے نزاعی مسئلہ میں حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے فتویٰ طلب کیا، آپ نے فتوی لکھنے کے بعد آخر میں مستفتی کو تسلی دیتے ہوئے لکھا:

''لہٰذا آپ آئندہ کے لیے بھی مضبوط رہیں کہ یقیناً سچ پر ہیں، مخالفت پر گھبرانا نہیں چاہیے، کام چھوڑنے سے مخالفت ہرگز نہیں چھوڑتی، جو بھی نیا کام کرو گے حتیٰ کہ ہل چلاؤ گے تو پھر بھی مخالفت ہو سکتی ہے، جو وٹوؤں کا قومی کام ہے''-----

[فتاویٰ نوریہ، جلد۲، صفحہ۱۱۶]

اپنے ایک اور شاگرد مولانا منظور احمد ربانی کو اسلامی اصول دعوت اور ان کی حکمت واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''بہر حال یہ مسائل بڑے ہی واضح ہیں، باقی چک والوں کا نہ جاننا یہ کوئی دلیل نہیں، وہ بیچارے تو بہت سے مسائل نہیں جانتے۔ بے علموں کو پیار اور محبت سے سمجھایا کریں، ربانی عالم کا یہی وتیرہ ہوتا ہے''-----

[فتاویٰ نوریہ، جلد۶، صفحہ۵۹۹]

عشق و محبت رسول اللہ ﷺ

عشق ومحبت رسول اللہ ﷺ کی دولت سرمدی ایک بندۂ مومن کا سرمایہ حیات ہوتا ہے اور وہ ہمہ وقت اسی عشق کی گرمی میں جلتا ہے اور اس کی خواہش ہی نہیں، عملی کوشش یہ ہوتی ہے کہ وہ ہر کس وناکس کو اپنے محبوب سرکار مدینہ ﷺ کے جلوۂ حسن کا اسیر کر کے اپنا شریک محبت کرنا چاہتا ہے، یہ تو ایک عام مومن صالح کی بات ہے چہ جائیکہ کوئی عالم باعمل اور عارف کامل بھی ہو اور مفتیٔ وقت بھی ہو تو بھلا اس کی یہ تمنا اور خواہش کیوں نہ ہوگی کہ دنیا کی مادی محبتوں کے اسیر بندے ان دنیاوی محبتوں سے آزاد ہو کر محبوب رب العالمین ﷺ کی حقیقی محبت کے اسیر بن جائیں۔

فقہ اور فتویٰ کا تعلق علوم ظاہری سے ہے، اس میں عشق ومحبت کی بات نہیں ہوتی اور نہ اس کا تڑکہ لگایا جاتا ہے، یہاں تو حلال وحرام، جائز وناجائز اور کفر واسلام ایسے نازک مسائل حیات زیر بحث آتے ہیں، اس وجہ سے ایک ظاہر بین عالم کی خشک طبعی اپنے قاری کے لیے بوریت کا سامان

پیدا کرتی ہے اور جذبات میں دوری کے احساسات جنم لیتے ہیں۔ اس لیے بہت کم فتاویٰ ہیں جن میں قاری حلال وحرام کے پھیکے پن کے باوجود عشق ومحبت رسول اللہ ﷺ، محبت صحابہ واہل بیت اور اولیاء کرام وصلحاء امت سے عقیدت وارادت کی چاشنی بھی پائے، جس سے اُسے حلاوت ایمانی اور سرور روحانی کی دولت بھی نصیب ہو۔ یہ شرف وامتیاز بلا مبالغہ اور بلاشبہ برصغیر کے فتاویٰ جات میں صرف اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی اور آپ کے ہم فکر مفتیان کرام کے فتاویٰ جات کو ہی حاصل ہے کہ انہوں نے فتویٰ نویسی جیسے خشک موضوع کو بھی عشق ومحبت رسول ﷺ کے فروغ کا ذریعہ بنا دیا ہے۔ عشق رسول ﷺ کا جو بحر بے کنار فتاویٰ رضویہ، فتاویٰ امجدیہ، فتاویٰ نعیمیہ وغیرہ میں نظر آتا ہے، اس کی موجوں کی روانی ہمیں فتاویٰ نوریہ میں پورے جوبن پر نظر آتی ہے۔ فتاویٰ نوریہ کی ایک ایک سطر اطاعت رسول اللہ ﷺ کا درس دیتے ہوئے خوش بوئے رسول ﷺ کی مہکار سے مہک رہی ہے۔ حضور سید عالم ﷺ کے سایہ کی نفی سے متعلق مولانا نصیر الدین رکن پوری کے ایک استفتاء کے جواب میں رقم طراز ہیں:

''بلاشک وبلاشبہ وریب آنحضور پرنور ﷺ نور علیٰ نور ہیں، اس دعویٰ پر شاہد عادل ایمان مومن ہی کافی ووافی ہے، جمہور آئمہ کرام وعلماء عظام قرناً فقرناً تصریحات فرماتے چلے آرہے ہیں کہ آنحضور ﷺ نور ہیں اور ''نور'' آنحضرت ﷺ کے اسمائے مبارکہ میں سے ہے اور احادیث مبارکہ سے اس نورانیت کی شعاعیں اپنی چمک دمک سے ابصار وبصائر کو منور فرما رہی ہیں اور سب سے بڑھ کر شہادت ہے جو خود اس نور کے پیدا فرمانے والے نے صراحۃً بیان فرمائی۔ ارشاد ہوتا ہے ''قد جاء کم من اللّٰہ نور و کتٰب مبین'' تحقیق آیا تمہارے پاس خدا کی طرف سے ایک نور اور کتاب روشن، آئمہ کرام فرماتے ہیں کہ اس نور سے مراد محمد رسول اللہ ﷺ ہیں اور واؤ عاطفہ اسی طرف اشارہ کرتی ہے''-----[فتاویٰ نوریہ، جلد ۵، صفحہ ۴۳-۷۴]

اس مختصر سے اقتباس سے اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز نے اپنے فتاویٰ میں کس طرح عشق ومحبت کی جوت جگائی ہے، آپ کو اپنے آقا ومولیٰ سرکار مدینہ روحی فداہ ﷺ کے ساتھ جو عشق تھا، اس کی چند جھلکیاں دیکھنا ہوں تو پھر آپ فتاویٰ کے چند مقامات کو ضرور ملاحظہ کریں تو آپ کو خود اندازہ ہو جائے گا کہ آپ جب اسم گرامی ﷺ ذکر کرنا چاہتے تو کس والہانہ انداز میں کرتے ہیں، صرف چند نوری جملے بطور نمونہ نقل کیے جاتے ہیں:

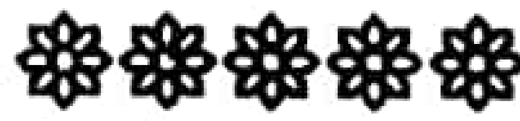
۱ ''بلاشک وشبہ وریب حضرت رب العالمین نے اپنے محبوب مکرم ﷺ کو غیب

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ

عطا فرمایا اور عالم ما کان وما یکون بنایا"------[فتاوی نوریہ، جلد۵، صفحہ۸۶]

۲ "حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گستاخ کافر ہیں اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے"------[ایضاً،۲۰۶]

۳ "واللہ، باللہ ضرور بالضرور حضور پُرنور سید عالم ﷺ دنیا وآخرت میں رحمۃ للعالمین ہیں اور بالخصوص مومنین کے لیے رؤف ورحیم ہی ہیں اور نافع ہیں"------[ایضاً، صفحہ۱۳۵]



کون بھولے گا ترا پیار فقیہِ اعظم

اللہ اللہ ترا کردار فقیہِ اعظم
میٹھی میٹھی تری گفتار فقیہِ اعظم

فیض یاب شہ لولاک گھرانہ تیرا
ہر طرف ہیں تیرے انوار فقیہِ اعظم

علم و عرفان کا ہے آج بھی چشمہ جاری
ذات تیری ہے گہر بار فقیہِ اعظم

دولتِ عشقِ نبی تو نے لٹائی ہے سدا
کون کر سکتا ہے انکار فقیہِ اعظم

تجھ کو حاصل ہوا لاریب حضوری کا شرف
تجھ پہ راضی ہوئے سرکار (ﷺ)، فقیہِ اعظم

جس کو تجھ سے ہوئی نسبت وہ ہوا ہے نوری
کون بھولے گا ترا پیار فقیہِ اعظم

ہیں نگاہوں میں مری نور کے جلوے رقصاں
تیرا جب سے کیا دیدار فقیہِ اعظم

ہم نے دیکھے ہیں محبت اللہ میں جلوے ترے
ہے مکمل ترا شاہکار فقیہِ اعظم

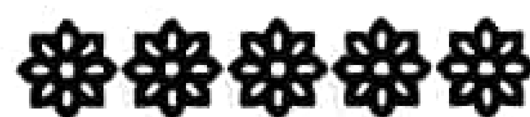
آج در پہ ہے ترے، تیرے غلاموں کا ہجوم
کیا سجا ہے تیرا دربار فقیہِ اعظم

ابر رحمت کے برستے رہیں تربت پہ تری
تیرا مہکا رہے گلزار فقیہِ اعظم

جان و دل سے ترا دیوانہ و شیدائی بنا
جس نے دیکھا تجھے اک بار فقیہِ اعظم

نوری میخانے سے اک جام اسے بھی مل جائے
ہے نیازؔی ترا بے خوار فقیہِ اعظم

الحاج عبدالستار نیازؔی



حضرت فقیہ اعظم رحمہ اللہ

ارباب علم و فضل کے تأثرات

C:\FAIZ\UMAR.INP

افقہ الفقہاء

حضرت شیخ القرآن مولانا غلام علی اوکاڑوی قدس سرہ العزیز

مخدوم العلماء حضرت علامہ مولانا الحاج ابو الخیر محمد نور اللہ صاحب نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عصر حاضر کے محدث ہی نہیں' بلکہ ایک صاحب طرز فقیہ اور عظیم المرتبت شیخ طریقت بھی تھے۔ حدیث' تفسیر' فقہ' معانی اور کلام وغیرہ علوم آپ کی شخصیت میں مبداء فیاض کی عنایات سے جمع تھے۔..........اگر دیگراں علماء اند او اعلم العلماء بود-----اگر دیگراں فضلاء اند او افضل الفضلاء بود-----لوگ فقیہ اعظم کہتے ہیں لیکن میں یہ کہنے میں کوئی باک نہیں سمجھتا کہ اگر دیگراں فقہاء اند او افقہ الفقہاء بود......اگر دیگراں اصفیاء اند او رئیس الاصفیاء بود......اگر دیگراں مشائخ اند او شیخ المشائخ بود...... فتویٰ کے اندر اگر میں یہ کہوں کہ وہ اصحاب ترجیح سے تھے تو مبالغہ نہیں ہوگا۔ ان کے فتووں کے اندر اجتہادی شان ہے' مجتہدانہ بصیرت ان کو حاصل تھی' ویسے تو "لا بد للمفتی ان یکون مجتهدا" ہر مفتی کے لئے مجتہد ہونا ضروری ہے لیکن حضرت فقیہ اعظم کے فتاویٰ کی اپنی شان ہے' ان کی بعض تحقیقات سے کسی کو اختلاف ہو تو الگ بات ہے لیکن ان کی فقاہت اور ثقاہت کے بارے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔

جہاں حضرت کی حیات ظاہری میں ہزاروں علماء وفضلاء نے آپ کے چشمۂ علم سے سیرابی حاصل کی' وہاں بے شمار لوگ روحانی طور پر بھی آپ سے فیض یاب ہوئے۔ آپ کا روحانی فیض جاری رہے گا۔

ہرگز نہ میرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق

علم و فضل کے پیکر رعنا

ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری قدس سرہ العزیز

بسم اللہ الرحمن الرحیم حامدا و مصلیا و مسلما

حضرت فقیہ اعظم مولانا محمد نور اللہ صاحب قدس سرہ کی ذات والا صفات جامع کمالات تھی۔ آپ کا علمی تبحر، آپ کی فقہی بصیرت، آپ کا پاکیزہ کردار اور عمر بھر خدمت دین کی پُر خلوص جدوجہد، آپ کی وہ خصوصیات ہیں، جن میں عہد حاضر میں شاید ہی کوئی ان کی ہمسری کا دعویٰ کر سکتا ہو۔ علم و فضل کے پیکر رعنا ہونے کے باوجود ان کی تواضع اور ان کے انکسار نے انہیں اہل علم و نظر کی آنکھوں کا تارا بنا دیا تھا۔

آپ کی دینی خدمات بے شمار ہیں، ان میں آپ کا قائم کردہ دار العلوم حنفیہ فریدیہ اور آپ کے فتاویٰ نوریہ کی متعدد جلدیں تا ابد ان کے علمی اور فقہی انوار سے تاریک دلوں کو منور کرتی رہیں گی اور سالکان راہ محبت کے لئے خضر راہ کا کام دیتی رہیں گی۔

جب کبھی ان کے فتاویٰ کا مطالعہ کرنے کا موقع ملتا ہے تو ذہن کو اطمینان اور دل کو جلا نصیب ہوتی ہے۔ پڑھ کر حیرت ہوتی ہے کہ وہ ہستی جو عمر بھر ہنگامہ ہائے روزگار سے دامن کش رہی، اس نے کس طرح جدید تقاضوں کا صحیح ادراک کیا اور ان کی روشنی میں اپنی فقیہانہ، دوررس بصیرت سے جدید مسائل کے ایسے حل پیش کیے، جنہوں نے جدید و قدیم دونوں طبقات کو مطمئن کر دیا اور ہر ایک کے لوح و قلب پر فقہ اسلامی کی برتری کا ایسا نقش ثبت کیا، جس کی چمک دمک نگاہوں کو خیرہ کرتی رہے گی۔ ہم صدق دل سے دست بدعا ہیں کہ اللہ رب العزت ان کے دست مبارک سے لگائے ہوئے پودے دار العلوم حنفیہ فریدیہ کو تا ابد سرسبز و شاداب رکھے اور اس دار العلوم کو رشد و ہدایت کا مرکز بنائے تاکہ اس چشمۂ شیریں سے تشنگان علم ہمیشہ ہمیشہ سیراب ہوتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے صاحبزادگان خصوصاً صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری صاحب کو عمر دراز عطا کرے اور اپنے والد ماجد کے عدیم المثال محامد و محاسن کا صحیح وارث بنائے، ان کو عمر خضر عطا فرمائے اور انہیں توفیق بخشے کہ وہ اپنے والد ماجد قدس سرہ کی روشن کی ہوئی اس شمع کو روشن رکھیں، اپنے حسن عمل اور بلندی کردار سے اس کی تابانیوں میں اضافہ کرتے رہیں۔

قابل رشک شخصیت

حضرت مولانا مفتی محمد حسین نعیمی علیہ الرحمہ

یہ حقیقت ہے کہ حضرت فقیہ اعظم 'بلا مبالغہ 'بلا شبہ اس دور کے فقیہ اعظم ہیں۔ آپ کی شخصیت تمام علماء کے لئے قابل رشک ہے۔ ایک وارث رسول میں جن خوبیوں کا پایا جانا ضروری ہے' وہ تمام خوبیاں آپ میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔

ایک عالم دین میں بنیادی طور پر چار باتیں پائی جاتی ہیں :

۱ علم نافع و علم کامل

۲ ذوق عبادت اور عادت عبادت

۳ صحابہ و صلحاء کا سا کردار

۴ کمال توکل و تقویٰ

حقیقت یہ ہے کہ حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں یہ چاروں چیزیں اپنے کمال کو پہنچی ہوئی تھیں۔ آپ اپنے دور کے تمام علماء میں ممتاز تھے اور اپنے دور کے کسی عالم سے کم نہ تھے۔

دوسری بات جو اکثر علماء میں نہیں پائی جاتی' وہ ہے عبادت 'کیوں کہ ایک وارث نبی کے لئے نہایت ضروری ہے کہ وہ راہ ولایت اختیار کرے اور ولایت کا تقاضا عبادت ہے۔ علماء اس طرف کم توجہ دیتے ہیں مگر آپ کی شخصیت ایسی ہے کہ عبادت میں بھی اتنے عظیم 'اتنے حاوی اور اتنے کامل تھے کہ خود بھی عبادت کا اہتمام کرتے اور طلباء کو بھی عبادت حتی کہ تہجد کے نوافل کی ترغیب دیتے۔ وہ ہر وقت کسی نہ کسی عبادت میں مصروف رہتے۔

تیسری چیز کردار ہے' آپ کا ایک ایک قدم سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق تھا۔

چوتھی چیز توکل ہے' آپ کو اللہ تعالیٰ پر بڑا توکل تھا' یہی وجہ ہے کہ انہوں نے جنگل میں منگل لگادیا۔ غیر آباد جگہ پر ادارہ قائم کر کے اسے عظیم یونی ورسٹی بنادیا۔

علم، عبادت، کردار اور توکل یہ چار چیزیں آج کل علماء میں اکثر نہیں پائی جاتیں مگر فقیہ اعظم میں بتمام و کمال پائی جاتی تھیں۔

ایک عالم دین کی یادگار چار چیزیں ہوتی ہیں :

۱ تصانیف

۲ تلامذہ

۳ دارالعلوم (صدقہ جاریہ)

۴ ولد صالح

ایک وارث رسول، عالم دین کا کمال یہ ہے کہ چاروں قسم کی شکل میں یادگاریں چھوڑے ----- اس وجہ سے بھی آپ علماء میں ممتاز مقام رکھتے ہیں۔

شاگردوں کے اندر چار چیزیں ہونی چاہئیں، جو اکثر علماء کے شاگردوں میں نہیں پائی جاتیں، شاگرد وہ ہو جو :

۱ مدرس ہو

۲ خطیب ہو

۳ مصنف ہو

۴ متقی ہو

اللہ تعالیٰ کا آپ پر بڑا فضل تھا کہ آپ کے شاگردوں میں مدرس ہیں، آپ کے تلامذہ میں اعلیٰ سے اعلیٰ خطیب و مقرر ہیں، مصنفین ہیں اور آپ کے فیضان سے بہرہ ور ہونے والوں میں تقویٰ ہے۔

حضرت قبلہ فقیہ اعظم مولانا ابوالخیر مفتی محمد نور اللہ صاحب نعیمی نور اللہ مرقدہ اپنے دور مین یکتائے زمانہ تھے، اپنی علمی اور فقہی بصیرت میں بے مثال تھے۔ جس حسین و جمیل اور تحقیقی انداز میں بالخصوص مسائل جدیدہ کا حل فرمایا ہے، یہ انہی کا طرۂ امتیاز ہے۔ حضرت فقیہ اعظم کو اللہ تعالیٰ نے علم و عمل اور تقویٰ و ورع کی دولت سے مالامال فرمایا، ان کے قول و فعل میں شریعت کی جھلک نظر آتی تھی۔ انہوں نے اپنی زندگی کا ہر لحہ اطاعت خدا اور اطاعت رسول ﷺ میں گزارا۔ حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ پوری زندگی قال اللہ و قال الرسول کی صدا بلند کرتے رہے۔ حضرت مولانا کی ذات ان تمام خوبیوں سے متصف تھی، جو کہ ایک عاشق الٰہی، عاشق رسول ﷺ، عالم با عمل، عارف سالک اور وارث نبی میں ہونی چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ عوام کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

خراجِ عقیدت

علامہ مفتی محمد معین الدین قادری شافعی علیہ الرحمہ

مجھ ایسے ہیچ مدان سے یہ مطالبہ کرنا کہ میں حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کی عظیم شخصیت کے بارے میں کچھ عرض کروں' ایسا ہی ہے جیسا کہ قطرے سے سمندر کی وسعتوں اور ذرے سے آفتاب کی تابانیوں کا ذکر کرنے کے لئے کہا جائے۔ کون نہیں جانتا کہ حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قدس سرہ علماء عصر میں ایک بلند مقام رکھتے تھے' فقہاء زمانہ احترام سے آپ کا نام لیتے تھے۔ آپ منبر مسجد پر جلوہ فرما ہوں یا مسند تدریس پہ تشریف فرما' ہر مقام کی زینت تھے۔ اگرچہ مجھے آپ کی صحبت نشینی کا زیادہ شرف حاصل نہیں ہو سکا' تاہم جب کبھی آپ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا' قلب وروح پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوئی۔ آپ کی زیارت "اذا رأو ذکر اللہ" کا مصداق تھی' پیشانی پر عزم واستقامت کا نور تھا' نگاہوں میں فراست وتدبر کی چمک تھی' چہرے پر جلال وجمال رقصاں تھا۔

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز خوش اخلاق وخوش اطوار بھی تھے اور غیور وخودار بھی' اہل فقر وغنا سے آشنائی رہی اور اہل ثروت ودولت سے بے اعتنائی' آپ کہنے کو ہی نہیں بلکہ حقیقتاً حاوی فروع واصول اور جامع معقول ومنقول تھے۔

آپ نے علم کا حصول مقاصد دنیوی کے لئے نہیں کیا تھا بلکہ دین حق کی تبلیغ' شریعت مصطفوی کا نفاذ اور مسلمانوں کے عقائد واعمال کی اصلاح آپ کا مطمح نظر تھا۔ سند فراغت حاصل کرنے کے بعد فارغ ہو کر نہیں بیٹھے بلکہ علم کا نور پھیلانے میں مصروف ہو گئے۔ بصیر پور میں علم وعرفان کی وہ شمع روشن کی کہ جس سے ہزاروں انسانوں نے اکتساب نور کیا' شمع سے شمع جلی' جلتی گئی اور ان شاء اللہ قیامت تک جلتی رہے گی۔ عملی تحقیق وتدقیق کا یہ عالم کہ وقت کے بڑے بڑے علماء خوشہ چینی کرتے نظر آتے ہیں' شاید ہی کوئی عالم ایسا ہو گا جو فتاویٰ نوریہ سے استفادہ نہ کرتا ہو۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کے درجات عالیہ کو مزید بلند فرمائے اور آپ کے فیوض وبرکات سے دنیا ہمیشہ فیض یاب ہوتی رہے۔

فقیہ العصر

شیخ الحدیث مولانا غلام رسول رضوی مدظلہ، فیصل آباد

مولانا محمد نور اللہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جید عالم و صوفی تھے، آپ کو فقہی مہارت تامہ تھی، مسئلہ کے استخراج میں بہت ماہر تھے، آپ کو فقیہ العصر کہنا حال کا مقتضیٰ تھا۔ اس کے علاوہ دیگر فنون درسیہ میں بھی ان کی امتیازی حیثیت تھی۔ ان کے عنفوان شباب میں فقیر بھی ان کے دارالعلوم میں مدرس تھا، وہ آدھی رات کو مسجد میں تشریف لے آیا کرتے تھے، اکثر میں نے ان کو نوافل میں روتے ہوئے سنا۔ یہ ان کی روحانی کیفیت تھی اور اس کے ساتھ ظاہری امتزاج بھی بڑا حسین تھا۔ آپ عموماً عمامہ پہنا کرتے تھے، کیوں کہ علم کی تعظیم عمامہ سے "عظموا العلم بالعمائم"۔

گفتگو کے وقت بھی ذکر قلبی اور لسانی جاری رہتا تھا، جیسا کہ اہل اللہ کی شان ہے، میں نے آپ کو بہت قریب ہو کر دیکھا ہے، اہل علم کی ایسی شان ہونی چاہیے۔

قدرت نے ان کو محاسن متکاثرہ سے نوازا تھا، آپ نے دین متین کی بہت خدمت کی ہے۔ ابتداء ایک مختصر گاؤں سے کی اور وہاں جامعہ (حنفیہ) فریدیہ کی اساس رکھی، پھر حالات کے اعتبار سے بصیر پور شریف قصبہ میں منتقل ہوئے، جہاں اب آرام فرما ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو منور کرے اور رحمت کی بارش برسائے۔ آمین



حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کے نوربار اقوال

انتخاب : صاجزادہ محمد فیض الحبیب اشرفی انتالوی

❁ عُجب (خود بینی) کا ہر وقت ہوشیار گی سے مقابلہ کرنا چاہیے۔

❁ جو نیک کام، مولیٰ تعالیٰ کے فضل سے نصیب ہو، اس پر خوش ہونا، شکر ادا کرنا اور اپنے مربی کی خدمت میں عرض کرنا، اچھا ہے۔

❁ اگر میں نہ پڑھاؤں تو میری آرام طلبی، اِن (طلبہ) کے روشن مستقبل کو تاریک کرنے کے مترادف ہوگی۔

❁ مطالعہ اور تدریس میری زندگی ہے۔

❁ مجھے دوا اور آرام سے اتنا سکون نہیں ملتا، جتنا ذکر مصطفیٰ ﷺ اور طلبہ کی خدمت سے آرام پہنچتا ہے۔

❁ علم دنیا کے لئے نہیں بلکہ خدمتِ دین اور اللہ جل جلالہ اور رسول اللہ ﷺ کو راضی کرنے کی نیت سے حاصل کریں۔

❁ نیت صالح اور جذبہ صادق ہو تو پھر آپ (خدمت دین کے لئے) پتھر پر بیٹھ جائیں تو اللہ تعالیٰ آپ پر رزق کے دروازے کھول دے گا۔

- استقامت علی الشریعہ ہی میں کامیابی کے راز اور مدارج عالیہ مضمر ہیں۔
- بیٹے! میرا طریقہ (پڑھنا' پڑھانا) اپنالو گے تو کامیاب ہو جاؤ گے۔
- اگر ہم جلاد بن جائیں گے تو ان (طلبۂ دین حق) کی زندگیوں میں مایوسیوں اور محرومیوں کے سوا اور کچھ نہ رہے گا۔
- بے علموں کو پیار اور محبت سے سمجھایا کریں' عالم ربانی کا یہی وطیرہ ہوتا ہے۔
- جو روزہ' نفس کی بہیمیت ختم کرنے کے بجائے لذیذ کھانوں کا مطالبہ کرے' وہ درحقیقت نفس کی شرارت ہے۔
- نیکو کاروں کو بھٹکانے اور اعلیٰ مقاصد سے دور کرنے کے لئے شیطان بھی ان جیسا بھیس بدلتا ہے۔
- شیطان' بڑی نیکی سے ہٹا کر چھوٹی نیکی کو مزین اور خوب صورت بنا کر پیش کرتا ہے' تاکہ معمولی نیکی کے ذریعے بڑی نیکی کے سینکڑوں فوائد سے محروم کردے۔
- بیٹا! زندگی کا تھوڑا سا حصہ گزارنے کے لئے کچے یا پکے مکانات کے امتیازات میں پڑنا کوئی دانش مندی نہیں' ہم فقیروں کو تعیش اور تنعم سے کیا غرض؟
- اس کام کے قریب مت جاؤ جسے جھوٹ کے پردوں میں چھپانا پڑے' حالانکہ برائی کا اپنا تعفن ہی اس کی پردہ دری کے لئے کافی ہوتا ہے۔
- اس قدر تیز رفتاری سے پڑھنا (دوران نماز) کہ الفاظ کا حلیہ بگڑ جائے' یہ آیات قرآنیہ اور مقدس مناجات کی توہین ہے۔
- نماز میں جسمانی حاضری کو دائمی بنائے رکھو اور کبھی نماز سے غفلت نہ برتو' رفتہ رفتہ جسمانی حاضری' دل کی حضوری میں بدل جائے گی۔
- بیٹا! داڑھی بڑھانے کی صرف کوشش نہیں بلکہ عزم بالجزم کرنا ہوگا' کیوں کہ داڑھی کا مطابقِ سنت ہونا بہت ضروری ہے۔
- مجھے یہ قطعاً پسند نہیں کہ یہاں (دورانِ سفر) طفیلی بن کر رہوں یا تم لوگوں پر

بوجھ ہوں بلکہ تمام متفرق اخراجات مشترکہ ہوں گے۔

❁ معمولی سے معمولی کام سر انجام دیتے وقت بھی انسان یہ سوچ لے کہ اس (کام) میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی رضامندی شامل ہے یا نہیں؟

❁ دنیا کی تمام رنگا رنگ اشیاء بس یونہی ہوتی ہیں' ان کے چھن جانے پر زیادہ کبیدہ خاطر نہیں ہونا چاہیے۔

❁ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس (چھوٹی بچی) پر پردہ فرض نہیں اور نہ یہ مکلّف ہے' مگر ابھی سے پردے کا اہتمام کیا جائے تو بالغ ہونے تک اس کی عادت پختہ ہو جائے گی اور دوپٹہ اوڑھنا طبیعت پر گراں نہیں گزرے گا۔

❁ رسول کریم ﷺ سے عقیدت و محبت اور آپ سے جاں نثاری ہمارے مسلک کا خاصہ ہے' یہ دولتِ بے پایاں ہمیں اپنے بزرگوں سے وراثتاً ملی ہے۔

❁ مجھے لکیر کا فقیر بننا پسند نہیں اور جب تک کسی معاملے اور مسئلے کی تہہ تک نہ پہنچ جاؤں' کوئی نظریہ قائم نہیں کرتا' تقلید محض مجھے بالکل گوارا نہیں۔

❁ ہزاروں کتب کی درس و تدریس کا خلاصہ' برس ہا برس کی تحقیق و تجسّس کا حاصل' پوری عمر کے مطالعہ کا نچوڑ اور منطقی' فلسفی پیچیدگیوں کا عطر اور ان سب کا تحقیقی نکتہ صرف یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ کی محبت و عقیدت اور آپ کے ساتھ عشق و وارفتگی' اصل ایمان ہے اور یہی حقیقتِ دین ہے' اسی کو ذہن نشین کر لیں اور اسی پر عمل پیرا ہو جائیں' دنیا و آخرت کی کامیابی کا راز صرف اسی نکتہ کو سمجھ لینے میں مضمر ہے۔

❁ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کا نام نامی سن کر انگوٹھے چوم کر اس طرح آنکھوں سے لگائے جائیں کہ آواز نہ آنے پائے۔

❁ بد عقیدہ شخص سے تعویذ نہیں لینا چاہیے۔

❁ فضلائے دار العلوم سے روتے ہوئے فرمایا:

اگر تم سنت رسول ﷺ پر عمل نہیں کرو گے' جماعت کے سلسلے میں سستی کرو گے تو

کل کو میں جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں تمہیں کیسے پیش کروں گا۔

❁ نماز پنجگانہ اور نفل تہجد کا خیال آپ کے اہل خانہ بھی رکھیں اور درود و ظائف پورے کرتے رہیں۔

❁ تقریر اچھی طرح خوب سوچ سمجھ کر کریں' کوئی مختلف فیہ یا متنازعہ مسئلہ ایسے رنگ میں بیان نہ ہو کہ جھگڑے اور فساد کا سبب بنے۔

❁ نمازیوں اور ہمسایوں کے ساتھ حسن سلوک و محبت سے رہا کریں۔

❁ علماء (حق) کا آپس میں لڑنا بھڑنا اور ایک دوسرے کی تکفیر و تضلیل و تفسیق کرنا' ضروری مسائل اور ارکان اسلام کی طرف کوئی توجہ نہ دینا' سنت مبارکہ کے بالکل خلاف ہے۔

❁ میری خواہش ہے کہ تم پڑھ پڑھ کر اتنے قابل اور ماہر ہو کہ میرے ساتھی اور ثانی بن جاؤ۔

❁ ہم نے تدریس دین متین کی خاطر تمام مفادات اور اغراض کو آقائے دو جہان ﷺ کے نام پر تج دیا ہے۔

❁ خادم' کبھی محروم نہیں ہوا کرتے۔

❁ تمام جہان' سرکار دو عالم ﷺ کے قدموں میں ہیں' یہاں تک کہ دنیا و آخرت سبھی حضور کے قدموں میں ہے۔

❁ ایک بدکردار گناہ گار' نامہ سیاہ اور حال تباہ اگر اپنے مولا و مالک ﷺ کی بارگاہ بے کس پناہ میں فریادی بن کر حاضر نہ ہو تو اور کیا کرے؟

❁ شریعت غراء پر عمل پوری کوشش سے کرتے رہیں۔

❁ ہر قسم کی خیانت سے پوری طرح پرہیز کریں۔

❁ عشق رسالت مآب ﷺ کے بغیر' دین و ایمان اور علم و آگہی کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

❁ جیسی بھی حالت ہو' دل کا جو بھی معاملہ ہو اور ظاہری یا باطنی جو بھی پوزیشن ہو' مواجہہ عالیہ میں سرکار رسالت مآب ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو جایا کریں (مدینہ طیبہ میں رہتے ہوئے' حاضری ہرگز ترک نہ کیا کریں)

❁ جنت البقیع میں اندر جاتے ہوئے ڈر لگتا ہے کہ کہیں انسان کے قدم کے نیچے کسی صحابیٔ رسول یا بزرگ کی قبر موجود نہ ہو۔

❁ سادات کرام کا معاملہ بہت نازک ہوتا ہے' ان سے برائی کا سرزد ہونا بالکل یونہی ہے' جیسے کسی کپڑے کو مٹی لگ جائے اور خشک ہونے کے بعد اسے جھاڑ دیا جائے۔

❁ جس امر میں مباح کی کوئی صورت پیدا ہو سکتی ہو' اسے حرام کہہ کر مسلمانوں کو دین سے متنفر کرنے والی بات ہے۔

❁ کسی ایک (امام) کے مقلد رہتے ہوئے کسی مشکل وقت میں دوسرے امام کے مذہب کے مطابق عمل کر لیا جائے' تو یہ عمل بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے رد نہیں کیا جائے گا۔

❁ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو متوجہ کرنے کے لئے کسی وسیلے سے منسلک ہونا بہت ضروری ہے۔

❁ سلام مسنون' ان الفاظ میں سلام کہنا یا لکھنا' غیر مسنون ہے۔

❁ پیتل کے گلاس میں پانی پینا مکروہ ہے۔

❁ شریعت اجازت نہیں دیتی کہ جانوروں کو لڑایا جائے' ایک جانور دوسرے کو زخمی کرے' یہ لہو و لعب ہے' اس سے بچنا نہایت ضروری ہے۔

❁ مشکوک امام (بد عقیدہ' تارک سنت' فاسق) کا ذبیحہ کھانا' تقویٰ کے خلاف ہے۔

❁ مسواک' محبوب اکرم' نور مجسم ﷺ کی سنت کی ادائیگی کا آلہ ہے' اس کا بھی احترام ضروری ہے۔

❁ مسواک بھی سنت محبوب ہے اور انگلی دانتوں پر پھیرنا بھی سنت ہے' دونوں

کرلی جائیں تاکہ محبوب کریم ﷺ کی دو بڑی سنتوں کی ادائیگی کا اجر حاصل ہو جائے۔

❁ خلوص واخلاص واتفاق سے وقت بسر کریں' یہ دنیا لعب ولہو ہی تو ہے۔

❁ میں واقعی فقیر ہوں' مگر کس کا؟' شہنشاہ دوسرا' حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا' وہ خود ضرورت کے مطابق بھیج دیتے ہیں یا بھجوا دیتے ہیں۔

❁ دنیا دار المحن اور سجن المومن ہے' اللہ تعالیٰ ایمان اور حب الحبیب الاعظم ﷺ سے دل آباد رکھے' تو سب کچھ حاصل ہے۔

❁ حضور ﷺ کے اسم مقدس کے ساتھ "ﷺ" لکھنا' ناجائز ہے' ہمیشہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لکھنا چاہیے۔

❁ کسی ناجائز اور غلط چیز کو اپنے مفاد و منشا سے جائز و مباح کہنا ہرگز ہرگز جائز نہیں' مگر شرعاً اجازت ہو تو عدم جواز کی رٹ لگانا بھی جائز نہیں ہے۔

❁ شہنشاہ کون و مکاں' حبیب رب رحمٰن' محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان پاک میں نازیبا الفاظ اور گالی بکنے والا انسان تمام مسلمانوں کے نزدیک کافر ہے اور کافر بھی ایسا سخت کہ جو اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے' وہ بھی کافر ہو جاتا ہے۔

❁ اپنے اوقات عزیزہ پڑھنے' پڑھانے میں پورے کریں۔

مآخذ و مراجع

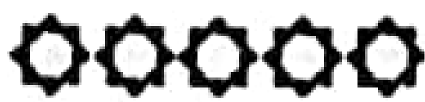
ماہنامہ نور الحبیب بصیر پور' فقیہ اعظم نمبر' جنوری فروری ۱۹۹۲ء

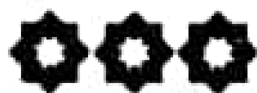
فتاویٰ نوریہ' حضرت فقیہ اعظم خواجہ ابو الخیر محمد نور اللہ نعیمی قدسنا اللہ بسرہ

حیات فقیہ اعظم' مولانا شبیر احمد ہاشمی' مطبوعہ لاہور' ۱۹۸۳ء

انوار حیات' تذکرہ جلیلہ' مولانا ابو الضیاء محمد باقر نوری علیہ الرحمہ' مطبوعہ لاہور' ۱۹۸۷ء

مکاتیب فقیہ اعظم' جانشین فقیہ اعظم صاحبزادہ مفتی محمد محب اللہ نوری' ۱۹۹۹ء





وہ محدث' وہ فقیہ با کمال

اے جمالِ بوحنیفہ' پرتوِ احمد رضا!
صادق عشق رسالت ﷺ' کامل عشق خدا
محور اہل محبت' نازش اہل نظر
کاشف اسرار فطرت' صاحب علم و خبر
پیکر صدق و صداقت' سرِ حق کے ترجمان
دیدنی ہے' آپ کی حق آگہی کی آن بان
مظہر دیدار شاہ(۱) و پیروِ بابا فرید
سید لاہور(۲) کے بحر کرم سے مستفید
تحفۂ صدر الافاضل(۳)' مژدۂ فتح(۴) مبیں
گردش دوراں! دکھا' ایسا محدث ہے کہیں؟
وہ مفسر' وہ محدث' وہ فقیہ باکمال
منفرد ہے آپ کے علم و تفقہ کا جلال
آپ کا طرز تفقہ بے نظیر و لاجواب
رو بہ رو "فرعون طینت" شرم سار و آب آب
ناظم ملک وِلا' اے عہد کے روشن چراغ
آپ کے فیض نظر سے باغ ہستی' باغ باغ
آسمان معرفت کے نور پیکر آفتاب
آپ کے انوار عالی سے زمانہ فیض یاب
ہے زمانے کا زمانہ حسن سیرت پر نثار
ہیں "محبِ" نور(۵)' مظہر' "نور حق"(۶) کے شاہکار

ہیں بہ عصر مادیت، فقر کی محکم دلیل
آپ کی شان تقدس، رحمت رب جلیل
اے امیر کاروانِ نور و نکہت، اے بصیر!(۷)
نور باری سے مسلسل قریۂ جاں مستنیر
موجب تسکین و راحت، آپ کی دیدِ سعید
عرصۂ کرب و بلا میں کیف و مستی کی نوید
آپ کی ذات مکرم، لطف پیرا صبح و شام
آپ کا ہر نام لیوا، کامگار و شاد کام
تا ابد مشعل محبّ اللہ(۸) کی روشن رہے
نقدِ تنویرِ کرم زیب دل و دامن رہے!
آن واحد میں ہزاروں پست بالا کر دیئے
تیرہ و تاریک دل عشق نبی سے بھر دیئے
جگمگا اٹھی یکایک، ہر شبِ ظلمت نصیب
ضوفشاں، ضوبار ہے، اس طور سے "نورالحبیب"(۹)
دے گئی چشم عنایت اختصاص مرحمت
ہو گئی جمشید الطاف نظر سے منقبت!

جمشید کمبوہ، انتالی شریف، پاکپتن شریف

حوالہ جات

۱......حضرت سید دیدار علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۲......حضرت سید ابوالبرکات علیہ الرحمہ
۳......حضرت سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ ۴......حضرت مولانا فتح محمد بہاو لنگری علیہ الرحمہ
۵......فضیلۃ الشیخ صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری مدظلہ العالی ۶......نور اللہ، نور حق
۷......بصیر پور کو حسن معنی عطا کرنے والے ۸......فضیلۃ الشیخ صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری مدظلہ العالی
۹......ماہنامہ نورالحبیب، مظہر نور حبیب ﷺ

C:\FAIZ\HAYAT.INP

تجلیات
حضرت فقیہ اعظم بصیرپوری
قدس سرہ العزیز

محمد عمر حیات الحسینی

دنیا میں انسانوں کی بے شمار اقسام پائی جاتی ہیں اور ان کی آمد و رفت کا بازار گرم ہے' ان میں ایک گروہ ایسا ہے جن کی پیدائش اور موت دونوں پر سکوت اور خاموشی کے پردے پڑے ہوئے ہیں۔ ان کی زندگی میں نہ کوئی چمک ہے اور نہ کوئی ابھار' نہ ان کے جینے سے انسانیت کو فائدہ پہنچتا ہے اور نہ ان کے مرنے سے کارخانہ دنیا میں کوئی کمی محسوس کی جاتی ہے' بقول غالبؔ ؎

غالبؔ خستہ کے بغیر کون سے کام بند ہیں
روئیے زار و زار کیا' کیجئے ہائے ہائے کیوں

اور کتنی ناپاک روحیں انسانی شکلوں کا روپ دھار کر خدا کی سرزمین پر ایسی بھی ہیں جن کے سائے' انسانیت کے صاف اور اجلے چہروں پر سیاہی برساتے ہیں۔ یہ گروہ

آدمیت کو فروغ دینے کے بجائے شیطانی و ابلیسی جماعت میں مل کر لوگوں کو نور سے ظلمت و تاریکی کی طرف کھینچ کر لاتا ہے' یہ جماعت و گروہ انسانیت کے لئے سخت خطرناک ہے' اس کا ہر فرد اپنی اپنی جگہ آدمیت کے لئے زہر قاتل ہے' بقول شاعر ؎

اور میں وہ ہوں کہ گر جی میں کبھی غور کروں
غیر کیا خود مجھے نفرت مری اوقات سے ہے

تیسری جماعت ان پاکیزہ اور سعید روحوں کی ہے' جو تخلیق کائنات کا مقصد اور جوہر ہے' ان کا وجود سرمایہ زندگی اور عنوان حیات ہے۔ وہ خود بھی نور بن کر چمکتے ہیں اور ان کی نورانیت دوسروں کو بھی تاریکی میں نور کا راستہ دکھاتی ہے۔ یہی وہ مبارک نفوس اور مقدس ہستیاں ہیں جن پر انسانیت ہمیشہ سے فخر کرتی چلی آئی ہے۔ ان رشد و ہدایت کے پاسبانوں کی پیشانیوں میں ضیائے طور اور ان کے دلوں میں علم و معرفت کا نور ہے۔

اللہ تعالیٰ نے علمائے ربانیین کو نبی اکرم ﷺ کا جانشین اور وارث بنا کر ایک بہت بڑا مقام عنایت فرمایا ہے اور چونکہ نبوت کا سلسلہ بھی ختم ہو گیا' اس لئے تبلیغی ذمہ داری صرف علمائے ربانی پر عائد ہوتی ہے۔ یہی علمائے ربانی علم نبوت کے وارث ہیں اور انہی کے متعلق فرمایا گیا:

"علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل"

بہر حال علمائے ربانی کا مقام بہت بلند ہے' ابتدائی دور میں بڑے بڑے ائمہ و مجتہدین اور علمائے ربانی پیدا ہوئے' جن میں امام الائمہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ' حضرت امام مالک' حضرت امام احمد بن حنبل' حضرت امام شافعی' حضرت امام محمد اور حضرت امام ابو یوسف وغیرہ آفتاب و ماہتاب جیسی ہستیاں شامل ہیں اور آگے بڑھ کر ذرا دیکھئے کہ امام بخاری' امام مسلم' امام غزالی' امام رازی' حافظ ابن حجر' ابن عربی اور ابن جریر جیسے اہل علم

صفحہ روزگار پر نمودار ہوئے اور اگر اپنے قریب کے ماحول اور ہندوپاکستان کے دیدہ ور علماء پر نظر ڈالیے تو ان میں حضرت مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ عبد الحق محدث دہلوی، شاہ عبد العزیز محدث دہلوی، امام فضل حق خیر آبادی، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی، حضرت اعلیٰ پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی اور علامہ غلام محمد گھوٹوی جیسی نامور ہستیوں کو برگزیدہ شان کے ساتھ قدرت خداوندی نے پیدا کیا۔ یہ سب کے سب شریعت و روحانیت کے درخشندہ ستارے تھے، جن کا نام نقاش ازل نے خاص خاص مقاصد کے لئے جریدۂ عالم پر بقائے دوام کے ساتھ ثبت کیا۔ ان کا اس جہان فانی سے سفر، دنیا کی موت کے مترادف تھا۔ اس روحانیت اور علم کے باغ سے جو پھول مرجھا کر گرا وہ چمنستان علم کو خزاں میں بدل کر رخصت ہوا اور اس آسمان شریعت سے جو روشن ستارہ ٹوٹ کر جدا ہوا، وہ فضائے آسمانی کو تاریک کر کے ٹوٹا۔ یہ لوگ گلشن علم و معرفت کے سدا بہار پھول تھے، جو بظاہر موت کے گل چیں نے توڑ لئے مگر ان کی خوشبوئیں ہمیشہ دماغوں کو معطر کرتی رہیں گی، ان کے علمی کارنامے ان کے لئے زبان حال سے یہ اعلان کر رہے ہیں کہ ؎

ہرگز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالمَ دوام ما

اور حقیقت تو یہ ہے کہ ؎

اخ العلم حیّ خالد بعد موته
و لو صاله تحت التراب رميم
و ذو الجهل ميت و هو ماش على الثرى
يظن من الاحياء و هو عديم

"اہل علم مرنے کے بعد بھی ہمیشہ زندہ رہتا ہے' اگرچہ اس کے اعضا مٹی میں مل کر خاک ہو جائیں۔

اور جاہل مردہ ہے اگرچہ وہ زمین پر چلتا پھرتا ہے' وہ زندوں میں خیال کیا جاتا ہے لیکن وہ مر چکا ہوا ہے"۔

حضرت فقیہ اعظم بصیر پوری قدس سرہ العزیز پہلی قسم کے علمائے حقانی میں سے تھے۔ ان کا علم و فضل' علماء میں مسلم تھا اور امت کے لئے آپ نے علم کا بہت سا ورثہ چھوڑا ہے' خاص طور پر فتاویٰ نوریہ اور ہزاروں جید تلامذہ اور صالح و مقرب اولاد کے ساتھ ساتھ عظیم دینی ادارہ امت مسلمہ کے لئے بہت بڑی میراث ہے' جو وہ چھوڑ گئے ہیں۔ آپ دانائے شریعت و طریقت تھے۔

آپ ایک جلیل القدر عالم دین اور ایک عظیم المرتبہ نائب رسول تھے' آپ کے فقہ اور علم و معرفت کی شمع اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کے فیض یافتہ اکابرین کے نور سے روشن ہے۔

کسی عالم' مؤرخ اور ماہر محقق کی یادگاریں' کوٹھیاں' باغات اور مال و دولت کے انبار نہیں ہوتے' بلکہ افکار کا وہ خزانہ ہوتا ہے' جس کے سامنے قارون کے گنج ہائے فرومایہ کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز نے اپنی میراث میں وہ کچھ چھوڑا ہے' جسے شمار کرنا مشکل ہے۔ ان کا زبردست شاہکار فتاویٰ نوریہ ہے' جس کے آثار سے فقیہ و مفتی کی عظمت شان کا پتہ چلتا ہے۔ حضرت کے اس گلشن علم و فضل کے پھولوں کی سیر کرنے والے خوب جانتے ہیں کہ ان کی طرب انگیز خوشبوئیں اور پر کیف مناظر کس طرح

دماغوں اور نگاہوں کو معطر اور مسحور کر لیتے ہیں۔ جس طرح دل فریب وادیوں کے نظارے دیکھ کر انسان بے ساختہ سبحان اللہ کے نعرے بلند کرنے لگتا ہے' اسی طرح علمی پھولوں کی بہاریں بھی قدم قدم پر دامن دل کھینچ کر کہتی ہیں کہ بس ٹھہرنے کی یہی جگہ ہے۔ وہ سینے کتنے خوش نصیب ہیں' جن کے اندر ایسے دل ہیں' جن میں حکمت و دانش کے غنچے کھلتے ہیں اور ظاہر باغوں کے سیر و تماشہ سے بے نیاز ہو کر اپنا در دل کھولتے اور اس کی سیر کرتے ہیں۔ حضرت بیدل نے کیا خوب کہا ہے ؎

ستم است اگر ہوست کشد کہ بسیرِ سرو و سمن در آ
تو زغنچہ کم نہ دمیدۂ در دل کشا بچمن در آ
پے نافہ ہائے فجستہ بوپسند زحمت جستجو
بخیال حلقۂ زلف او گرہے خور و بختن در آ

فتاویٰ نوریہ بھی ایک گلشن ہے' جس کی سیر جنت فردوس و عدن کی سیر سے کہیں زیادہ پر بہار ہے۔ اس کی قدر و قیمت کے اندازے ان قدر دانوں سے پوچھئے' جو اس کی بہاروں کے مشتاق اور دل دادہ ہی نہیں بلکہ واقف حقیقت ہیں۔ فتاویٰ نوریہ پر مشاہیر علماء اور مفتیان کرام نے جو کچھ لکھا ہے اس کا تجزیہ کرنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ :

۱ فتاویٰ نوریہ ایک فقہی انسائیکلوپیڈیا ہے' اس میں زندگی کے جملہ مسائل کا حل موجود ہے۔

۲ اختصار کی جگہ اختصار اور وضاحت و تفصیل کی جگہ اس میں تفصیلات ہیں' یعنی حسب موقع و محل ہے۔ ضرورت سے زیادہ اور ضرورت سے کم وضاحت کا انداز اختیار نہیں کیا گیا۔

۳ یہ فتاویٰ بڑی بڑی ضخیم کتب فقہ و فتاویٰ سے بے نیاز کر دیتا ہے۔

۴ مشکل سے مشکل مسائل کو نہایت سلیس انداز میں پیش کیا گیا ہے کہ قاری کے دماغ کو قبول کرنے میں قطعاً دقت محسوس نہیں ہوتی۔ گویا قوت تفہیم میں یہ اپنی مثال آپ ہے۔

۵ انداز محققانہ اور مدققانہ ہے' جہاں کہیں اختلاف کیا ہے' وہاں آداب و حدودِ اختلاف کا پورا پورا خیال رکھا ہے۔

حضرت فقیہ اعظم بصیر پوری علیہ الرحمہ نے جن مسائل میں اختلاف کیا ہے اور جس بصیرت کے ساتھ اختلاف کیا ہے' وہ اپنے اندر کس قدر فقہی چمک اور نور رکھتا ہے' اس کے متعلق یہ کہنا مبالغہ نہیں کہ اس میں دانش نورانی اور دانش برہانی' دونوں دانشوں کے دھارے بہہ رہے ہیں۔ آپ علیہ الرحمہ کی شخصیت علمائے دیدہ ور میں ایک خاص مقام رکھتی تھی' وہ معقول و منقول دونوں علوم میں نور بصیرت سے ممتاز تھے' ایسی جامعیت قدرت کی خاص عنایت ہے۔ انہیں جہاں تفسیر و حدیث' منطق و فلسفہ اور کلام میں طبعی ذوق تھا' وہیں علم فقہ میں ید طولیٰ کا مقام حاصل تھا۔

علمائے اہل نظر میں جب فقہی و فقیہ مسائل پیش آتے تو ان کا تفقہ اور فقہی معلومات و تحقیقات کا دریا ٹھاٹھیں مارتا نظر آتا تھا۔ فقہی مسائل کو اس طرح پیش کرتے کہ دل کی تہوں میں پیوست ہو جاتے اور دماغ کے پردوں کو صاف اور روشن کرتے جاتے تھے۔ جب کبھی نازک مسائل امت مسلمہ کے لئے شرعی احکام کی تشنگی محسوس کرتے تو آپ کی طرف نظریں اٹھاتے۔ آپ روح عصر کے رمز شناس اور محرم راز تھے' سوچتے' غور و فکر کرتے' قرآن و سنت کی کسوٹی پر پرکھتے اور پورے غور و خوض' نقد و فکر کے بعد جب کہ ظاہری تحقیق و تدقیق کے فیصلے باطن کی نگاہوں کے ساتھ نگاہیں ملا کر

شفائے قلبی کے ساتھ متفق ہو جاتے تو حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ اس پر اپنی تحقیق پیش کر دیتے اور پھر ان کی قوت علمی، قوت فیصلہ اور قوت استدلال کے سامنے جو مخالف دوسرا نظریہ لے کر آتا تو اس کو پسپا ہونا پڑتا۔ آپ فقیہ دانش مند تھے۔

تفقہ اور دین میں بصیرت ایک تنویر ربانی یا موہبت کبریٰ ہے، جس کو اللہ تعالیٰ جس کے دماغ میں چاہے پیدا کر دے۔ اسی نور اور بصیرت کو سمجھنے کا نام تفقہ ہے۔

حضرت فقیہ اعظم بصیر پوری علیہ الرحمہ کی فقہی تحقیقات و معلومات کا میری نظر نے جہاں تک جائزہ لیا ہے، اس کے دو حصے کیے جاسکتے ہیں :

۱ ایک تو وہ حصہ ہے جو مبسوط فقہی کتابوں اور فتاویٰ کی چھ ضخیم جلدوں کی جزئیات میں معلومات اور تحقیقات و مطالعہ اور ان میں مہارت سے متعلق ہے، جو آغاز فقہ سے لے کر اب تک ایک ہی قسم کی انسانی ضروریات سے وابستہ ہیں اور ہر دور میں امت مسلمہ اس قسم کے احکام کی ضرورت مند رہی ہے، جن کو ائمہ و فقہاء نے ابواب و فصول اور کتاب کے تحت علی الترتیب بطور فن مدوّن کر دیا ہے، مثلاً کتاب العقائد، کتاب الطہارۃ، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الصوم، کتاب الزکوٰۃ، کتاب الرہن اور کتاب البیوع وغیرہ وغیرہ جو انسانی تمدن کی وسعتوں سے دوچار ہونے والی ایک سی ہی ضروریات سے ہر زمانہ میں پیدا ہوئیں۔

۲ دوسرا حصہ حضرت فقیہ اعظم بصیر پوری علیہ الرحمہ کی ان فقہی مساعی اور کوششوں کا نتیجہ ہے جو ان کو اپنے انتہائی تمدن کے دور میں اصول کلیہ فقہ اور جزئیات فقہی پر قیاس اور نظیر کے طور پر پیش آئے ہیں اور ان میں حضرت کا فقہی شعور و درک یا تفقہ کی چمک نظر آتی ہے اور ان کے متعلق فقہ میں کوئی صاف جزئی موجود نہیں۔

پہلی قسم کے مسائل کے بیان میں بھی ایک خاص قسم کی ندرت پائی جاتی ہے۔

دلائل کی ترتیب، تنوع و کثرت اور سائل و مستفتی کی نفسیاتی اور ذہنی استعداد کو ملحوظ خاطر رکھ کر بحث کا انداز اختیار کیا ہے، غلو اور تشدد کا وتیرہ اختیار نہیں کیا گیا۔

دوسری قسم کے مسائل میں حضرت نے انتہائی نکتہ رسی اور دقیقہ سنجی کا مظاہرہ کیا ہے۔ سائنس کے اس دور کے اہم اور دقیق مسائل میں علمائے زمانہ کو مائیکروفون اور لاؤڈ اسپیکر، جس کو عربی میں مکبر الصوت یا جہیر الصوت کہا جاتا ہے، کے ذریعہ نماز میں آواز سے قرأت کو لوگوں یا مقتدیوں تک پہنچانے کا مسئلہ ہے۔

بہر حال ضرورت عہد جدید نے اس ایجاد کو سائنس سے مانگا اور "الحاجة ام الاختراعات" کے مصداق سائنس نے یہ ایجاد پیش کر دی۔ مسلمانوں کے دل میں بڑے بڑے مجمعوں اور عید و جمعہ کی نمازوں کے لئے اس ایجاد کے ذریعے خطبہ اور قرأت نماز کے سننے کی خواہش اور تڑپ پیدا ہوئی اور علماء کے سامنے اپنی ضرورت کو پیش کیا۔ اطراف و جوانب سے فتوے طلب ہونے لگے، اکثریت نے لاؤڈ اسپیکر پر نماز کو ناجائز قرار دے دیا لیکن حضرت بصیرپوری علیہ الرحمہ نے اپنی خداداد فقہی بصیرت سے مسئلہ کی نزاکت کو سمجھا اور تشدد میں ایک درمیانی پہلو اختیار فرما کر معاصرین سے اختلاف کیا۔ ائمہ فن نے فقہ کے چار اصول قائم کیے ہیں :

یعنی قرآن، سنت، اجماع اور قیاس۔

اگر کسی اجتہادی مسئلہ کی صراحت قرآن و حدیث سے ثابت نہ ہو سکے تو اجماع کو اصل قرار دیا گیا ہے، ورنہ قیاس کو عمل میں لایا جائے گا۔ قرآن و سنت مُثبت للاحکام اور اجماع اور قیاس مُظہر للاحکام ہیں۔

حضرت فقیہ اعظم بصیرپوری علیہ الرحمہ کا دماغ اس قدر صاف اور گہرائی میں اتر جانے والا تھا کہ اہم سے اہم مسائل کو کسی فقہی جزئی پر قیاس کرنے میں آپ کو خصوصی اجتہادی شان حاصل تھی۔

حالت روزہ میں انجکشن لگوانے کا حکم، ہوائی جہاز اور چلتی ٹرین میں نماز پڑھنے کا مسئلہ اور طویل الاوقات مقامات پر نمازوں اور روزوں کے اوقات کے تعین وغیرہ وغیرہ مسائل میں یہ شان صاف اور نمایاں دکھائی دیتی ہے۔

بلاشبہ آپ ایک فقیہ النفس مفتی تھے، ایسے ہی فقیہ کے متعلق حدیث میں وارد ہوا ہے:

"فَقِيهٌ وَاحِدٌ أَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ أَلْفِ عَابِدٍ"

"ایک فقیہ عالم، شیطان پر ایک ہزار عبادت گذار انسانوں سے زیادہ بھاری ہے"۔

کیوں کہ عبادت گذار کو صرف اپنی عاقبت کی درستی کا خیال ہوتا ہے، جو اس کی ذات تک محدود ہوتا ہے اور یہ امر شیطان کے لئے زیادہ تشویش کا باعث نہیں۔ وہ سمجھتا ہے کہ یہ روشنی زیادہ دور تک پھیلی ہوئی نہیں ہے لیکن ایک حقیقی فقیہ عالم اپنی تحریر، درس اور فیض صحبت سے ہزارہا گمراہوں کو ہدایت کی راہ دکھاتا ہے، جو شیطان کے مشن کے لئے سخت مضر ہے۔

حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے بھی ایسے ہی فقیہ عالم کے لئے کہا ہے ؎

صاحب دلے بمدرسہ آمد ز خانقاہ
بشکست عہد صحبت اہل طریق را
گفتم میان عالم و عابد چہ فرق بود
تا اختیار کردی ازاں ایں فریق را
گفت آں گلیم خویش بُروں می برد زموج
ویں جہد می کند کہ بگیرد غریق را

نکتہ داں محقق شیرازی نے عالم فقیہ و عابد کے فرق کو کس خوبصورتی سے واضح کیا ہے کہ اس سے اچھے الفاظ کا ملنا دشوار ہے۔ یعنی عابد صرف اپنی کملی بچانے کی فکر میں

رہتا ہے، لیکن فقیہ عالم ڈوبے ہوؤں کو بچانے کی کوشش کرتا ہے۔

بلاشبہ اس بصیرت افروز حقیقت کی روشنی میں یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ حضرت فقیہ اعظم بصیر پوری قدس سرہ العزیز کی تمام زندگی قرآن و سنت کی خدمت میں انہماک اور ذوق و شوق، تعلیم و تدریس اور فقہ اسلامی کے ساتھ بے انتہا شغف میں گذری جو ہزاروں عبادت گزاروں کے مقابلہ میں یقیناً عزیز اور قیمتی کہی جاسکتی ہے۔

آپ نے معانی و تفسیر کے بے کراں سمندر بہائے ہیں، اور آپ نے ہزاروں کا تزکیہ فرمایا ہے، آپ کی گفتگو سے کیف برستا تھا۔ اللہ اور اس کے محبوب کریم ﷺ کی یاد سے دلوں کی کھیتیاں لہلہا اٹھتی تھیں، اور یقیناً آپ کی تحریر و تقریر، ہر دو سے دلوں کی کیفیتیں بدل جاتی تھیں۔ ہزاروں کیا لاکھوں آپ کے مواعظ سن کر ذوق و شوق اور عشق رسول ﷺ سے سرشار ہو کر اٹھتے تھے۔ لوگوں پر عجب بے خودی کا عالم طاری ہو جاتا تھا۔

آپ نے فتاوی نوریہ میں جو حکمت و عرفان کے دریا بہائے ہیں، ان سے روحوں میں تازگی اور بالیدگی پیدا ہوتی ہے۔ مطالعہ کے دوران معلوم ہوتا ہے کہ انوار الٰہی کی دلوں پر بارش ہو رہی ہے۔

ان کی ہر بات دل سے نکلتی تھی اور اسی لئے دلوں میں بیٹھ جاتی ہے۔ فتاویٰ کا لفظ لفظ "از دل خیز د بر دل ریزد" کا مصداق اتم ہے، بقول علامہ ؎

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

کتاب العقائد کا ایک ایک لفظ ادب و تعظیم، الوہیت اور عشق رسول ﷺ کے سوز سے لبریز ہے۔ ہر قاری حسب ذوق حظ لیتا ہے۔ اور بغیر متاثر ہوئے نہیں رہ سکتا۔

C:\FAIZ\AZAMI.INP

فتاویٰ نوریہ جلد پنجم، ششم

مولانا محمد الیاس اعظمی

فتاویٰ نوریہ جلد پنجم (۲۰X۲۶/ ۸)

فتاویٰ نوریہ جلد پنجم، ششم اکٹھی پہلی مرتبہ جولائی ۱۹۹۰ء بمطابق ذوالحجۃ المبارکہ ۱۴۱۰ھ کو منظر عام پر آئیں۔ ان میں سے جلد پنجم تو مستقل طور پر فتاویٰ نوریہ کی پانچویں جلد ہے، جب کہ جلد ششم کو تتمہ کی حیثیت حاصل ہے۔ دونوں جلدوں کے صفحات کی کل تعداد ۶۰۰ ہے۔ ہم یہاں ذیل میں دونوں جلدوں کا الگ الگ جائزہ لیتے ہیں :

صفحہ نمبر ا پر تسمیہ کی خطاطی کا کتبہ

صفحہ نمبر ۲ پر آیت کریمہ الله نور السموات والارض کو خوب صورت قطعہ کی صورت میں لکھا گیا ہے۔

صفحہ نمبر ۳ پر اندرونی ٹائٹل ہے، جس پر کتاب، صاحب کتاب، مرتب اور ناشر کے نام لکھے گئے ہیں۔

صفحہ نمبر ۴، پرنٹ لائن پر مشتمل ہے۔

صفحہ نمبر ۵ تا ۸ پر "نقش آغاز" کے نام سے چار صفحات پر مشتمل مرتب فتاویٰ نوریہ حضرت صاحبزادہ محمد محبّ اللہ نوری صاحب کے قلم سے لکھا ہوا ایک مضمون شامل کیا گیا ہے، جس میں پورے فتاویٰ نوریہ کے پس منظر، تاریخ تدوین اور بالخصوص جلد پنجم و ششم کے مندرجات کا ایک مختصر خاکہ انتہائی خوب صورتی سے بیان کر دیا گیا ہے۔

صفحہ ۹ تا ۳۹، تیس صفحات جلد پنجم میں مذکور مسائل کی تفصیلی فہرست پر پھیلے ہوئے ہیں، جس میں تمام مندرجات کو مختلف عنوانات میں تقسیم کیا گیا ہے۔

صفحہ نمبر ۴۰ پر جلد ششم کے مندرجات کی اجمالی فہرست دے دی گئی ہے۔

صفحہ نمبر ۴۱ سے صفحہ نمبر ۵۲ تک گیارہ صفحات پر ممتاز عالم دین حضرت مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری صاحب کے قلم سے حیات فقیہ اعظم پر لکھا گیا ایک مضمون "یکتائے روزگار" کے عنوان سے شریک اشاعت ہے، جس میں حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کی دینی، سیاسی اور سماجی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا گیا ہے۔

صفحہ نمبر ۵۳ سے فتاوی نوریہ جلد پنجم کا باقاعدہ آغاز ہوتا ہے، جو صفحہ نمبر ۲۵۹ تک پھیلا ہوا ہے۔ یوں گویا کہ فتاوی نوریہ کی جلد پنجم ۲۰X۲۶ / ۸ کے سائز کے ۲۰۶ صفحات پر محیط ہے، جن میں ۳۸۹ مسائل شرعیہ پر قرآن و سنت کے حوالے سے مفصل گفتگو کی گئی ہے۔

جلد پنجم کی نمایاں خصوصیات

فتاوی نوریہ جلد پنجم کی نمایاں خصوصیات درج ذیل ہیں۔

۱ ہر باب کے آغاز میں اس کا تعارف بھی پیش کیا گیا ہے جس کی بنیاد قرآن و سنت کے دلائل پر رکھی گئی ہے۔

۲ اس جلد کے اکثر فتاویٰ جات خاصے مفصل ہیں، جس کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس جلد میں کل ۱۲۴ / استفتاءات کے جوابات شامل ہیں۔

جلد پنجم کے اہم مضامین و عنوانات

فتاوی نوریہ جلد پنجم کا تعلق باب العقائد سے ہے جیسا کہ اس کے مندرجات اور فاضل مرتب کے ان الفاظ سے یہی ظاہر ہے :

”جلد پنجم عقائد، تفسیر اور حدیث سے متعلق ابواب پر مشتمل ہے“۔

(نقش آغاز، صفحہ ۵، ۶)

چنانچہ اس میں مذکور اہم مضامین درج ذیل ہیں۔

☆ کتاب العقائد (۵۵ تا ۵۸)

کتاب العقائد میں کل ۲۴ / استفتاءات کے انتہائی محققانہ جوابات دیئے گئے ہیں اور مختلف مباحث کو ابواب میں تقسیم کر دیا گیا ہے جس کا خلاصہ کچھ یوں ہے۔

☆ توحید (۵۹ تا ۶۱)

اس باب میں ذات و صفات ذات باری تعالیٰ سے متعلق عقائد کو بڑے دل نشین انداز میں جمع کر دیا گیا ہے۔

رسالت مآب ﷺ سے متعلق عقائد کو موجودہ دور کی اعتقادی ضروریات کے پیش نظر علیحدہ علیحدہ عنوان سے بیان کیا گیا ہے، مثلاً مسئلہ سایہ، نورانیت مصطفیٰ ﷺ، عظمت مصطفیٰ ﷺ وغیرہ ہر ایک کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

☆ مسئلہ سایہ (۶۳ تا ۷۶)

امام الانبیاء حضور فخر المرسلین ﷺ کا سایہ مبارکہ نہ ہونے کا بیان، قرآن و حدیث اور مستند کتب اسلاف سے اپنے موقف پر دلائل دیئے گئے ہیں۔ اس فتویٰ کی حیثیت ایک مستقل رسالے کی ہے۔

صفحہ نمبر ۷۶ تا ۸۰ تک دو فتوی جات شان رسالت مآب ﷺ اور آپ ﷺ کے علم غیب شریف سے متعلق ہیں۔

صفحہ نمبر ۸۰ تا ۸۲ پر ایک فتویٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد گرامی کے ایمان سے متعلق ہے جو دلائل وبراہین کا جامع ہے۔

☆ انار استمرار الکفار فی اضرار النار (۸۳ تا ۱۱۲)

فوت ہونے کے بعد قیامت میں کفار کے عذاب سے متعلق شیخ محی الدین ابن عربی کی طرف منسوب ایک قول پر علمی تبصرہ اور عقیدہ اہل سنت وجماعت کی نصوص قطعیہ شرعیہ سے تائید۔

☆ مسائل ارواح (۱۲۴ تا ۱۳۰)

بعد از مرگ ارواح کی حیات سے متعلق اہل سنت وجماعت کے عقیدے کو بڑی عمدگی کے ساتھ یہاں بہ دلائل ذکر کیا گیا ہے۔

☆ متفرقات (۱۳۱ تا ۱۶۰)

عقائد سے ہی متعلق ۱۰/ استفتاءات اور ان کے تحت متعدد سوالات اور تحقیقی جوابات درج کئے گئے ہیں۔

☆ کتاب التفسیر (۱۶۷ تا ۱۹۱)

یہ کتاب بعض آیات قرآنیہ کی تفسیر سے متعلق ۱۳/ استفتاءات کے مفصل جوابات پر مشتمل ہے اور سورۂ بقرہ کی تفسیر کے ذیل میں عقائد پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے، مثلاً

۱ عقائد ذات رب العالمین، صفحہ ۱۸۳

۲ عقائد متعلقہ حضور سید المرسلین ﷺ، صفحہ ۱۸۴

۳ عقائد متعلقہ قرآن پاک، صفحہ ۱۸۵

۴ حضرت آدم علیہ السلام کا ذکر، صفحہ ۱۸۵

۵ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر، صفحہ ۱۸۵

۶ بنی اسرائیل کا بیان، صفحہ ۱۸۶

☆ کتاب السنۃ والحدیث (۱۹۳ تا ۲۵۴)

"حدیث الحبیب" حجیت حدیث کے موضوع پر حضرت فاضل مصنف رحمۃ اللہ علیہ انتہائی علمی، تحقیقی اور فکری نوعیت کی منفرد تصنیف ہے، جس میں (۳۱) آیات قرآنیہ اور سترہ (۱۷) احادیث مبارکہ سے بہ دلائل واضح کیا گیا ہے کہ قرآن مجید کی طرح حدیث نبوی بھی معتبر اور قابل عمل ہے اور شریعت اسلامیہ میں ایک مستقل قانونی حیثیت رکھتی ہے۔ اس رسالہ میں مذکورہ دلائل کی تعداد ۴۸ ہے۔

صفحہ ۲۵۵ سے صفحہ ۲۵۷ تک تین صفحات پر ایک فتویٰ فضلات مبارکہ کی طہارت سے متعلق نہایت ہی نفیس تحقیق پر مشتمل ہے۔

جلد پنجم میں شامل مستقل رسائل

اس جلد میں حضرت فقیہ اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے درج ذیل مستقل رسائل بھی شامل ہیں:

۱ مسئلہ سایہ (۶۳ تا ۷۶)

حضور ختمی مرتبت ﷺ کا سایہ نہ ہونے سے متعلق ایک علمی اور تحقیقی رسالہ۔

۲ انار استمرار الکفار فی اضرار النار (۸۳ تا ۱۱۲)

کفار کے ہمیشہ عذاب میں رہنے سے متعلق ایک زبردست علمی و تحقیقی مقالہ۔

۳ حدیث الحبیب (۱۹۷ تا ۲۵۴)

حجیت حدیث پر قرآن و سنت سے زبر دست اور مسکت ۴۸ دلائل پر مشتمل فکر جدید کی فکری غلطی کا محاکمہ۔

جلد پنجم کے چند نامور مستفتین

اس جلد کے مستفتین کی اکثریت بھی اہل علم و دانش پر مشتمل ہے، چند کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

۱ مولانا محمد نصیر الدین، رکن پوری، صفحہ ۶۵

۲ مولانا عبد الکریم، حجرہ شاہ مقیم، صفحہ ۱۱۲، ۱۱۶

۳ مولانا مفتی غلام محمود، جہلم، صفحہ ۱۴۳، ۲۵۵

۴ ڈاکٹر مفتی محمد ضیاء الحبیب صابری، لاہور، صفحہ ۱۷۲

5 مولانا غلام مہر علی، چشتیاں، صفحہ ۲۵۸

فتاویٰ نوریہ، جلد ششم (۸/۲۰X۲۶)

پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ فتاویٰ نوریہ جلد پنجم، ششم دونوں یکجا ہیں، پہلی مرتبہ جولائی ۱۹۹۰ء / ذوالحجہ المبارک ۱۴۱۰ھ میں زیور طباعت سے آراستہ ہوئیں، جلد ششم جس کی حیثیت پہلی مطبوعہ جلدوں کے تتمہ کی ہے، اس کے صفحات کی کل تعداد ۳۱۴ ہے، جس میں ۱۸۴/ استفتاءات کے ذیل میں درجنوں سوالات کے جوابات شامل ہیں، جن میں ۲۹۵ مسائل شرعیہ کا احاطہ کیا گیا ہے، اس جلد کے صفحات کی تقسیم حسب ذیل ہے۔

(نوٹ)...... دونوں جلدوں کے یکجا ہونے کی وجہ سے صفحات کے نمبر چونکہ مسلسل چلتے ہیں، جن کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

صفحہ نمبر ۲۶۱' آغاز فتاویٰ نوریہ' جلد ششم۔

صفحہ نمبر ۲۶۵ سے ۲۸۴ تک ۱۹ صفحات پر اس جلد کے مندرجات اور مذکورہ مسائل کی تفصیلی فہرست کتب اور ابواب کی تقسیم کے ساتھ دی گئی ہے۔

صفحہ نمبر ۲۹۱ سے باقاعدہ اس جلد کا آغاز ہوتا ہے اور یہ سلسلہ نور ۵۴۵ تک گویا کہ ۲۵۵ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔

صفحہ نمبر ۵۴۷ سے ۵۶۱ تک ان دونوں جلدوں میں شامل آیات قرآنیہ کی فہرست' صفحات کی ترتیب کے اعتبار سے مرتب کی گئی ہے' جس سے اس جلد میں موجود کسی بھی آیت کا تلاش کرنا انتہائی آسان ہو گیا ہے۔

صفحہ نمبر ۵۶۲ سے ۵۷۲ تک دونوں جلدوں میں درج احادیث مبارکہ کی فہرست ہے۔

صفحہ نمبر ۵۷۳ سے ۵۷۹ تک جلد پنجم اور ۵۷۰ سے ۵۸۶ تک جلد ششم کے مآخذ و مراجع کی فہرست ہے۔

صفحہ نمبر ۵۸۷ پر اختتامیہ ہے' جس میں صفحہ نمبر ۵۸۹ سے لے کر ۵۹۲ تک مولانا محمد منشاء تابش قصوری کے قلم سے لکھا ہوا ایک مضمون ''تکمیل آرزو'' کے عنوان سے شامل کیا گیا ہے' جس میں فتاویٰ نوریہ کے مسودات کی تدوین سے لے کر اس کی اشاعت کے مختلف مراحل تک جن خوش نصیبوں نے اس بابرکت کام میں خدمت سرانجام دی ہے' ان کے خلوص و خدمت کو خراج تحسین پیش کیا گیا ہے۔

صفحہ نمبر ۵۹۳ سے ۵۹۷ تک ملک کے نامور اور ممتاز نعت گو شاعر راجا رشید محمود ایم اے کا حضرت فقیہ اعظم اور فتاویٰ نوریہ کو پیش کیا گیا شعری خراج تحسین ہے۔

صفحہ نمبر ۵۹۸ پر مادہائے تاریخ پر مشتمل جناب قمر یزدانی کا کلام ہے جب کہ صفحہ نمبر ۵۹۹ اور ۶۰۰ پر فتاویٰ نوریہ کا اشتہار ہے۔

جلد ششم کے اہم عنوانات

☆ کتاب الطہارۃ (۲۹۰تا۲۹۳)

☆ کتاب المساجد (۲۹۹تا۳۲۸)

اس میں کل ۱۳/ استفتاءات اور متعدد سوالات کے جوابات بڑی تحقیق اور عرق ریزی سے دیئے گئے ہیں، جس میں سمت قبلہ اور املاک مساجد کے مسائل پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

☆ کتاب الصلوۃ (۳۲۹تا۳۳۵)

☆ باب الاذان (۳۳۷تا۳۴۲)

اس باب میں کل تین استفتاءات اور ان کے جوابات شامل ہیں۔

☆ باب ما تبطل به الصلوۃ (۳۶۳تا۳۷۷)

اس باب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کن امور سے نماز باطل ہوتی ہے اور کن سے نہیں، انتہائی تحقیقی انداز میں عربی زبان میں ایک فتویٰ شامل ہے، جس کو پڑھ کر یہ محسوس ہوتا ہے کہ حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کو جس طرح سے اردو پر عبور حاصل تھا، عربی ادب پر بھی آپ کو اسی قدر قدرت حاصل تھی۔ افادۂ عام کے لئے ۶ صفحات پر پھیلے ہوئے اس عربی فتوے کا اردو ترجمہ بھی دے دیا گیا ہے، جو حضرت کے ہی تربیت یافتہ اور نواسے محترم مولانا حافظ محمد اسد اللہ نوری کے قلم کا شاہکار ہے۔

☆ باب التطوع (۳۷۹تا۳۹۷)

اس باب میں تین استفتاءات اور ان کے ذیل میں کئی سوالات کے جوابات شامل ہیں، جن میں نفلی نماز باجماعت ادا کرنے سے متعلق انتہائی محققانہ بحث کی گئی ہے۔ ۳۷۹ سے ۳۸۹ صفحات تک فجر کی سنتوں کی قضا کے بارے میں "رسالہ قضائے سنت فجر" کے نام سے ایک مستقل رسالہ بھی شامل ہے جس میں اپنے کسی معاصر عالم دین کے فتوے پر خاص

تحقیقی اور علمی انداز میں گفتگو کی گئی ہے۔

☆ باب الجمعۃ والعیدین (۳۹۹ تا ۴۰۴)

اس باب میں عید کے روز خطبہ جمعہ پڑھے جانے سے متعلق دو تحقیقی فتاوٰی جات شامل ہیں۔

☆ باب الجنائز (۴۰۵ تا ۴۰۹)

اس میں نماز جنازہ اور بعد از جنازہ دعا مانگنے اور مسجد میں نماز پڑھے جانے سے متعلق بہت ہی تحقیقی فتوٰی شامل ہے، جس میں کئی سوالات کے جوابات بھی شامل ہیں۔

☆ کتاب الزکوٰۃ (۴۱۱ تا ۴۲۰)

زکوۃ سے متعلق اس باب میں ۳/ استفتاءات اور ان کے جوابات شامل ہیں۔

☆ کتاب الصیام (۴۲۱ تا ۴۲۹)

اس میں رؤیت ہلال سے متعلق ایک استفتاء کا علمی و تحقیقی جواب شامل ہے۔

☆ کتاب الحج (۴۳۰ تا ۴۳۶)

۶ صفحات پر مشتمل اس باب میں عورت کا عدت میں حج کے لئے جانے سے متعلق شرعی حکم بیان کیا گیا ہے۔

☆ کتاب النکاح (۴۳۷ تا ۴۵۰)

نکاح سے متعلق اس باب میں ۵/ استفتاء ات اور ان کے ضمن میں کئی سوالات کے جوابات شامل ہیں۔

☆ باب المحرمات (۴۵۱ تا ۴۵۶)

اس باب میں محرمات اور ان سے نکاح کا حکم بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

☆ باب المصاہرہ (۴۵۷ تا ۴۶۰)

اس باب میں بھی مصاہرہ سے متعلق ۲/ استفتاء ات اور ۵ سوالات کے جوابات شامل ہیں۔

☆ باب نکاح المعتدات والحوامل (۴۶۱ تا ۴۶۶)

اس باب میں بھی ۳/ استفتاء ات اور ان کے ذیل میں ۷ سوالات کے جوابات ارقام کیے گئے ہیں۔

☆ باب الرضاع (۴۶۷ تا ۴۷۴)

رضاعت یعنی بچے کو دودھ پلانے سے متعلق اس باب میں ۳/ استفتاء ات کے جوابات دیے گئے ہیں۔

☆ باب الولی (۴۷۵ تا ۴۸۰)

۶ صفحات پر مشتمل اس باب میں بھی ۳/ استفتاء ات کے جوابات رقم کیے گئے ہیں۔

☆ باب الکفو (۴۸۱ تا ۴۸۳)

کفو سے متعلق اس باب میں بھی ۲/ استفتاء ات کے جوابات دیے گئے ہیں۔

☆ کتاب الطلاق (۴۸۵ تا ۵۰۷)

۲۲ صفحات پر مشتمل اس باب میں ۱۲/ استفتاء ات اور ان کے ذیل میں کئی سوالات کے جوابات دیے گئے ہیں، جن میں طلاق کے مختلف مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

☆ حظر واباحت (۵۰۹ تا ۵۲۱)

حظر واباحت سے متعلق اس باب میں جو ۱۲ صفحات پر مشتمل ہے، میں ۲/ استفتاء ات شامل ہیں، جن میں سے ایک میں مرد کے لئے ریشمی لباس پہننے یا سونے، چاندی کے استعمال سے متعلق ایک فتویٰ انتہائی تحقیقی مواد پر مشتمل ہے۔

☆ متفرقات (۵۲۳ تا ۵۴۵)

مختلف مسائل حیات سے متعلق اس باب میں ۱۲/ استفتاء ات کے جوابات تحریر کیے گئے

ہیں۔

جلد ششم کے چند مستفتین کے اسماء

اس جلد کے اکثر سائلین بھی اہل علم حضرات ہیں، جن میں سے چند ایک کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

۱ مولانا سید فیض الحسن شاہ تنویر، فقیر والی، صفحہ ۳۳۹

۲ مولانا قاری مسرور احمد، ملتان، صفحہ ۳۹۲

۳ مولانا ابو الطاہر محمد رمضان، کراچی، صفحہ ۴۱۷

۴ جسٹس پیر محمد کرم شاہ، بھیرہ، صفحہ ۴۲۶

۵ سید غلام رسول شاہ، صفحہ ۴۳۵

۶ مولانا محمد نواز احمد، صفحہ ۵۱۳

۷ قاری رضاء المصطفیٰ اعظمی، خطیب میمن مسجد کراچی، صفحہ ۵۴۲

جلد ششم کا خصوصی امتیاز

فتاویٰ نوریہ جلد ششم کو یہ خصوصی امتیاز حاصل ہے کہ اس میں شامل تمام کتب کی ابتداء میں اس کا مختصر تعارف پیش کیا گیا ہے، جس میں بطور خاص اس بات کو ملحوظ رکھا گیا ہے کہ قرآن و سنت میں متعلقہ موضوع کے حوالے سے دلیل کو ذکر کر دیا گیا ہے، جو علماء و عامۃ الناس کے لئے یکساں مفید ہے۔ عصر حاضر کے متداول اردو فتاویٰ جات میں سے کسی میں بھی یہ امتیاز نظر نہیں آتا، یہ بات یقینی طور پر فاضل مرتب کے ذوق نظر و مطالعہ کی مظہر ہے۔

کچھ
بیان
اپنا

عرس حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ

حجۃ الاسلام سیدی فقیہ اعظم مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی قدس سرہ العزیز کا ۲۶واں سالانہ عرس مبارک اور آپ کی قائم کردہ عظیم دینی درس گاہ دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف (اوکاڑا) کا ۶۹ واں سالانہ اجلاس دستار فضیلت و تقسیم اسناد ان شاء المولیٰ تعالیٰ یکم، دو رجب المرجب، بمطابق ۶-۷ر جولائی، بروز اتوار، پیر کو منعقد ہو رہا ہے---

یہ محض روایتی میلہ یا اجتماع نہیں بلکہ خالص علمی و روحانی پروگرام ہے، جس میں شرعی تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھا جاتا ہے اور تلاوت قرآن کریم، ذکر الٰہی، نعت خوانی اور عقائد، احکامات اور معاملات کے بارے میں علماء و مشائخ کے خطابات کے ساتھ ساتھ فکری و تربیتی حوالے سے بھی مفید گفتگو کا اہتمام کیا جاتا ہے--- ان محافل میں حاضری ہمارے لیے اور ہماری اولادوں کے لیے رہنمائی کا بہترین ذریعہ بن سکتی ہے---

حضور سیدی فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے وابستگان، متوسلین، معتقدین اور جملہ اہل اسلام کو پرزور

دعوت دیتا ہوں کہ وہ عرس سراپا قدس کی محافل میں اپنی شرکت کو یقینی بنائیں اور اسلام کے بطل جلیل سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کے روحانی فیوض و برکات سے اپنے قلوب کو مستفیض و مستنیر کریں---

فضلائے دارالعلوم حنفیہ فریدیہ اور وابستگان فقیہ اعظم کا فرض ہے کہ وہ اپنے علاقہ میں مجالس مشاورت قائم کریں اور عرس و اجلاس میں شمولیت کے انتظامات کو حتمی شکل دیں، اپنے اپنے علاقہ کے اہم مقامات پر وال چاکنگ کریں، بینرز آویزاں کریں اور علاقہ کے عوام تک اس روحانی پروگرام کے انعقاد کی اطلاع پہنچائیں---

اللہ ﷻ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ ہمیں اس کار خیر کے لیے احسن انداز میں اپنی ذمہ داریاں نبھانے کی توفیق عطا فرمائے---

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ و صحبہ اجمعین

اطلاع برائے قارئین نور الحبیب

ماہ نامہ نور الحبیب کا آئندہ شمارہ (جولائی ۰۸ء) عرس کے مبارک موقع پر شائع ہوگا--- فضلائے دارالعلوم، وابستگان حضرت فقیہ اعظم اور تقریب میں شامل ہونے والے دیگر قارئین سے گزارش ہے کہ وہ خریداری نمبر بتا کر دفتر نور الحبیب سے اپنا پرچہ دستی وصول فرمالیں--- بقیہ قارئین کے لیے پرچہ عرس کے بعد حوالہ ڈاک کیا جائے گا---ان شاء المولیٰ تعالیٰ

آب زم زم پر نئی سائنسی تحقیق

اسلام دشمن طاغوتی عناصر جہاں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام، اسلام اور شعائر اسلام کے خلاف سازشوں میں مصروف ہیں اور کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے، وہیں "اَلْفَضْلُ مَا شَھِدَتْ بِہِ اَعْدَاءٗ" کے مصداق بعض معتدل مزاج غیر مسلموں کی جانب سے ایسے انکشافات منظر عام پر آجاتے ہیں جن سے حقانیتِ اسلام مزید عالم آشکار ہو جاتی ہے، بلکہ سائنس جوں جوں ترقی کرتی جارہی ہے، توں توں قدرت الٰہی، معجزات، اسلامی تعلیمات اور دینی شعائر کی عظمت اجاگر ہوتی جارہی ہے۔ البتہ ایمان کے لیے قلب سلیم اور توفیق الٰہی کی ضرورت ہے۔

حال ہی میں جاپان کے مایہ ناز سائنس دان ڈاکٹر مسارو ایموٹو نے انکشاف کیا ہے کہ:

- "آب زم زم میں ایسی خصوصیات پائی جاتی ہیں جو اس کے سوا دنیا کے کسی بھی پانی میں موجود نہیں۔ انھوں نے نینو نامی ٹیکنالوجی کی مدد سے آب زم زم پر متعدد تحقیقیں کی ہیں،

جن کی مدد سے انھیں معلوم ہوا کہ آب زم زم کا ایک قطرہ عام پانی کے ایک ہزار قطروں میں شامل کیا جائے تو عام پانی میں بھی وہی خصوصیات پیدا ہو جاتی ہیں جو زم زم میں ہیں۔

ڈاکٹر ایموٹو جاپان میں قائم ہیڈ وانسٹی ٹیوٹ برائے تحقیق کے سربراہ ہیں اور آج کل مملکت کے دورے پر آئے ہوئے ہیں۔ انھوں نے اپنے ایک لیکچر میں کہا کہ:

- جاپان میں انھیں ایک عرب باشندے سے آب زم زم ملا، جس پر انھوں نے متعدد تحقیقیں کی ہیں۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ زم زم کے ایک قطرے کا بلور (ایک چمک دار معدنی جوہر) انفرادیت رکھتا ہے۔ دیگر کسی پانی کے قطرے کے بلور سے مشابہت نہیں رکھتا۔ کرۂ ارضی کے کسی خطے سے لیے گئے پانی کے خواص زم زم سے کسی طرح بھی مشابہت نہیں رکھتے۔ انھوں نے لیبارٹری ٹیسٹ کے ذریعہ معلوم کیا کہ آب زم زم کے خواص کو کسی طرح بھی تبدیل کرنا ممکن نہیں، اس کی اصل وجہ جاننے سے سائنس قاصر ہے۔ زم زم کی ری سائیکلنگ کرنے کے بعد بھی اس کے بلور میں تبدیلی نہیں پائی گئی''۔

[روزنامہ نوائے وقت، لاہور، ۲۸ر اپریل ۲۰۰۸ء]

قرآنی آیات کی برکت

جاپانی سائنس دان ڈاکٹر ایموٹو نے مزید انکشاف کرتے ہوئے کہا کہ:

- ''مسلمان کھانے، پینے اور ہر کام کرنے سے پہلے ''بسم اللہ'' پڑھتے ہیں، انھوں نے کہا کہ جس پانی پر ''بسم اللہ'' پڑھی جائے، اس میں عجیب قسم کی تبدیلی وقوع پذیر ہوتی ہے۔ لیبارٹری ٹیسٹ کے ذریعے عام پانی کو طاقت ور خوردبین کے ذریعہ دیکھا گیا اور اس پر ''بسم اللہ'' پڑھنے کے بعد دیکھا گیا تو اس کے ذرّات میں تبدیلی واقع ہو گئی تھی۔ بسم اللہ پڑھنے کے بعد پانی کے قطرے میں خوب صورت بلور بن گئے تھے۔ انھوں نے کہا کہ انھوں نے پانی پر قرآن مجید کی آیات پڑھوائیں تو اس میں بھی عجیب قسم کا تغیر واقع ہوا۔ انھوں نے کہا کہ پانی میں اللہ تعالیٰ نے عجیب قسم کی صلاحیتیں رکھی ہیں، پانی میں قوت سماعت، احساس، یادداشت اور ماحول سے متاثر ہونے کی صلاحیت ہے۔ اگر پانی پر قرآن مجید کی آیات کی تلاوت کی جائے تو اس میں مختلف امراض سے علاج کی صلاحیت بھی پیدا ہو سکتی ہے۔ پانی ماحول کے منفی اور مثبت حالات کا اثر قبول کرتا ہے۔ ڈاکٹر ایموٹو نے کہا کہ کرۂ ارضی کی تمام

مخلوقات خواہ وہ بظاہر جمادات ہی کیوں نہ ہوں، ان میں ماحول کا اثر قبول کرنے کی صلاحیت ہے۔ کائنات کا ہر ذرّہ شعور رکھتا ہے اور اسی شعور کے نتیجے میں وہ اپنے خالق کی تسبیح میں مصروف ہے"۔ [روزنامہ نوائے وقت، لاہور، ۲۸/اپریل ۲۰۰۸ء]

سائنس آج اس نتیجے پر پہنچی جب کہ قرآن کریم میں خالق کائنات ﷻ نے پہلے ہی اس حقیقت کو بیان کر دیا:

﴿وَ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَ لٰکِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ اِنَّهٗ کَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا﴾---[الاسراء:۴۴]

"اور کوئی چیز نہیں جو اللہ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح نہ کر رہی ہو، لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے"---

انسانی دودھ کا بنک--- لمحہ فکریہ

آج کی جدید دنیا جس سرعت سے ترقی کر رہی ہے اور روشن خیالی بڑھتی جا رہی ہے، نت نئے فقہی مسائل سامنے آ رہے ہیں، ان مسائل میں سے دودھ بنک کا معاملہ بھی شامل ہے۔ ہمارے ایک نہایت محترم دوست علامہ ڈاکٹر نور احمد شاہتاز نے اس موضوع پر اپنی رائے کا اظہار کر کے اس اہم مسئلہ کی طرف اہل علم کو متوجہ کیا ہے:

- "یورپ سے آنے والی ہر وبا اور ادا کو جب تک ہم قبول نہ کر لیں کوئی اور ہمیں کچھ نہ کہے ہم خود کو بنیاد پرست تصور کرتے رہتے ہیں اور کسی چیز کی ہمارے ہاں ضرورت ہو نہ ہو، ہم اس میں مغرب کی تقلید ضرور کرتے ہیں اور ضرورت کا عذر تلاش کر ہی لیتے ہیں۔ مغربی ممالک میں دودھ کے بینکوں کا تصور اس لیے ہے کہ وہاں بچوں کے بارے میں یہی معلوم نہیں ہوتا کہ یہ ہے کس کا؟ اس لیے وہاں کسی سے اس کے والد کا نام پوچھنا ایسے ہی ہے جیسے کسی کو مادر زاد گالی دینا۔ چوں کہ انھوں نے اپنے نسب اور نسل کی حفاظت کو ضروری نہیں سمجھا، یا بدقسمتی سے وہ حفاظت نسل کر نہیں سکے، جب کہ اسلام نے حفاظت نسل و نسب کا انتظام بہت ہی عمدہ کر دیا ہے، اس لیے ہمارے ہاں دودھ کے بینکوں کی وہ ضرورت نہیں جو ان کے ہاں ہے، انھیں دودھ کے بینکوں کی ضرورت اس لیے بھی ہے کہ سڑکوں پر سے ملنے والے بچے، کلبوں میں جنم لینے والے بچے، دیگر مختلف اداروں میں بن باپ پیدا ہونے والے بچے کسی مرضعہ

(دودھ پلانے والی) کے منتظر ہوتے ہیں اور مرضعہ کا متبادل دودھ کے بینک ہیں۔

وہاں کسی عورت کا دودھ کسی دوسری عورت کے بچے کو پلانے سے کوئی رشتہ رضاعت کا مسئلہ پیدا نہیں ہوتا، جب کہ یہاں رشتۂ رضاعت کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے، اس لیے ہمارے ہاں دودھ کے بینکوں کا قیام ایک فتنہ سے زیادہ اور کچھ نہیں ہوگا۔ ہمیں دودھ کے بینکوں کی اس لیے بھی ضرورت نہیں ہے اسلام نے اس کا بہترین نعم البدل ہمیں مرضعہ کی صورت میں عطا کیا ہے اور ہمارے ہاں مرضعات مل جاتی ہیں، جب کہ وہاں صورت حال مختلف ہے، اس لیے بلا سوچے سمجھے اسلامی ممالک میں دودھ کے بینک قائم کرنا یورپ کی ایسی نقالی ہوگی جس کا فائدہ کم اور نقصان زیادہ ہوگا اور قرآن کریم نے یہ بتادیا کہ شراب اس لیے حرام کی گئی کہ:

﴿و اثمهما اکبر من نفعهما﴾---

اس خبیث شے میں نفع بھی ہے اور نقصان بھی اور اس کا نقصان اس کے نفع سے بڑھا ہوا ہے، لہٰذا قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ مسلم ممالک میں دودھ کے بینکوں کے قیام کو منع کیا جائے کہ ان کے قیام سے بھی فائدہ کم اور مفسدہ زیادہ ہے۔

بین الاقوامی اسلامی فقہ اکیڈمی جو تنظیم اسلامی کانفرنس کے زیر اہتمام قائم ہونے والا ایک ادارہ ہے، اس کی کونسل کا دوسرا اجلاس جدہ میں مورخہ ۱۰ر تا ۱۶ر ربیع الآخر ۱۴۰۶ھ، مطابق ۲۲ر تا ۲۸ر دسمبر ۱۹۸۵ء منعقد ہوا، اس اجلاس میں "دودھ کے بینک" کے موضوع پر فقہی اور طبی نقطہ ہائے نظر سے مقالات پیش کیے گئے، اکیڈمی کے ارکان نے دونوں قسم کے مقالات پر غور و خوض کیا اور اس موضوع کے مختلف پہلوؤں پر سیر حاصل بحث و مباحثہ کیا، جس سے واضح ہوا کہ:

ان بنوک الحليب تجربة قامت بها الامم الغربية ثم ظهرت مع التجربة بعض السلبيات الفنية و العملية فيها فانكمشت و قل الاهتمام بها---

ثانيًا: و ان الاسلام يعتبر الرضاع لحمة كلحمة النسب يحرم به ما يحرم من النسب باجماع المسلمين و من مقاصد الشريعة الكلية المحافظة على النسب ، و بنوك الحليب مؤدية الى الاختلاط او الريبة---

ثالثًا: ان العلاقات الاجتماعية فى العالم الاسلامى توفر للمولود الخديج او ناقص الوزن او المحتاج الى اللبن البشرى فى الحالات الخاصة ما يحتاج اليه من الاسترضاع الطبيعى الامر الذى يغنى عن بنوك الحليب---

مندرجہ بالاعربی عبارات کاترجمہ حسب ذیل ہے:

❶ (خواتین کے) دودھ کے بینکوں کے قیام کا تجربہ سب سے پہلے مغربی اقوام نے کیا، اس تجربہ کے ساتھ سائنسی اور تکنیکی اعتبار سے اس کے کچھ منفی اثرات ظاہر ہوئے، جس کے بعد ان بینکوں کے قیام کا رجحان کم ہو گیا۔

❷ اسلام رضاعت کے ذریعے وجود میں آنے والے رشتے کو نسب کے رشتے کے برابر خیال کرتا ہے اور مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ نسب کے ذریعے جو رشتے حرام ہوتے ہیں، وہ رضاعت کے ذریعے بھی حرام ہو جاتے ہیں۔ شریعت کے اہم مقاصد میں سے ایک نسب کی حفاظت ہے، جب کہ "دودھ کے بینکوں" کے نتیجے میں نسب مخلوط یا مشکوک ہو جاتا ہے۔

❸ عالم اسلام میں اجتماعی تعلقات کا نظام ایسا ہے کہ اگر کوئی بچہ حمل کی معروف مدت سے پہلے پیدا ہو جائے یا اس کا وزن کم ہو یا مخصوص حالات میں وہ انسانی دودھ کا محتاج ہو تو طبیعی طور پر اس کی دودھ کی ضرورت پوری ہو جاتی ہے، لہٰذا دودھ کے بینک قائم کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

چناں چہ مندرجہ بالا امور کی روشنی میں بین الاقوامی اسلامی فقہ اکیڈمی کی کونسل نے اس مسئلہ پر ایک قرارداد کے ذریعہ شرعی فیصلہ اس طرح جاری کیا ہے:

قرارداد

① عالم اسلام میں خواتین کے دودھ کے بینک کے قیام کو روکا جائے۔

② ایسے بینک سے حاصل شدہ دودھ کے پینے سے حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی۔

مذکورہ بالا حوالا جات سے یہ بات واضح ہو گئی کہ ہمارے ملک میں، بلکہ اسلامی ممالک میں انسانی (نسوانی) دودھ کے بینکوں کے قیام کی نہ گنجائش ہے نہ ضرورت"۔ [فقہ اسلامی کراچی، اپریل ۰۸ء]

حضرت مسعود ملت کا سانحۂ ارتحال

اس خاک دان ہستی میں جو آیا، جانے کے لیے آیا ''لِدُوْا لِلْمَوْتِ وَ ابْنُوْا لِلْخَرَاب''---خلاق عالم نے ہر متنفس کے لیے وقت مقررہ پر دنیا سے جانا مقدر فرمادیا ہے---﴿کُلُّ شَیءٍ هَالِکٌ اِلَّا وَجْهَه﴾ کے فرمان ذی شان کے آگے طوعاً و کرہاً سر تسلیم خم کرنے کے سوا چارہ نہیں---بعض لوگوں کی رحلت پر ایک کنبہ، قبیلہ، بستی یا شہر کے لوگ غم گین ہوتے ہیں مگر کچھ ایسے باکمال افراد بھی ہیں کہ جن کے داغ مفارقت دے جانے سے روحیں تڑپ اٹھتی ہیں اور ملت کی پوری عمارت متزلزل دکھائی دیتی ہے---ایسے ہی نابغہ روزگار افراد میں مسعود ملت حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کا وجود مسعود بھی تھا:

ما کان قیس هلکه هلک واحد
لکنه بنیان قوم تهدما

موصوف انتہائی پرخلوص، عالی ہمت، صاحب علم وعمل اور پرعزم انسان تھے---اللہ تعالیٰ نے انھیں ان گنت صلاحیتوں اور گوناگوں اوصاف حمیدہ سے متصف فرمایا تھا---وہ بیک وقت عالم دین، پروفیسر، دانش ور، مفکر، ادیب، مصنف، مصلح ومربی اور علمی وروحانی شخصیت تھے---

وہ سلسلہ نقشبندیہ کے مشہور بزرگ مفتی اعظم ہند حضرت مفتی شاہ محمد مظہر اللہ کے فرزند ارجمند ہیں---ان کی ولادت جمادی الاخری ۱۳۴۹ھ/ اکتوبر ۱۹۳۰ء کو دہلی میں ہوئی---والد ماجد کی طرف سے نسباً صدیقی اور والدہ ماجدہ کی طرف سے سید، مسلکاً حنفی اور مشرباً نقشبندی مجددی تھے---ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی، اپنے عہد کے جید اساتذہ سے عربی وفارسی کتب پڑھیں---۱۹۵۸ء میں سندھ یونی ورسٹی سے ایم اے میں نمایاں پوزیشن حاصل کر کے گولڈ میڈل لیا---تعلیمی سفر کو جاری رکھتے ہوئے ''اردو میں قرآنی تراجم وتفاسیر'' کے عنوان سے مقالہ تحریر کر کے ۱۹۷۱ء میں حیدر آباد سندھ سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی---

قیام پاکستان کے بعد ہجرت کر کے سندھ تشریف لائے، ۱۹۵۸ء میں بطور لیکچرر شعبہ تعلیم سے وابستہ ہوئے---وہ ایک مشفق اور مخلص استاذ تھے، بے پناہ انتظامی، علمی وادبی خصوصیات کے حامل تھے، اس بنا پر انھیں اپنے شعبے کا صدر متعین کر دیا گیا---۱۹۷۲ء سے ۱۹۹۲ء تک چھ مختلف کالجز کے پرنسپل رہے اور ریٹائرمنٹ سے چند سال پہلے ایڈیشنل سیکرٹری تعلیم صوبہ سندھ کے طور پر

نمایاں خدمات سرانجام دیں---

حضرت مسعود ملت ۱۹۵۶ء میں اپنے والد گرامی کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے، حضرت شاہ محمد رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ مصنف رسالہ رکن دین کے جانشین حضرت مفتی محمد محمود الوری کی نگرانی میں روحانی منازل طے کر کے ان سے خرقہ خلافت لیا۔ سلسلہ قادریہ میں حضرت زین العابدین شاہ نورائی شریف سندھ سے اجازت حاصل تھی---

ڈاکٹر صاحب ایک بلند پایہ مصنف اور ادیب تھے، انھوں نے قرآن، حدیث، فقہ، سوانح، سیرت، اخلاقیات، شخصیات، اقبالیات، نفسیات، تاثرات، فلسفہ، ادب اور تصوف وغیرہ موضوعات پر ۵۰۰ سے زیادہ مقالہ جات تحریر فرمائے---تصنیفات کی تعداد ڈیڑھ سو کے لگ بھگ ہے، متعدد تصانیف کا دیگر زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے---

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کی شخصیت پر جدید اسلوب و قیع نگارشات اور تحقیقی خدمات سرانجام دینے پر انھیں "ماہر رضویات" کہا جاتا ہے--- اسی وجہ سے ہر سنی انھیں محترم رکھتا ہے---

ان کی زندگی کتاب و قلم سے اور علم و عمل سے عبارت تھی، تحریر میں ان کا اپنا اسلوب تھا، وہ اعتماد اور یقین سے لکھتے اور کہتے تھے--- قریباً تین دہائیاں مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت پر کام کرنے کے بعد انھوں نے "جہان امام ربانی" کے عنوانِ سے امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی کے حوالے سے متفرق تحریروں کو جمع کیا اور پندرہ ضخیم جلدیں شائع کیں---

ڈاکٹر صاحب سے کم و بیش بتیس سال رابطہ رہا--- پاکستان اور مدینہ منورہ میں کئی بار ملاقات ہوئی--- گاہے گاہے خط و کتابت کا سلسلہ بھی رہا--- احقر کے نام ان کا آخری گرامی نامہ وصال سے صرف پندرہ روز پہلے ۶ ربیع الآخر کا تحریر کردہ موصول ہوا---

وہ اچھی تحریروں کی حوصلہ افزائی کرتے، سرخیل سلسلہ نقشبندیہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے احقر کی ایک تحریر کو اجازت لے کر جہان امام ربانی میں شامل فرمایا---

۲۱ ربیع الآخر/ ۲۸ اپریل، پیر، بعد مغرب ۷۸ برس کی عمر میں لیاقت میڈیکل ہسپتال کراچی میں علم و ادب کا یہ آفتاب عالم تاب غروب ہو گیا--- انا للّٰہ و انا الیہ راجعون

اللہ تعالیٰ عزوجل ان کے درجات بلند فرماتے ہوئے اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے، آپ کے

کلوتے صاحبزادے محترم ابوالسرور مسرور احمد زید مجدہ کو ان کا صحیح جانشین بنائے اور اہل خانہ، مریدین، متوسلین اور جملہ معتقدین ومحبین کو صبر جمیل اور اجر جزیل سے نوازے---

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللّٰہ علیہ و آلہ و صحبہ اجمعین

تین علماء کی شہادت کا سانحہ

گزشتہ دنوں یہ روح فرسا خبر اہل سنت و جماعت کے علمی حلقوں کو تڑپا گئی کہ ممتاز عالم دین اور پیر طریقت حضرت علامہ نور الحق قادری ایم این اے کے چھوٹے بھائی علامہ ہمایوں قادری، چچا علامہ عبد العظیم اور بھتیجے علامہ نور الدین شیخ الحدیث جامعہ جنیدیہ غفوریہ پشاور نامعلوم افراد کی طرف سے قاتلانہ حملے کے نتیجے میں شہید ہو گئے---انا للّٰہ و انا الیہ رٰجعون

بلاشبہ یہ بہت بڑا سانحہ اور ناقابل تلافی نقصان ہے، جس میں ایک ہی خاندان کے تین جید عالم دین شہید ہوئے---حکومت وقت امن و امان کے قیام میں ناکام دکھائی دیتی ہے، ارباب اقتدار کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس سانحہ کی تحقیقات کریں اور مجرموں کا سراغ لگا کر انھیں کیفر کردار تک پہنچائیں---ادارہ نور الحبیب کے کارکنان علامہ نور الحق قادری، آپ کے والد گرامی حضرت صاحب مبارک مدظلہ اور ان کے خاندان کے دیگر افراد کے ساتھ اظہار ہمدردی کرتے ہوئے دعا گو ہیں کہ اللّٰہ تعالیٰ ان شہداء کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور پس ماندگان کو صبر جمیل اور اجر جزیل سے بہرہ یاب فرمائے---

آمین بجاہ طٰہٰ و یٰسٓ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ و صحبہ اجمعین

(صاحبزادہ) محمد محب اللّٰہ نوری
مدیر اعلیٰ ماہنامہ نور الحبیب

بصیر پور شریف
۲۶ر مئی ۲۰۰۸ء



فقیہ اعظم رضی اللہ عنہ ---پیکر شفقت

صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری

حضرت سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز ایک روشن دماغ فقیہ، بالغ نظر رہنما، تجربہ کار مدرس، روشن ضمیر مجتہد، استقامت کے کوہِ گراں، شجاعت کے سدِّ آہنی، عابدِ شب زندہ دار، عاشقِ رسول اللہ ﷺ اور عارف باللہ تھے---اس پر مستزاد یہ کہ وہ کریم، مربی اور شفیق استاذ بھی تھے---اتباعِ شریعت ان کا مطمحِ نظر اور دین اور علومِ دینیہ کا فروغ اِن کا مشن تھا---یہی وجہ ہے کہ آپ دینی مدارس کے طلبہ اور خادمانِ دین سے بے پناہ محبت و شفقت فرماتے---طلبہ سے اس حسنِ سلوک کا اصل سبب، عشقِ رسول (ﷺ)، اتباعِ شریعت اور دینی محبت تھی---وہ طالبانِ علومِ دینیہ کو رسولِ پاک ﷺ کا مہمان تصور کرتے اور ان کی خدمت کو نہ صرف خود عبادت سمجھتے بلکہ آپ نے دیگر عملہ کو بھی یہی ہدایت کر رکھی تھی---آپ کی خواہش ہوتی کہ ان کی عدم موجودگی میں بھی طلبہ کی اسی جذبے سے خدمت کی جائے---چناں چہ اس کی ایک جھلک اس تحریر سے دیکھی جا سکتی ہے، جو آپ نے ۸رمئی ۱۹۶۰ء کو اپنے پہلے سفرِ حج پر روانگی کے موقع پر دار العلوم حنفیہ فریدیہ کے نائب مہتمم

حضرت صاحبزادہ ابوالفضل محمد نصر اللہ نوری علیہ الرحمہ والرضوان کی رہنمائی کے لیے ''ضروری ہدایات'' کے عنوان سے رقم فرمائی --- یہ تحریر پندرہ شقوں پر مشتمل ہے، جن میں درجِ ذیل بارہ شقیں طلبہ سے متعلق ہیں:

ضروری ہدایات

1 طلبائے کرام کے آرام کا ہر طرح خیال رکھا جائے---
2 اگر بارش وغیرہ کسی سبب سے طلبہ کرام کھانا نہ کھا سکیں تو ابوالفضل قطعاً نہ کھائیں---
3 طلبائے کرام کی روٹی اور دال یا گوشت، سبزی وغیرہ حسبِ سابق جاری رہے---
4 کبھی کبھی اچانک معائنہ کرتے رہیں کہ پکانے میں نقص نہ آئے---
5 جو طالب علم جرم کر بیٹھے تو حسبِ ضابطہ سیاست (تہذیب و تادیب) ضروری ہے، مگر دل میں ضرور احترام رہے، کہ یہ مہمانانِ محبوبِ اکرم ﷺ ہیں---
6 جو طالب علم بیمار ہو جائے، اس کا فوری طور علاج کرایا جائے اور خطرہ کی صورت، ممکن ہو تو گھر پہنچا دیا جائے، ورنہ اس کے وارثوں کو اطلاع دی جائے---
7 رخصت کا خاص خیال رہے، بلکہ اوقاتِ رخصت اور رات کا بھی (کوئی طالب علم لیٹ آئے تو تنبیہ کی جائے)---
8 کسی کے ساتھ لڑنے بھڑنے سے بالکل احتراز رہے---
9 سفارت (برائے طلبہ) حسبِ ضرورت و حسبِ سابق ہو جائے، تو بہتر ہے--- مولانا محمد شریف نوری[۱] وغیرہ کو یاد دہانی کرا دی جائے، علامہ ابوالفیض صاحب[۲] متنبہ ہی ہیں---
10 رسید بکوں کا خیالِ خاص رہے کہ کوئی ضائع نہ ہو جائے---
11 پنج گانہ نمازیں اوقات پر باقاعدہ ہوتی رہیں اور نوافلِ تہجد کا سلسلہ بھی جاری رہے---

[۱]...... آپ حضرت کے تلمیذ رشید، جید فاضل اور نامور خطیب تھے، خطیب پاکستان کے لقب سے پہچانے جاتے تھے--- قصور سے خطابت کا آغاز کیا، بعدہٗ لاہور منتقل ہو گئے، جہاں سے ''الحبیب'' کے نام سے ماہ نامہ جاری کیا اور دینی علوم کا مدرسہ جامعہ محمدیہ قائم کیا--- ۱۹۷۲ء میں وصال ہوا---

[۲]...... نامور خطیب اور جید عالم دین تھے--- حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کے ابتدائی تلامذہ میں ان کا شمار ہوتا ہے--- جامعہ نوریہ فیض العلوم کے نام سے وہاڑی میں ادارہ قائم کیا، وہیں آپ کا مزار ہے---

12 باقی مختلف امور بھی حسبِ ہدایاتِ کتاب وسنت وفقہ حنفی انجام پاتے رہیں---

حسبنا اللہ و نعم الوکیل نعم المولٰی و نعم النصیر وصلی اللہ تعالٰی علٰی حبیبہ و آلہ و اصحٰبہ اجمعین آمین یا ارحم الراحمین---

ضروری ہدایت ﴿قَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ﴾ پر بھی عمل ضروری ہے---۱۲

الفقیر ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی

مہتمم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیرپور

۱۱رذی القعدۃ المبارکہ۹ ۷ ھ/ ۸ رمئی ۶۰ء

حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ کا طلبہ سے ہمیشہ ایسا تعلق رہا، جیسا کسی باپ کا اپنی اولاد سے ہوتا ہے---ان کے ہاں کوئی خوشی کا موقع ہوتا تو اس میں طلبہ کو بھی شریک کرتے---کسی عزیز کی شادی کا اہتمام ہوتا، تو جو طعام باراتیوں اور دیگر شرکاء کے لیے پکتا، وہی کھانا تمام طلبہ کو بھی پیش کیا جاتا---اس کے برعکس بالعموم آج کل کی دعوتیں حدیثِ نبوی کی روشنی میں ''بئس الطعام'' کے زمرے میں آتی ہیں[۱] غریبوں سے پیار کرنے والے آقا (علیہ التحیۃ والثناء) نے ایسے کھانے اور ایسی دعوت کو ناپسند فرمایا، جس میں اغنیاء کو شامل کیا جائے اور فقراء وغرباء کو قریب بھی نہ پھٹکنے دیا جائے---بحمد اللہ تعالیٰ ہمارے ممدوح حضرت سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز نے خوشی کے ان مواقع میں بھی اتباعِ سنت کا خوب خوب اہتمام کیا اور غریب ونادار طلبہ کو خوشیوں میں شریک کر کے اپنی خوشیوں کو دوبالا کیا---حضرت سیدی فقیہ اعظم علیہ الرحمہ انھی خوشیوں کے حصول کے لیے کبھی کبھی بغیر کسی خاص تقریب کے کوئی ایسا بہانہ بنالیتے اور طلبہ کے لیے اچھے اچھے کھانوں کا اہتمام کرتے---

اگر کوئی غریب الوطن اور بے سہارا طالب علم آجاتا تو اس کی کفالت کا پورا پورا انتظام فرماتے---اس سلسلے میں مولانا عبدالحق صاحب، مولانا عبدالسلام برمی اور مولانا غلام فرید نومسلم کے نام بطورِ خاص قابلِ ذکر ہیں---

مولانا عبدالحق کی کس طرح تعلیم وتربیت فرمائی اور انھیں برسرِ روزگار کیا؟ اس کا ذکر حضرت استاذ العلماء علیہ الرحمۃ نے اپنی تالیف ''انوارِ حیات'' میں اس طرح کیا ہے:

''مولوی عبدالحق صاحب علیہ الرحمۃ مکسر ضلع فیروز پور سے تعلق رکھتے تھے۔ایک

وباء میں ان کے خاندان کے تمام افراد فوت ہوگئے۔ان کی عمر تین چار سال کے قریب تھی، موضع واسو سالم سے ایک گل گو (کمہار) اپنے رشتہ داروں کے حالات سے آگاہی کے لیے وہاں پہنچا، تو وہ ان کی ناگفتہ بہ حالت کو دیکھ کر رحم کرتے ہوئے موضع واسو سالم لے آیا۔ پرورش کی، پانچ چھ سال کے ہوئے تو اس نے گدھوں کی دیکھ بھال پر مقرر کر دیا۔ مولوی عبد الحق صاحب کو اسی اثنا میں علم کا شوق پیدا ہوا، انھوں نے پڑھنا شروع کر دیا لیکن کمہار کو یہ بات راس نہ آئی، کیوں کہ وہ سبق پڑھنے کے بعد گدھے چرانے لے جاتے تھے۔اس طرح گدھوں کو باہر لے جانے میں دیر ہو جاتی تھی۔ چناں چہ کش مکش شروع ہوگئی۔ مولوی صاحب نے تمام ماجرا حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ کی خدمت میں عرض کیا۔ غریب پرور فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز نے فرمایا: اگر کمہار، روٹی، کپڑے کے باعث تجھے پڑھائی سے روکتا ہے تو تم باقاعدہ علم حاصل کرو اور روٹی، کپڑے کا فکر نہ کرو۔ چناں انھوں نے پڑھنا شروع کر دیا، وہ بصیر پور اور ملیکے تارو ساتھ رہے۔ مدینۃ المصلی سے دورہ حدیث شریف تک میرے ہم سبق رہے۔ بڑے مخلص، امین، محنتی اور با اعتماد طالب علم تھے۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز نے ان کی شادی ایک بیٹے کی شادی کے مطابق کی۔ حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز نے انھیں باپ کی شفقت سے نوازا۔ ۱۹۴۵ء کے بعد علم صرف کے معلم کی حیثیت سے دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف میں تدریس پر فائز ہوئے، تقریباً دو سال تک نہایت کامیابی سے تدریسی فرائض انجام دیتے رہے، پھر اجازت لے کر موضع وجھلانہ میں امامت اختیار کر لی۔ غالباً تین لڑکے اور دو لڑکیاں اولاد ہوئی، بعدہٗ ان کا انتقال ہوگیا۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون

اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے، وہ بہت مخلص انسان، حضرت سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کے وفادار شاگرد اور میرے بہترین ہم سبق ساتھی تھے“---

[انوار حیات، صفحہ ۴۴-۵]

مولانا عبد السلام برما سے انتہائی کس مپرسی کے عالم میں تعلیم کے لیے مدرسہ میں داخل ہوئے اور حضرت کے صاحبزادے استاذ العلماء حضرت مولانا ابو الفضل محمد نصر اللہ نوری علیہ الرحمہ کے ہم سبق بنے---برمی صاحب (حال خطیب کراچی) فقیہ اعظم کی شفقتوں کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

''آپ فرمایا کرتے ، جیسے محمد نصر اللہ میرا بیٹا ہے، ایسے ہی میری نظر میں تم بھی ہو---
چناں چہ عید میلادالنبی، عید الفطر، عید الاضحیٰ اور دیگر مواقع پر حسبِ ضرورت موسم کے مطابق ایک ہی تھان کپڑے سے میرے اور مولانا ابوالفضل کے سوٹ تیار ہوتے---آپ نادار طلبہ کی مخفی طور پر معاونت فرماتے اور اس بات کا لحاظ رکھتے کہ ان کی عزتِ نفس مجروح نہ ہو---ان کی ذات ہمارے لیے محبتوں اور شفقتوں کا سائبان تھی'' ---[۲]
خوشی کے علاوہ غم کے موقع پر بھی طلبہ کا خصوصی خیال رکھا جاتا---

آپ کی حیاتِ مبارکہ میں طلبہ کے لنگر کا تمام تر اہتمام گھر میں تھا---میری والدہ محترمہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا کی صحت جب تک اجازت دیتی رہی، وہ اپنے ہاتھوں سے بڑی شفقت کے ساتھ لنگر کا کام کرتی رہیں---بعدہٗ جب طلبہ کی تعداد میں بہت زیادہ اضافہ ہو گیا، تو معاونت کے لیے ملازمہ کا تقرر کیا گیا مگر خود بھی عمر بھر محض للّٰہیت اور خلوص کے ساتھ فی سبیل اللہ خدمات انجام دیتی رہیں---طلبہ سے حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ والرضوان کی محبت و شفقت کا انھیں اندازہ تھا اور اسی تربیت کا اثر تھا کہ والدہ صاحبہ باوجود اس کے کہ ان کی صحت اجازت نہ دیتی مگر بسترِ علالت پر فراش ہونے تک لنگر وغیرہ کے سلسلے میں خصوصی جائزہ لیتی رہیں---

جن دنوں لنگر پکانے کا سلسلہ گھر میں تھا، ان دنوں گھر میں یا کسی قریبی عزیز کے ہاں کوئی فوتیدگی ہو جاتی، تو حضرت علیہ الرحمہ طلبہ کے لیے باہر سے خصوصی طور پر لنگر کا انتظام کرتے اور فرماتے کہ طلبہ کو کیوں بھوکا رکھا جائے؟---اسی طرح تعزیت کے لیے آنے والے مہمانوں کے لیے خصوصی کھانوں کی بجائے طلبہ کے لیے کھانے پکوا کر صدقہ وخیرات کا اہتمام فرماتے---

ابتدائی دور میں دارالعلوم کے وسائل اس بات کی اجازت نہ دیتے کہ طلبہ کے لیے ناشتہ کا انتظام کیا جائے، صرف دوپہر اور شام کو دو وقت کا کھانا ملتا---چوں کہ طلبہ کو ناشتہ نہیں ملتا تھا، اس لیے خود آپ نے کبھی ناشتہ نہ کیا بلکہ گھر کے دوسرے افراد کو بھی ان کے تتبع میں یہی عادت تھی---
بعدہٗ ۱۹۷۷ء کی تحریکِ نظامِ مصطفیٰ میں جب آپ کو جیل جانا ہوا، تو وہاں بھی مدرسے ہی کی صورت بن گئی کہ قیدی علماء وطلبہ کو آپ درسِ قرآن کے علاوہ بخاری شریف سبقاً پڑھاتے اور دیگر قیدیوں کو بھی وعظ و نصیحت فرماتے رہے---جیل میں قیدیوں کے لیے صبح کا ناشتہ دیا جاتا---اب یہاں ان قیدیوں کی دل جوئی اور دل داری کے لیے ضروری تھا کہ ان کے ساتھ ناشتے میں شرکت کی جائے،

چناں چہ آپ نے جیل سے پیغام بھجوایا کہ دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف میں بھی طلبہ کے لیے ناشتہ کا انتظام کیا جائے، چناں چہ اگلے دن ہی ناشتہ دیا جانے لگا اور بحمدہ تعالیٰ بدستور یہ سلسلہ جاری ہے---

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز نے عمر بھر اپنے لوازماتِ زندگی کو طلبہ کے لوازماتِ زندگی سے بڑھنے نہیں دیا--- وہ خود کو آخر دم تک طالب علم ہی سمجھتے رہے بلکہ خود کو طلبہ کا خادم گردانتے--- آپ کے متعدد مکاتیب، فتاویٰ اور دارالعلوم کے اشتہارات اس امر پر شاہد ہیں کہ آپ اپنے دستخطوں کے ساتھ ''خادم الطلبہ'' کے الفاظ تحریر کرتے---

کسی کے ہاں کھانے میں مدعو ہوتے تو ساتھی طلبہ کو ساتھ بٹھا کر ایک ہی پلیٹ میں کھانا تناول فرماتے اور خود آہستہ رفتار سے کھاتے کہ کہیں طالب علم بھوکا نہ رہ جائے---اگر طلبہ کے بٹھانے کا الگ انتظام ہوتا تو اس بات کا خیال رکھتے کہ ساتھی طلبہ کو کیا کھلایا جا رہا ہے؟ اگر اپنا کھانا طلبہ کے کھانے سے ممتاز پاتے تو اہلِ خانہ کی اجازت سے اپنے کھانے میں سب کو شریک کر لیتے--- آپ کے اس عمل سے اہلِ خانہ پر یہ اثر ہوتا کہ آئندہ کبھی دعوت کرتے تو طلبہ کے لیے بھی اچھے کھانے کا اہتمام کیا جاتا---

طلبہ سے محبت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب آپ کو حرمین شریفین کی حاضری نصیب ہوتی تو وہاں سے اپنے مکاتیب میں طلبہ کرام کو خصوصی سلام ضرور تحریر فرماتے اور ان کی خیریت دریافت کرتے--- بلکہ اگر کوئی طالب علم خط لکھتا تو اپنی تمام تر مصروفیات اور کثرتِ خطوط کے باوجود اسے جواب ضرور مرحمت فرماتے--- واپسی پر آبِ زم زم کے علاوہ مدینہ منورہ کی کھجوریں طلبہ کے لیے ضرور لاتے--- کبھی کبھی ذہین، محنتی اور مستحق طلبہ کے لیے ٹوپیاں، توپ (لمبے کرتے)، رومال، دستار یا اسی نوعیت کا کوئی اور تحفہ لاتے---اس سلسلے میں وہ طلبہ کی پسند اور ناپسند کا بھی بڑا لحاظ رکھتے---

۱۹۶۰ء میں پہلی مرتبہ جب عازمِ حج ہوئے تو یہ طے پایا کہ فارغ التحصیل طلبہ کو مدرسہ کی طرف سے جو دستاریں دی جاتی ہیں، وہ وہاں سے خریدی جائیں---اس مقصد کے لیے رقم بھی قانونی طریقے سے ساتھ لے گئے--- چناں چہ درخواست جمع کراتے ہوئے رقم ساتھ شامل کر دی گئی--- وہاں سے مندیلیں تو نہ ملیں، البتہ بہترین جاپانی کپڑا مل گیا، جو بعینہٖ مندیلوں ہی کی طرح کا تھا مگر واپسی پر جب آپ نے محسوس کیا کہ بعض طلبہ دورہ حدیث اسے زیادہ پسند نہیں کر رہے تو آپ نے

وہ تمام کپڑا اپنے ذمہ لے کر اس کی قیمت اپنی گرہ سے ادا کر دی[۳] مگر طلبہ کی پسند اور خوشی کا خیال رکھا---
طلبہ سے محبت اس بات سے بھی عیاں ہے کہ آپ جب کبھی سفر سے واپس لوٹتے تو سب سے پہلے طلبہ سے ملتے، پھر گھر تشریف لے جاتے---طلبہ سے خصوصی شفقت کا یہ پہلو بھی تھا کہ وہ ان کی تعلیم کا حرج نہ ہونے دیتے، یہاں تک کہ اپنا ذاتی کام بھی ان سے نہ لیتے، اسی طرح دیگر مدرسین کو بھی یہی تلقین فرماتے---آپ نے ہمیشہ اسباق کی پابندی فرمائی، بلکہ کبھی تعلیمی نظامِ اوقات سے ہٹ کو اوقاتِ رخصت میں بھی درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھتے---تدریس کے لیے انھیں اتنی ہی بے تابی ہوتی، جتنی ایک ماں، بچے کو دودھ پلانے کے لیے بے تاب ہوتی ہے اور طلبہ کو پڑھا کر وہ اتنا ہی مسرور ہوتے، جس قدر ماں بچے کو دودھ پلا کر---انھیں سبق کا ناغہ پسند نہ تھا---اگر علمی یا تبلیغی مشن کے لیے جانا اشد ضروری ہوتا تو آپ پروگرام اس طرح ترتیب دیتے کہ اسباق کا ناغہ نہ ہو اور اگر پھر بھی ناغہ ہو جاتا تو چھٹی کے وقت یا رات کے اوقات میں اس کی تلافی فرما دیتے---بحالتِ علالت بھی ان کا یہی معمول رہا---کبھی ایسا ہوتا کہ مرض کی شدت کے باعث ڈاکٹر کہتے کہ آپ کے لیے آرام ضروری ہے---اگر آپ نے آرام نہ کیا تو بہت خطرے کی بات ہوگی مگر آپ پڑھانے سے باز نہ آتے---آپ فرماتے:

"میں اپنی زندگی کے لیے ان غریب طلبہ کی زندگیاں تباہ نہیں کرنا چاہتا---اگر میں نہیں پڑھاؤں گا، تو میری آرام طلبی ان کے روشن مستقبل کو تاریک کرنے کے مترادف ہوگی---ویسے بھی مطالعہ اور تدریس میری زندگی ہے، مجھے دوا اور آرام سے اتنا سکون نہیں ملتا، جتنا ذکرِ مصطفیٰ ﷺ اور طلبہ کی خدمت سے آرام پہنچتا ہے"---

اسباق سے شغف کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ کے ایک صاحبزادے "محمد اسد اللہ" نوعمری میں وفات پا گئے---صدمے کے اس موقع پر بھی آپ نے سبق کا ناغہ نہ کیا اور جنازہ پڑھا کر مصروفِ تدریس ہو گئے، جب کہ صاحبزادے کی تدفین وغیرہ کی ذمہ داری آپ کے والد ماجد نے نبھائی---[۴]

اس واقعے سے جہاں آپ کی تدریس سے محبت کا پتا چلتا ہے، وہیں آپ کے صبر و استقامت کا بھی اندازہ ہو جاتا ہے---

اسباق کی پابندی جس طرح خود کرتے، اسی طرح طلبہ کو بھی تاکید فرماتے---کسی طالب علم نے

اگر رخصت پر جانا ہوتا، اسے بھی کم سے کم ناغوں کی تاکید کرتے --- رخصتوں کے بارے میں معمول یہ تھا کہ بدھ کو آپ طلبہ کی درخواستیں دیکھتے، جمعرات کو پچھلے پہر تقریروں کی تیاری کی وجہ سے اسباق کی چھٹی ہوتی، اس لیے آپ ۹، ۱۰ بجے تک سبق پڑھا کر بعد میں جانے کی اجازت مرحمت فرماتے --- اس سلسلے میں آپ کے ایک شاگرد مولانا منظور احمد ربانی ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے جمعرات کی صبح چھ بجے سے شام تک رخصت کی درخواست دی، آپ نے ۹ ربجے والی ٹرین کی رخصت عنایت فرمائی --- میں نے عرض کی:

''نو بجے تو شدید گرمی ہو جاتی ہے اور مجھے گرمی بہت زیادہ لگتی ہے'' ---

آپ نے فرمایا:

''مجھے بھی اسی گاڑی سے سفر کرنا ہے، تمھیں مجھ سے زیادہ گرمی لگتی ہے کیا؟'' ---

میں نے خاموشی اختیار کر لی لیکن دل میں موسمی حدت کا خوف رہا --- اگلے دن جمعرات کو کیا دیکھتا ہوں کہ اچانک بادل چھا گئے اور جب نو بجے کی گاڑی کا وقت ہوا، ہلکی ہلکی پھوار پڑنے لگی اور جون، جولائی کے دنوں میں ایک عجیب بہار کا منظر بن گیا --- بوقتِ رخصت مصافحہ کرنے حاضر ہوا تو مسکرا کر فرمایا:

''ربانی! گرمی تو نہیں لگ رہی؟ --- (پھر فرمایا) تمھیں صبح سویرے رخصت نہ دینے کا سبب فقط یہ تھا کہ تمہارے اسباق ضائع نہ ہوں'' --- [۵]

بعینہٖ اس قسم کا ایک واقعہ مولانا محمد صادق نوری پاک پتن شریف نے بھی اپنی یادداشت میں رقم کیا ہے ---

دورانِ تعلیم حضرت سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کا اپنے شاگردوں سے رویہ سخت گیر استاذ کا نہیں بلکہ ایک شفیق باپ کا سا ہوتا --- آپ دوسرے اساتذہ کو بھی اپنے تلامذہ سے شفقت کی تلقین کرتے اور فرماتے:

''یہ غریب طلبہ حصولِ علم کے لیے آتے ہیں، امراء کے بچوں کو تو عیش و عشرت کے مواقع میسر ہیں مگر ان پردیسیوں کا آپ کے بغیر کون ہے؟ --- اگر ہم جلاد بن جائیں تو پھر ان کی زندگیوں میں مایوسیوں اور محرومیوں کے سوا اور کچھ نہ رہے گا --- حکیم مطلق ﷻ بھی تو اپنے محبوبِ کریم ﷺ کو یہی حکم دیتا ہے:

﴿وَ لَوْ کُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِکَ﴾---[۶]

"اگر تم تند مزاج اور سخت دل ہوتے تو وہ ضرور تمہارے ارد گرد سے (پریشان ہو کر) بکھر جاتے"---

تعلیم کے علاوہ طلبہ کی تربیت کا بھی آپ بے حد خیال رکھتے---مثبت اور تعمیری سرگرمیوں کی حوصلہ افزائی فرماتے---اس سلسلے میں مولانا ابوالظفر منظور احمد صدر مدرس جامعہ فریدیہ ساہی وال اپنے دورِ طالب علمی کا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں:

"طالب علمی کے دور میں ہم نے "انجمن حزب الرحمٰن" کی داغ بیل ڈالی، جس کا اصل مقصد طلبہ میں محنت، شعور پیدا کرنا اور کوتاہیوں کو دور کرنا تھا---اس کی منظوری کے لیے جو درخواست لکھی گئی میں نے قبلہ فقیہ اعظم مدظلہ کی خدمتِ عالیہ میں پیش کر کے اجازت لی---مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ آپ نے جواب میں تحریر فرمایا:

اَلْخَیْرُ لَا یُؤَخَّرُ وَ لَا یُنْھٰی عَنْہُ---

"کارِ خیر میں تاخیر اور رکاوٹ نامناسب ہے"---

الحمدللہ! آج انجمن کا عروج آپ کے سامنے ہے"---[۷]

اپنے شاگردوں سے اکثر فرمایا کرتے:

"علم، دنیا کے لیے نہیں، بلکہ خدمتِ دین اور اللہ و رسول (عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم) کو راضی کرنے کی نیت سے حاصل کریں---نیت، صالح اور جذبہ صادق ہو تو پھر آپ پتھر پر بھی بیٹھ جائیں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کو روزی دے گا اور رزق کے دروازے آپ پر کھول دے گا---استقامت علی الشریعت ہی میں کامیابی کا راز مضمر ہے---بس فرمانِ الٰہیہ:

﴿وَ مَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا ο وَّ یَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ﴾---[۸]

"جو شخص اللہ سے ڈرے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے کشادگی کی راہ بنا دے گا اور اسے اس انداز میں رزق عطا فرمائے گا کہ کوئی اس کا گمان بھی نہ کر سکے"---

ہمہ وقت پیشِ نظر رکھیں"---

تربیت ہی کے سلسلے میں مولانا محمد حفیظ نوری، خطیب پاک پتن شریف تحریر کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا:

''بیٹے! میرا طریقہ اپنا لو گے تو کامیاب ہو جاؤ گے''---

عرض کی: ''کون سا؟''---

فرمایا: ''پڑھنا اور پڑھانا''---[۹]

تربیتی حوالے سے حضرت چھوٹی چھوٹی باتوں کا بھی خیال رکھتے --- آپ کاغذ، قلم اور کتاب کے آداب کی ترغیب دیتے --- عمر بھر آپ کا یہ معمول رہا کہ کاغذ وغیرہ کو کتاب کے اوپر رکھ کر نہ لکھتے بلکہ تپائی یا گتے پر رکھ کر تحریر کرتے اور طلبہ کو بھی کتاب پر رکھ کر لکھنے سے منع فرمایا کرتے ---

ملا علی قاری علیہ الرحمہ ''مرقات'' [۱۰] میں اپنے زمانے کے طلبہ کا حال لکھتے ہیں، جو آج کے طلبہ پر بھی صادق آتا ہے کہ وہ جوتا داہنے ہاتھ میں اور کتاب بائیں ہاتھ میں پکڑتے --- حضور سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز طلبہ کو اس عمل سے منع کرتے ---

اسی طرح آپ ایک شفیق باپ کی مانند طلبہ کے حفظانِ صحت کا بھی لحاظ رکھتے --- ہر چند کہ آپ کو طلبہ کا محنت سے پڑھنا پسند تھا لیکن کوئی طالب علم اگر کم روشنی میں یا لیٹ کر پڑھ رہا ہوتا تو اسے بیٹھ کر اور روشنی میں پڑھنے کی تلقین کرتے اور فرماتے:

''اس طرح پڑھنے سے نظر کمزور ہو جاتی ہے''---

اسی طرح راہ چلتے ہوئے آپ راستے کے آداب کی عملی تعلیم دیتے چلے جاتے --- مثلاً اگر کانٹے یا پتھر بکھرے ہوتے تو انھیں راستے سے ہٹا دیتے تا کہ راہ چلنے والوں کو کوئی گزند نہ پہنچے --- کبھی کسی دیہاتی علاقہ میں سفر پر جاتے یا عصر کے بعد سیر کے لیے نکلتے اور کسی ایسے کھیت کے پاس سے گزر ہوتا، جہاں سے گندم کاٹ لی گئی ہو اور ابھی ہل نہ چلائے گئے ہوں تو ساتھی طلبہ کو بڑی احتیاط سے چلنے کی تاکید کرتے اور بتاتے کہ کٹائی کے بعد جڑوں کے اوپر رہ جانے والا ''ناڑ'' اگر پاؤں کو لگ جائے تو بڑا شدید زخم ہو جاتا ہے جو جلدی مندمل نہیں ہونے پاتا --- ایسے موقع پر آپ احتیاط سے چلنے کی تاکید فرماتے --- راستے میں ملنے والے لوگوں کو ''السلام علیکم'' کہنے میں پہل کرتے --- حضرت کی ان باتوں کا طلبہ کے کردار پر بڑا مثبت اثر پڑتا ---

علوم دینیہ میں کمال حاصل کرنے کے لیے گناہوں سے اجتناب، تقویٰ و طہارت اور خشیتِ الٰہی

بے حد ضروری ہے---بغیر اس کے یہ نور حاصل نہیں ہوسکتا:

فَـاِنَّ الْـعِـلْـمَ نُـوْرٌ مِـنَ الـلّٰـهِ

وَ نُـوْرُ الـلّٰـهِ لَا یُـعْـطٰـی لِعَـاصٖ [۱۱]

''بلاشبہ! علم، انوارِ الٰہی میں سے ایک نور ہے اور اللہ کا نور کسی نافرمان کو عطا نہیں ہوتا''---

مشفق و مربی حضرت سیدی فقیہ اعظم علیہ الرحمہ، طلبہ کے احکامِ شریعت میں تساہل یا تعلیم سے تغافل پر ایک ماہر سرجن کا کردار ادا کرتے اور حکمت و موعظت کا پہلو سامنے رکھتے ہوئے اِصلاحِ احوال فرماتے---اس سلسلے میں آپ کا عمل آیت کریمہ:

﴿اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ﴾---[۱۲]

کی تفسیر اور شیخ سعدی کے اس شعر کی تعبیر تھا:

درشتی و نرمی بہم در بہ ست

چوں فاصد کہ جراح و مرہم نہ ست

''سختی اور نرمی (حسبِ حکمت) ملی جلی اچھی ہوتی ہے، جیسا کہ سرجن چیر پھاڑ کرتا ہے تو مرہم بھی رکھتا ہے''---

حضرت سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کی طالب علموں سے کمال شفقت و محبت کا ایک انداز یہ بھی تھا کہ ان کی اپنی نسبی اولاد کے تعلیمی دور میں انھیں مدرسے کے دیگر طلبہ پر کوئی خاص فوقیت یا برتری حاصل نہ تھی---دیگر طلبہ کی طرح انھیں بھی مدرسے کے نظام کی پابندی کرنا پڑتی---آپ نے کسی استاد کو بطورِ خاص اپنی حقیقی اولاد پر خصوصی توجہ دینے کے لیے کبھی نہیں کہا، بلکہ تمام طلبہ پر یکساں محنت اور توجہ کی تاکید فرماتے---کیوں کہ ان کی نظر میں تمام طلبہ ان کی اولاد کی مانند تھے---

دارالعلوم میں تعلیم کے لیے چٹائیاں بچھائی جاتیں اور کلاس میں شریک طلبہ باری مقرر کرکے انھیں بچھانے اور اکٹھا کرکے بحفاظت رکھنے کی ڈیوٹی سرانجام دیتے---طلبہ کی خواہش کے باوجود آپ نے کبھی یہ پسند نہ فرمایا کہ ان کی اولاد کو اس خدمت سے مستثنیٰ کیا جائے---چناں چہ راقم الحروف بہ طیبِ خاطر یہ ڈیوٹی انجام دیتا رہا ہے---

حضرت فقیہ اعظم کی طلبہ کے ساتھ شفقت و محبت کا ایک رنگ یہ بھی تھا کہ کبھی کسی سے رنج یا

ملال کا اظہار فرما لیتے تو پھر اس کی دل جوئی کا بھی پورا پورا اہتمام فرماتے---آپ کے شاگرد مولانا صوفی محمد علی نوری (پناہ گزیں عارف والا) بیان کرتے ہیں:

''مدرسہ کے ابتدائی دور میں ایندھن کے لیے طلبہ کرام ''چھڑیاں'' کاٹنے جاتے--- ایک مرتبہ مغرب کے بعد طلبہ واپس آئے، دروازے کے قریب فقیہ اعظم کو پایا--- مصافحہ کے لیے آگے بڑھے، چند طلبہ سے مصافحہ کرلیا، مگر طبیعت میں چوں کہ نفاست بہت زیادہ تھی، طلبہ کے ہاتھوں پر لگی ہوئی مٹی اور لکڑیوں کی بساند کے باعث آپ نے طلبہ کو مصافحہ سے منع کردیا---اس معمولی واقعے کا ہمارے شفیق آقا فقیہ اعظم پر اتنا اثر ہوا کہ اگلے دن ہی آپ نے تمام طلبہ کے لیے حلوے کی دعوت کا اہتمام کیا اور یوں اپنے رویے پر معذرت کی''---

آپ ذہین اور محنتی طلبہ کا خصوصی خیال رکھتے---مدرسے کے تمام ذہین اور باصلاحیت طالب علم ان کی نظر میں ہوتے، خواہ ان کے اسباق آپ کے پاس ہوتے یا کسی اور استاذ کے پاس--- کبھی کبھی طلبہ کا امتحان بھی لیتے اور ذہین طلبہ کو انعامات سے نوازتے---بالعموم یہ انعام کتابوں کی شکل میں ہوتا---چناں چہ ایسے مواقع پر ''الامن و العلٰی''، ''الکلمة العلیا''، ''حدائق بخشش''، ''الدولة المکیة'' اور ''اطیب البیان'' وغیرہ عنایت فرماتے---ایک مرتبہ میری کلاس کو ''تفسیر الحسنات'' کی جلدیں عطا فرمائیں---

آپ طلبہ کو بلاتے تو اس میں بھی رنگِ الفت نمایاں ہوتا---مبتدی طلبہ کے نام کے ساتھ بھی مولوی صاحب، حافظ صاحب کا اضافہ فرماتے، جس سے طلبہ کی حوصلہ افزائی ہوتی اور وہ مزید محنت اور شوق سے تعلیم پر توجہ دیتے---مولانا زید احمد نوری، شیخ فاضلی (علیہ الرحمہ) رقم طراز ہیں:

''دورانِ تعلیم حضور، مبتدی طلبہ کو بھی اعزاز کے ساتھ پکارتے---اس ادنیٰ ترین غلام کو ''صاحب زادہ صاحب'' اور ''زید، زید مجدۂ'' کہہ کر بلاتے---فراغت کے بعد بھی نہایت کریمانہ انداز سے نوازتے---حضور کے متعدد نوازش نامے میرے پاس محفوظ ہیں---کسی میں ''المحب المخلص ،الخالص الاخص''، کسی میں ''فرزندِ ارجمند''، ''یارِ وفادار مولانا زید، زید حبه و لبه و علمه و عمله'' تحریر فرماتے---شرفِ زیارت کے وقت اکثر اس انداز سے معمول شریف تھا کہ فرماتے:

مولانا زید احمد زید مجدک استودع اللّٰہ جسدک و روحک زادک اللّٰہ شرفا---[۱۳]

اور یہ حضرت کا مستقل معمول تھا کہ جب کوئی عزیز، رشتہ دار، شاگرد، طالب علم، عالم فاضل یا کوئی مرید رخصت کی اجازت لیتا، مصافحہ کے وقت اسی قسم کے دعائیہ الفاظ کہتے:

اَستَودِعُ اللّٰہَ دِینَکَ وَ اِیمَانَکَ وَ جَسَدَکَ وَ رُوحَکَ---

طلبہ کو اعزاز سے پکارنے کے ساتھ ساتھ تربیت کا اہتمام بھی فرماتے---کسی سے نام پوچھتے اور وہ از خود نام کے ساتھ ''حافظ'' یا ''مولوی'' وغیرہ کے لاحقے کا اضافہ کرتا تو حکیمانہ انداز میں اس کی اصلاح فرماتے اور تواضع اور عاجزی کا درس دیتے---

مدارسِ دینیہ کے طلبہ کے علاوہ بھی آپ بچوں اور دیگر تعلیمی اداروں کے طلبہ کے ساتھ خصوصی شفقت سے پیش آتے---آپ کے اس رویے سے اکثر کی تقدیر بدل گئی---مولانا محمد صادق نوری پاک پتنی اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں:

''پہلی مرتبہ جب مجھے بصیر پور آنے کا اتفاق ہوا اور حضرتِ فقیہ اعظم کی خدمت میں حاضری دی، آپ نے دریافت فرمایا، بیٹے! کیا پڑھتے ہو؟---عرض کیا، حضور! سکول پڑھتا ہوں---اس پر عاشقِ رسالت مآب نے فرمایا، تم تو مجھے دینی طالب علموں جیسے نظر آتے ہو---پھر جوشِ کرم میں آ کر فرمایا، میں تجھے علمِ دین سکھاؤں گا---پیکرِ شریعت کے اس فرمان نے میری تقدیر بدل دی---میرے دل میں تعلیمِ دین کا شوق ایسا جاذب ہوا کہ میں باقی سب کچھ بھول گیا---چناں میں نے دارالعلوم حنفیہ فریدیہ میں داخلہ لیا اور بفضلہ تعالیٰ یہیں تکمیل کی''---[۱۴]

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ بعض مدرسین طلبہ کے ساتھ امتیازی سلوک روا رکھتے ہیں---مگر آپ کے ہاں یہ بات نہ تھی---آپ طلبہ کے باہمی معاملات میں عدل و انصاف کے تقاضے پورے کرتے---مولانا محمد صدیق منور (فرید پور جاگیر) بیان کرتے ہیں:

''حضرت فقیہ اعظم نے ہمیشہ دارالعلوم کے مفادات کو مقدم رکھا---اگر طلبہ میں کوئی جھگڑے کی بات ہوتی تو آپ نے کبھی عدل و انصاف کا دامن نہ چھوڑا، اگرچہ منتہی طالب علم ہی کیوں نہ ہوں---اگر کوئی طالب علم چلا گیا، تو جبینِ مقدس پر شکن

نہیں آئی اور جب واپس آیا، تو مہمان سمجھ کر اس کی حوصلہ افزائی فرمائی --- آپ کی شفقت کا یہ ثمر تھا کہ جو کوئی بھی گیا، اس کا دل بے تاب رہا اور اس وقت تک قرار نہ آتا، جب تک واپس آکر زیارت سے مشرف نہ ہو جاتا'' --- [۱۵]

آپ کی خصوصی شفقت کا طلبہ پر خاص اثر ہوتا اور وہ دل سے آپ کو اپنا محسن اور شفیق گردانتے --- یہی وجہ ہے کہ جب آپ کو کوئی تکلیف ہوتی تو طلبہ بھی بے چین ہو جاتے ---

۱۹۵۳ء میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا، حضرت فقیہ اعظم نے تحریک ختم نبوت میں بڑا بھرپور کردار انجام دیا تھا، جس کی پاداش میں آپ کو گرفتار کیا گیا --- گرفتاری کا منظر بھی بڑا رقت آمیز تھا، جب آپ کو پولیس کی گاڑی میں بٹھایا جانے لگا تو آپ نے طلبہ کو محنت سے پڑھنے اور صبر واستقامت اور حوصلے سے رہنے کی تاکید فرمائی --- اس وقت بصیر پور کے عوام کا جوش وخروش اور فقیہ اعظم سے محبت کا رنگ دیدنی تھا --- حدِ نگاہ تک لوگ سڑک پر لیٹ گئے --- ان کا مطالبہ تھا کہ حضرت کو رہا کیا جائے ورنہ ہمارے جسموں کو روند کر ہی حضرت کو لے جانا ہوگا --- کئی گھنٹوں تک جاری رہنے والا یہ مظاہرہ اس وقت ختم ہوا، جب حضرت نے خود باصرار لوگوں کو پیچھے ہٹنے کا حکم دیا --- آپ کی گرفتاری کی خبر دور دور تک پھیل گئی --- ان دنوں ایک لائق وہونہار طالب علم مولوی دل محمد مدرسہ میں پڑھتے تھے، جو فقیہ اعظم کی شفقت ومحبت سے بے حد متاثر تھے --- اتفاق سے گرفتاری کے وقت وہ چھٹی پر تھے، جب گاؤں میں انھیں یہ خبر پہنچی، تو تعجب سے کہنے لگے:

''ہمارے حضرت صاحب کو گرفتار کر لیا گیا ہے، اب ہمارا یہاں رہنے کا کیا کام؟'' ---

یہ کہا اور موقع پر ہی جان، جانِ آفریں کے سپرد کر دی --- انا للّٰہ و انا الیہ رٰجعون [۱۶]

اللہ تعالیٰ اس شہیدِ محبت ووفا کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نچھاور فرمائے ---

فقیہ اعظم کی اپنے طلبہ سے رأفت ورحمت اور شفقت ومحبت کی داستان بڑی طویل ہے --- وہ طلبہ کی تکلیف پر بے چین ہو جاتے، اگر ان پر زیادتی ہوتی تو تلافی کا حق ادا کر دیتے --- اس سلسلے میں ایک واقعہ قابلِ ذکر ہے:

ایک مرتبہ آپ کسی سلسلہ میں لاہور گئے ہوئے تھے، آپ کی عدم موجودگی میں عبدالخالق نامی ایک طالب علم نے کوئی غلطی کی --- اتفاق سے اس وقت حضرت صدر المدرسین مولانا ابوالضیاء محمد باقر نوری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے ہاتھ میں شہتوت کی تازہ چھڑی تھی، جس کے ساتھ آپ نے

اسے سزا دی---سزا اگرچہ مناسب تھی، مگر چھڑی کے چند نشان جسم پر پڑ گئے---واپسی پر حضرت سیدی فقیہ اعظم (قدس سرہ العزیز) کو پتا چلا، تو آپ عبدالخالق کے کمرے میں تشریف لے گئے، ضربوں کے نشان دیکھے، دل جوئی فرمائی---گیارہ بجے کی رخصت ہوئی تو چشم فلک نے ایک عجیب منظر دیکھا---دارالعلوم کے صحن میں تمام طلبہ واساتذہ جمع ہیں---حضرت فقیہ اعظم کے چہرے پر قادری جلال کا رنگ غالب ہے---ایک طرف آپ نے حضرت صدرالمدرسین کو کھڑا کیا تو دوسری طرف عبدالخالق کو---مولانا منیر احمد نوری فرید پوری، جو اس وقت طالب علم تھے اور جس چھڑی کے ساتھ صدر صاحب نے عبدالخالق کو سزا دی تھی، وہ ہی کاٹ کر لائے تھے---آپ نے انھیں حکم دیا کہ اسی قسم کی چھڑی کاٹ لاؤ---وہ چھڑی لائے---آپ نے چھڑی عبدالخالق کے ہاتھ میں تھمائی اور فرمایا:

''جتنی سزا تمھیں دی گئی تھی، اتنی چھڑیاں صدر صاحب کو لگاؤ''---

حضرت صدرالمدرسین نے خود کو سزا کے لیے پیش کر دیا مگر عبدالخالق نے حضرت کی عدل پسندی اور حضرت صدر صاحب کی کمال سعادت مندی سے متاثر ہو کر چھڑی نیچے پھینک دی اور کہا:

''اب میرے دل میں سزا کا کوئی رنج باقی نہیں رہا''---[۱۷]

اس واقعہ سے جہاں حضرت فقیہ اعظم کی طلبہ سے شفقت اور عدل پسندی کی جھلک نظر آتی ہے وہیں حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کے تربیت یافتہ باکمال شاگرد صدرالمدرسین حضرت مولانا ابوالضیاء محمد باقر نوری علیہ الرحمہ کی سعادت مندی بھی عیاں ہے---

حضرت صدر صاحب کوئی معمولی شخصیت نہ تھے---وہ صرف تمام طلبہ ہی کے نہیں بلکہ اکثر اساتذہ کے بھی استاذ تھے---مگر انھوں نے اپنی خفت کا خیال نہ کیا، بلکہ حضرت فقیہ اعظم کی رضا کو ترجیح دیتے ہوئے سر تسلیم خم کر دیا---ان کا پختہ اعتقاد تھا کہ فقیہ اعظم ایسے محسن و شفیق استاذ کی رضا ہی میں دین و دنیا کی سربلندیاں اور سرفرازیاں مضمر ہیں---حضرت سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز ایسے عظیم مربی و شیخ اور حضرت ضیاء العلماء ایسے سعادت مند شاگرد صدیوں بعد ہی پیدا ہوا کرتے ہیں---

حضرت فقیہ اعظم کا طلبہ کے ساتھ ذاتی طور پر بھی یہی معاملہ تھا کہ آپ گاہے گاہے خصوصاً سالانہ تعطیلات کے مواقع پر طلبہ سے فرماتے:

"میں اگر کسی کے ساتھ ناراضی کا اظہار کرتا ہوں یا سزا دیتا ہوں تو فقط اصلاح کے لیے، تربیت کے لیے--- میرے دل میں آپ کا بے حد احترام ہوتا ہے کہ آپ مہمان ہیں رسولِ کریم ﷺ کے--- میرے کسی عمل یا رویے سے کسی کی دل آزاری ہوئی ہو تو مجھے معاف فرما دیا جائے"---

ادھر آپ یہ فرماتے اور ادھر ان کی شفقت سے طلبہ کی گردنیں جھکتی چلی جاتیں اور آنکھوں سے سیلِ اشک رواں ہو جاتا--- مولانا منیر احمد فرید پوری بیان کرتے ہیں:

"سالانہ تعطیلات کے موقع پر دل میں چھٹیوں کی وجہ سے گھر جانے کی بڑی خوشی ہوتی مگر جب حضرت کا الوداعی خطبہ سنتے تو گھر جانے کو دل نہ چاہتا--- آپ کا خطبہ اتنا رقت انگیز اور مؤثر ہوتا کہ تمام طلبہ کی ہچکیاں بندھ جاتیں"---

بالعموم تمام طلبہ کے ساتھ آپ سراپا پیکرِ شفقت و مودّت تو تھے ہی، لیکن سادات کے ساتھ ان کی عقیدت و محبت کا حال دیدنی ہوتا--- عام طلبہ کو آپ مہمانِ رسول ﷺ جانتے اور سادات چوں کہ ہیں ہی اسی خانوادے سے منسوب، اس لیے ان کی تعظیم و تکریم کرتے--- مولانا حافظ محمد فیض الرسول سدیدی خطیب لاہور بیان کرتے ہیں:

"ایک مرتبہ آپ مسجد سے باہر آنے لگے تو ایک طالب علم سید حامد علی شاہ صاحب نے آپ کا جوتا مبارک اٹھا لیا--- حضرت کی نظر پڑی، تو بے حد رنجیدہ ہوئے، جلدی سے جوتا ان کے ہاتھ سے لے لیا اور فرمایا:

"سید صاحب! آپ نے جوتا اٹھا کر اس فقیر کو کیوں گناہ گار کیا--- اب اس کا کفارہ ادا کرنا ہوگا"---

چناں چہ سید طالب علم کا جوتا خود اٹھا کر سیڑھیوں تک لائے"---

آپ سادات طلبہ کو میلاد پاک، گیارھویں شریف اور دیگر تقریبات کے تبرک میں سے دوگنا حصہ دیتے---

حضرت فقیہ اعظم اپنے شاگردوں کو اپنا کنبہ سمجھتے تھے--- ان کے گھریلو مسائل کے حل میں انھیں مدد دیتے اور ان کو اپنے مسائل میں شریک کرتے--- طلبہ کے رنج کو اپنا رنج اور ان کی خوشی کو اپنی خوشی سمجھتے--- بالعموم آپ بیاہ شادی کی تقریبات میں بہت کم شرکت کرتے، مگر جب کوئی طالب علم اپنی شادی میں شمولیت کی دعوت دیتا اور اصرار کرتا تو آپ اس کی دل جوئی کرتے ہوئے

شمولیت کا وعدہ فرما لیتے مگر یہ تاکید کر دیتے کہ وہاں خلافِ شرع کوئی کام نہ ہو--- وعدہ کی پاس داری کے لیے اپنے مفادات تک کو قربان کر دیتے--- چناں چہ حضرت کے ایک عقیدت مند ماسٹر محمد یاسین صاحب (نئی آبادی بصیر پور) نے مجھے ایک واقعہ بیان کیا:

''ایک بار ایک طالب کی شادی میں آپ نے شمولیت کا وعدہ فرما لیا--- اتفاق سے اسی دن علاقہ کی معروف شخصیت اور بہت بڑے رئیس ملک محمد نور ممبر اسمبلی کا ختم چہلم تھا، ملک صاحب کے خاندان سے حضرت کے مراسم تھے، جنازہ بھی آپ ہی نے پڑھایا تھا، ان کے ورثاء نے ختم میں شمولیت کی درخواست کے ساتھ گاڑی بھجوائی--- مگر آپ نے یہ کہہ کر معذرت کر دی:

''میں پہلے سے ایک غریب طالب علم کے پروگرام میں شرکت کا وعدہ کر چکا ہوں، لہٰذا ختم چہلم میں شرکت سے معذور ہوں''---

اس عمل سے واضح ہو گیا کہ آپ کے دل میں غریب سے غریب طالب علم کی عزت ایک بادشاہ اور جاگیردار سے زیادہ تھی--- امراء سے طبعی طور پر آپ کو لگاؤ نہیں تھا، اس لیے از خود ان کے پاس کبھی نہ جاتے اور نہ ہی زندگی بھر ان سے اپنی ضرورت بیان کی--- البتہ کوئی حاضر ہو جاتا تو حسنِ سلوک سے پیش آتے---

سیدی فقیہ اعظم علیہ الرحمہ والرضوان کی اپنے طلبہ کے ساتھ یہ منفرد شفقتیں ان کے زمانہ تعلیم تک محدود نہ ہوتیں، فراغت کے بعد بھی جاری رہتیں--- اسی وجہ سے ہر کوئی یہی سمجھتا کہ آپ مجھ پر سب سے بڑھ کر شفیق تھے اور آپ کی جتنی عنایات مجھ پر تھیں، اتنی کسی اور پر نہ ہوئیں---

حضرت سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کی طلبہ پر شفقت کے چند پہلو بیان کیے گئے، آپ کی خدامِ دین، علماء، مدرسین، مبلغین سے محبت اور غریبوں، محنت کشوں اور بچوں پر شفقت ایک مستقل مضمون کی متقاضی ہے--- الغرض آپ مہر و مودت اور شفقت و محبت کے پیکر تھے:

یہ قصہ دراز ابھی ناتمام ہے
جو کچھ بیاں ہوا، وہ آغازِ باب تھا

حوالہ جات و حواشی

ا......عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ﷺ قال قال رسول اللّٰه ﷺ شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ

اَلْوَلِیْمَۃِ یُدْعٰی لَھَا الْاَغْنِیَاءُ وَ یُتْرَکُ الْفُقَرَاءُ---

[صحیح بخاری، جلد۲، صفحہ۷۷۱/ صحیح مسلم، جلد۱، صفحہ۴۶۲/ مؤطاامام مالک، صفحہ۵۰۹]

۲......قلمی یادداشت، مولانا عبدالسلام برمی، خطیب کراچی

۳......بیاضِ حضرت سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز

۴......روایت حضرت استاذ العلماء مولانا ابولاسد محمد ہاشم علی نوری دامت برکاتہم

۵......قلمی یادداشت، مولانا منظور احمد ربانی

۶......سورۃ آل عمران، ۳:۱۵۹

۷......قلمی یادداشت، مفتی ابوالظفر منظور احمد، صدرالمدرسین و مفتی جامعہ فریدیہ ساہی وال

۸......سورۃ الطلاق، ۶۵:۳

۹......قلمی یادداشت، مولانا محمد حفیظ نوری، پاک پتن شریف

۱۰......مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، جلد۱، صفحہ۳۵۵

۱۱......تمہید النمارق لمن طالع کنز الدقائق، (مطبوع مع الکنز) صفحہ۱۲

۱۲......سورۃ النحل، ۱۶:۱۲۵

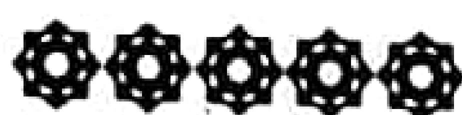
۱۳......قلمی یادوداشت، مولانا زید احمد نوری، شیخ فاضل (بورے والا)

۱۴......قلمی یادداشت مولانا محمد صادق نوری، پاک پتن شریف

۱۵......قلمی یادداشت، مولانا محمد صدیق منور نوری، فرید پور جاگیر

۱۶......یہ واقعہ مولانا ابوالضیاء محمد باقر ضیاء النوری اور مولانا ابوالبقاء محمد حبیب اللہ نوری علیہما الرحمہ کے علاوہ متعدد ثقہ حضرات کی زبانی سنا---

۱۷......یہ واقعہ پہلے پہل حضرت مولانا ابوالبقاء محمد حبیب اللہ نوری علیہ الرحمہ نے مجھے سنایا، ازاں بعد مولانا عبدالخالق مذکور (حال مقیم مڑھا، بصیر پور) اور مولانا منیر احمد نوری فرید پوری سے سنا، پھر حضرت مولانا ابوالضیاء محمد باقر نوری علیہ الرحمہ نے بھی اس کی تصدیق فرمائی---



اعرابی نے جواب دیا: صرف تین حدیثیں، ایک تو

عن النبی ﷺ کان یحب الحلوی و العسل---

"یعنی نبی اکرم ﷺ حلوا اور شہد کو پسند فرمایا کرتے تھے"---

دوسری حدیث:

اذا وضع العشاء و حضرت الصلوۃ فابدوا بالعشاء---

"یعنی جب رات کا کھانا دسترخوان پر آجائے تو پہلے کھانا کھالینا چاہیے"---

تیسری حدیث:

لیس من البر الصیام فی السفر---

"یعنی سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے"---

اعرابی کا یہ جواب سن کر امام ممدوح اور حاضرینِ درس گاہ ہنس پڑے۔[مستطرف، جلد۲، صفحہ۲۲۶]

- ایک بدوی چور، جس کا نام موسیٰ تھا، کسی کی درہم بھری ہوئی تھیلی چرا کر مسجد میں گیا اور تھیلی ہاتھ میں لے کر آستین میں چھپائے ہوئے جماعت میں داخل ہوگیا۔ اتفاق سے امام صاحب نے الحمد کے بعد یہ آیت پڑھی ﴿و ما تلک بیمینک یا موسیٰ﴾ وہ تھیلی پھینک کر مسجد سے بھاگا اور کہا:

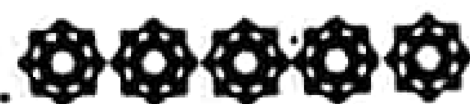
"اے امام! خدا کی قسم تو تو یقیناً جادوگر ہے"---[مستطرف، جلد۲، صفحہ۲۲۶]

- ایک مہمل گو شاعر نے حضرت مولانا جامی علیہ الرحمہ کے پاس آکر پہلے اپنی مہمل اور بے تکی شاعری سے علامہ ممدوح کا دماغ چاٹ ڈالا اور آپ اَخلاقاً صبر کے ساتھ اس کے اَشعار سنتے رہے، پھر اس نے فخریہ لہجے میں کہا:

"رات خواب میں حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت ہوئی اور انھوں نے میرے منہ میں لعابِ دہن ڈالا"---

حضرت مولانا جامی علیہ الرحمہ نے فرمایا:

"تمھیں غلط فہمی ہوئی، وہ تمہارے منہ پر تھوکنے کے لیے آئے تھے، تم نے منہ کھول دیا اور تھوک منہ میں جا پڑا"---[علمی لطائف، صفحہ۱۰۵، روحانی حکایات]



فقیہ یسر

فقیہ اعظم کانفرنس (۱۹۹۲ء) الحمراء ہال، لاہور میں
علامہ غلام رسول سعیدی (شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ کراچی) کا خطاب

نحمده و نصلی و نسلم علی رسوله الکریم اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ان الذین آمنوا و عملوا الصٰلحٰت سیجعل لهم الرحمٰن ودّا صدق اللّٰہ مولانا العلی العظیم و صدق رسوله النبی الکریم و نحن علی ذلک لمن الشاهدین و الشاکرین و الحمد للّٰہ رب العالمین

اللهم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علٰی آل سیدنا و مولانا محمد و اصحاب سیدنا و مولانا محمد و بارک وسلم و صل علیه

الصلٰوة و السلام علیک یا رسول اللّٰہ
الصلٰوة و السلام علیک یا نبی اللّٰہ
الصلٰوة و السلام علیک یا حبیب اللّٰہ

حضرت صاحب الصدارة وصاحب السیادۃ استاذ العلماء علامہ محمد محب اللہ صاحب نوری دام لطفہ اور میرے استاذ محترم مفتی محمد حسین صاحب نعیمی متعنا اللّٰہ تعالٰی بفیوضھم ودیگر علماء کرام، دانش وران عظام اور معزز سامعین! قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ جس کو میں نے تلاوت کرنے کا شرف حاصل کیا ہے، اس میں اللہ عزوجل کا ارشاد ہے کہ ایمان والوں اور عمل صالح کرنے والوں کی محبت، اللہ تبارک وتعالٰی لوگوں کے دلوں میں پیدا کر دیتا ہے اور کسی مرد صالح کی عبادات، اس کی نیکیوں اور اس کی حسنات کی اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں مقبول ہونے کی ایک یہ علامت بھی ہوتی ہے کہ اللہ تبارک وتعالٰی لوگوں کے دلوں میں اس کی والہانہ محبت پیدا کر دیتا ہے۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ اس دور میں جب کہ لوگ مادی عیش وعشرت کے دلدادہ ہیں اور دینی مجالس اور دینی محفلوں کی رونقیں اجڑ چکی ہیں، ایسے ماحول کے اندر اس ہال کے اندر حضرت فقیہ اعظم رحمہ اللہ تعالٰی کے نام پر اتنا عظیم اجتماع کہ ہال کھچا کھچ بھرا ہوا ہے اور باہر بھی بے شمار آپ کے دیوانے مضطرب اور بے چین پھر رہے ہیں جنہیں ہال میں بیٹھنے کی جگہ نہیں مل سکی۔ یہ اس بات کی شہادت دیتا ہے اور اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالٰی کے نزدیک آپ کی تمام حسنات مقبول ہو چکی ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالٰی جس شخص سے محبت کرتا ہے، تو جبریل امین سے اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے کہ آسمان والوں کے دلوں میں اس کی محبت پیدا کر دے اور پھر فرماتا ہے کہ زمین والوں کے دلوں کے اندر اس کی محبت پیدا کر دے تو کسی مرد صالح کی محبت کا لوگوں کے دلوں کے اندر پیدا ہو جانا، اس بات کی دلیل ہوتا ہے کہ اللہ تعالٰی کے نزدیک وہ مقبول ہو چکا ہے اور اللہ کے نزدیک وہ محبوب ہو چکا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے سامنے سے ایک جنازہ گزرا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کی تعریف کی، اس کی نیکیاں بیان کیں تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''وَجَبَتْ'' تم نے جو اس کی ستائش وتعریف کی ہے، وہ تعریف اس کے حق میں واجب ہو گئی۔

''انتم شهداء اللّٰه على الارض'' تم زمین کے اوپر اللہ کے گواہ ہو۔

آپ دیکھیے کہ ہم نے حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ نہیں پایا، ہم نے حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا، ہم نے ان کی ولایت کو جانا ہے تو لوگوں کی گواہیوں سے جانا ہے، جو تواتر سے منقول ہیں اور چلی آرہی ہیں اور ان کی نیکیوں پر شہادت دیتی ہیں۔ تو مسلمانوں کا کسی کی نیکی اور تقویٰ

کے اوپر گواہی دینا، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اللہ کے نزدیک مقبول اور محبوب ہو چکا ہے۔

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی:

و اجعل لی لسان صدق فی الاخرین---

''اے بار الہ! آنے والی نسلوں کے اندر میرا ذکر نیکی کے ساتھ جاری کر دینا''---

جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا کی اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کی تمام نسلوں کے اندر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر جاری کر دیا، اسی طریقے سے اولیاء محدثین کا اور علماء ربانیین کا بھی مرتبہ اور مقام ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے ذکر خیر کو بھی بعد کی نسلوں میں جاری کر دیا اور ہم نے حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ مرتبہ اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اس دور کے اندر اور ایسے ماحول اور ایسے وقت میں کہ جب لوگ دین سے بے گانہ ہو چکے ہیں، وعظ کی محفلیں ویران ہو چکی ہیں، ایسے وقت میں اس ہال کے اندر اتنا عظیم اجتماع اس بات کی گواہی اور شہادت دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کی حسنات مقبول ہو چکی ہیں اور ان کا ذکر خیر اللہ تبارک وتعالیٰ نے جاری کر دیا ہے۔

اس تمہید کے بعد میں آپ کے سامنے حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عظیم فتاویٰ نوریہ کی چند خصوصیات کا ذکر کرنا چاہتا ہوں، جس سے آپ کو مکمل آگاہی تو نہیں ہو سکتی، لیکن اس کی ایک جھلک اور اس کا ایک اندازہ ضرور ان شاء اللہ آپ کو ہو جائے گا۔

عام طور پر جو لوگ فتویٰ دیتے ہیں، تو درمختار، شامی یا عالمگیری کی عبارتوں کو نقل کر کے وہ فتوے کو جاری کر دیتے ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ یہ کوئی غلط طریقہ یا معیوب طریقہ ہے، لیکن یہ ہماری سہل پسندی ہے اور ہمارا کوشش کو کم کرنا اور زیادہ سعی سے کام نہ لینا ہے کہ جب ہم فتوے دیتے ہیں تو شامی یا عالمگیری کے حوالوں پر اکتفا کرتے ہیں اور اسی سے فتویٰ دیتے ہیں۔ عام طور پر ہمارے ہاں یہی ہوتا ہے کہ فقہاء کی عبارات کو نقل کر کے فتویٰ دے دیا جاتا ہے، لیکن میں نے فتاویٰ نوریہ کی چھ جلدوں کا جستہ جستہ مطالعہ کیا، اس سے مجھ پر یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ جب بھی آپ سے کوئی سوال کیا گیا، تو آپ نے صرف یہ نہیں کیا کہ شامی یا عالمگیری کی عبارتوں کو نقل کر دیں، بلکہ آپ سب سے پہلے یہ دیکھتے کہ اس سوال کے جواب میں ہمیں قرآن مجید سے کہاں روشنی ملتی ہے، آپ قرآن مجید کی آیت کو نقل کرتے، اس سے اولاً استدلال کرتے اور قرآن مجید کی آیت کو پیش کرنے کے بعد آپ پھر احادیث کے ذخیرے کی طرف نظر ڈالتے، احادیث کو بیان کرتے

اور صرف احادیث کو نقل نہیں کرتے، ان احادیث کی سند کی قوت اور استحکام کا بھی ذکر کرتے ہیں کہ میں نے جو احادیث نقل کی ہیں ان میں کوئی ضعیف حدیث نہیں ہے بلکہ اس کو فلاں فلاں محدث نے صحیح قرار دیا ہے اور انہوں نے ان احادیث کی قوت کو بیان کیا ہے۔ پھر اس کے بعد آثار صحابہ کو نقل کرتے ہیں اور جب فقہاء کی عبارات نقل کرنے کی طرف آتے ہیں تو وہاں بھی ہماری طرح سہل پسندی سے کام نہیں لیتے، بلکہ سب سے پہلے آپ کتب ظاہر الروایہ کی طرف نظر ڈالتے۔ مبسوط، زیادات، جامع صغیر، جامع کبیر، سیر صغیر، سیر کبیر سے ظاہر الروایہ کی ان عبارات کا حوالہ دیتے ہیں، پھر اس کے بعد آپ الاقدم فالاقدم کے اعتبار سے فتاویٰ قاضی خاں کی طرف رجوع کرتے ہیں، مبسوط سرخسی کی طرف رجوع کرتے ہیں، جو قدیم کتابیں اور جو ماخذ کی حیثیت رکھتی ہیں، ان کے حوالے پیش کرتے ہیں۔ ایک تو یہ خصوصیت ہے فتاویٰ نوریہ کی کہ اس کے اندر آپ صرف شامی یا عالمگیری کی عبارتوں کی نقل نہیں کرتے، بلکہ جو اسلام کے صحیح اور اوّلین ماخذ ہیں، ان کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ دوسری بات جو میں نے محسوس کی، وہ یہ ہے کہ آپ فقیہ یسر تھے۔ آپ نے امت مسلمہ کے عمل کرنے کے لیے دین کے اندر آسانی اور سہولت کو تلاش کیا اور امت کے عمل کرنے کے لیے آپ نے آسان راہیں بیان کیں۔ دین کو مشکل اور ناقابل فہم نہیں بنایا۔ قرآن مجید میں ہے:

و ما جعل علیکم فی الدین من حرج---

"اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمہارے لیے دین میں تنگی نہیں رکھی"---

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

الدین یسر---

"دین آسان ہے"---

صحیح بخاری میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت سیدنا ابوموسیٰ اور حضرت سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو یمن میں بھیجا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

یسرا و لا تعسرا---

"تم لوگوں کو آسان احکام بیان کرنا، انہیں مشکل میں نہ ڈالنا"---

بشرا و لا تنفرا---

''لوگوں کو بشارتیں دینا تم لوگوں کو متنفر اور متوحش نہ کرنا''---

لہٰذا نبی کریم ﷺ کا، قرآن مجید کا اور اللہ تعالیٰ کا منشا یہ ہے کہ لوگوں کو عمل کے لیے آسان احکام بتائے جائیں، ان کو مشکل میں نہ ڈالا جائے اور کسی فقیہ کی بڑی خوبی یہ ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے دین اسلام اس طرح پیش کرے کہ اس پر عمل کرنا ان کے لیے دشوار نہ ہو، آسان ہو۔ حضرت فقیہ اعظم کی خوبی اور خصوصیت تھی، اب میں دو تین مثالیں عرض کروں گا کہ حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فتاویٰ، ان کی تعلیمات اور ان کے رشد و ہدایت کے طریقے میں یسر کا پہلو نمایاں نظر آتا ہے۔

آپ دیکھیے ہمارے بہت سارے علماء نے ایلو پیتھک اور ہومیو پیتھک ادویہ کو ناجائز اور حرام قرار دیا، میں یہ نہیں کہتا کہ انھوں نے ایسا کسی کم علمی کی بنا پر یا تنگ نظری کی بنا پر یا جس کو عرف عام کے اندر دقیانوسی کہا جاتا ہے، اس بنا پر کیا، نہیں، انھوں نے جو کچھ کہا، ان کے پیش نظر بھی دلائل تھے، خدا خوفی تھی، للّٰہیت تھی، خشیت الٰہی تھی۔ اس کے پیش نظر انہوں نے یہ بات کہی، ایلو پیتھک کی جو ادویات ہوتی ہیں، وہ خشک دوائیں ہوں یا مائع دوائیں ہوں، تو ان سب کے اندر الکحل کا عنصر موجود ہوتا ہے۔ اس بنا پر انہوں نے اس کو ناجائز قرار دے دیا اور انہوں نے یہ کہا کہ ڈاکٹری دوائیں، خواہ وہ ہومیو پیتھک کی ہوں یا ایلو پیتھک کی ہوں، ان کا استعمال حرام اور ناجائز ہے اور ظاہر ہے جو آدمی حرام کا مرتکب ہوگا، وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوگا۔ تو یہ انہوں نے فتویٰ دیا اور میں یہ نہیں کہوں گا کہ اس جگہ پر اور اس مقام پر کہ انہوں نے کسی تنگ نظری کی بنا پر ایسا کیا، ان کے پیش نظر بھی دلائل تھے، خدا خوفی تھی، خشیت الٰہی کا جذبہ موجود تھا، اس وجہ سے انہوں نے ایسا کیا، لیکن حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس فتوے پر نظر ڈالی اور اس قول پر اور وہ قول بھی حدیث پر مبنی ہے۔ حدیث یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

انما حرمت الخمر لعینها و المسکر من کل شراب---

''خمر تو بعینہٖ حرام ہے اور خمر کے علاوہ ہر وہ چیز جو نشہ آور ہو وہ حرام ہے''---

خمر کسے کہتے ہیں؟ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ خمر کہتے ہیں انگور کا وہ کچا شیرہ، جو پڑے پڑے جھاگ چھوڑ دے اور سڑ جائے، اس سے بدبو آنے لگے، یہ خمر ہے۔ اس کا تو ایک قطرہ بھی حرام اور نجس ہے اور اس کے بعد حضور ﷺ فرماتے ہیں:

و المسکر من کل شراب---

''ہر وہ مشروب جو کہ نشہ آور ہو، یعنی جس مقدار کے اندر وہ نشہ آور ہے، اس مقدار کے اندر وہ حرام ہوگا''---

اور جب وہ اس مقدار سے کم ہوگا، پھر وہ حرام نہیں ہوگا اور الکحل کی جتنی مقدار ایلو پیتھک ادویات میں شامل کی جاتی ہے اور جتنی مقدار مریض پیتا ہے، اس کے اندر اس کے قطرے ہوتے ہیں اور وہ چند قطرے ہرگز نشہ آور نہیں۔ تو اس بنا پر فقیہ اعظم نے حضرت امام ابوحنیفہ کے قول پر فتویٰ دیا اور حضرت فقیہ اعظم نے امام ابوحنیفہ کے اس اصول کے مطابق جو حدیث پر مبنی ہے، یہ فرمایا کہ ایلو پیتھک دواؤں میں چوں کہ الکحل کے صرف چند قطرے شامل ہوتے ہیں اور وہ چند قطرے خواہ وہ پرفیوم کے اندر ہوں یا وہ ایلو پیتھک دواؤں کے اندر ہوں یا وہ ہومیو پیتھک ادویات کے اندر ہوں، وہ ہرگز نشہ آور نہیں ہوتے اور پھر اس کے اندر دوسرے طبی اجزاء بھی شامل ہوتے ہیں، آپ دیکھیں، اگر خمر کے اندر نمک شامل کر دیا جائے، تو پھر وہ خمر بھی خمر نہیں رہتی، وہ سرکہ ہو جاتی ہے اور وہ حلال اور طیب ہے۔ تو اس بنا پر حضرت فقیہ اعظم نے امت کی آسانی کے لیے ایلو پیتھک اور ہومیو پیتھک ادویات کو جائز کہا اور یہ بہت بڑی سہولت ہے، جو آپ نے امت مسلمہ کے لیے پیش کر دی۔

اسی طریقے سے ایک مسئلہ تھا، عطیۂ خون اور انتقال خون کا، جب کوئی شخص جاں بہ لب مریض ہو یا کوئی حادثے میں اتنا زخمی ہو جائے کہ اس کے جسم کا بہت سارا خون بہہ جائے، تو اس کی جان بچانے کے لیے، اس کی صحت اور تن درستی کو برقرار رکھنے کے لیے خون دینے کی اشد ضرورت ہو تو بعض علماء نے اس جگہ بھی عطیۂ خون اور انتقال خون کو ناجائز کہا اور ان کے بھی اپنے دلائل تھے اور میں پھر یہاں کہوں گا کہ انھوں نے کسی تنگ نظری کی بنا پر ایسا نہیں کہا، ان کی دین میں اپنی ایک سوچ تھی، اپنی ایک فکر تھی، ان کی اجتہادی بصیرت تھی، لیکن حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ نے یہاں بھی بے شمار فقہی کتابوں کے حوالوں سے اور قرآن مجید کی آیتوں اور احادیث سے استشہاد کر کے یہ بتلایا کہ جان بچانے کے لیے یا کسی کی صحت قائم رکھنے کے لیے خون کا دینا جائز ہے۔ تو آپ نے خون کا عطیہ بھی جائز قرار دیا اور انتقال خون کو بھی جائز قرار دیا۔ تو یہ وہ پہلو ہیں، جو حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ کے فتاوے میں ہم کو نظر آتے ہیں کہ انہوں نے نوع انسانی کی بھلائی کے لیے، مسلمانوں کے لیے دین کو آسان شکل کے اندر پیش کرنے کے لیے اجتہاد کیا۔

میں آپ کے سامنے ایک مثال پیش کرتا ہوں، فقۂ شافعی کے اندر یہ تھا کہ اگر کسی عورت کے ہاں بچہ پیدا ہونے والا ہو اور وہ مر جائے اور اس کے پیٹ میں بچہ زندہ ہو، تو فقہ شافعی کے اندر یہ ہے کہ اس عورت کو اسی طرح دفن کر دیا جائے، پیٹ چاک کر کے بچے کو نہ نکالا جائے اور فقہ حنفی کے اندر یہ گنجائش موجود ہے کہ ایسی صورت میں اس عورت کا پیٹ چاک کر کے بچے کو نکال لیا جائے۔

امام ابو جعفر طحاوی اسی طریقہ سے پیدا ہوئے تھے۔ یہ پہلے شافعی تھے، جب بعد میں انہوں نے کتب شافعیہ کے اندر یہ پڑھا کہ امام شافعی تو اس بات کی اجازت ہی نہیں دیتے کہ مردہ عورت کے پیٹ سے بچے کو نکال لیا جائے، تو انہوں نے کہا کہ:

لا ارضی بمذھب یرضی بموتی---

''میں اس مذہب پر راضی نہیں ہوں جو میری موت پر راضی ہو''---

انھوں نے شافعیت کو چھوڑ دیا اور چونکہ فقہ حنفی پر عمل کر کے ان کی پیدائش عمل میں لائی گئی تھی، تو انہوں نے حنفیت کو اختیار کر لیا۔ اب میں اس مثال کو سامنے رکھ کر یہ بات سمجھانا چاہتا ہوں کہ اگر کوئی آدمی بلڈ کینسر کا مریض ہو، تو اس کی جان بچانے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ اس کے سارے جسم کا خون تبدیل کر دیا جائے یا کوئی اور شخص ہو، جس کی جان بچانے کے لیے اس کے جسم میں کسی دوسرے انسان کا خون پہنچانا ضروری ہو، اس کے بغیر اس کی جان بچ نہ سکتی ہو اور جب اس کی جان بچ جائے تو اسے یہ معلوم ہو کہ اسلام میں تو ایک بیمار شخص کی جان بچانے کے لیے دوسرے آدمی کا خون دینا جائز نہیں ہے، اسلام میں اس کی گنجائش نہیں ہے، تو کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ بھی یہ کہہ دے کہ میں اس مذہب پہ راضی نہیں ہوں، جو میری موت پہ راضی ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی آدمی اسلام کو چھوڑ جائے۔ تو فقیہ اعظم علیہ الرحمہ کی اسلام کے لیے بہت بڑی خدمت ہے اور مسلمانوں پر بہت بڑا احسان ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے یہ مسئلہ بتلایا کہ جان بچانے کے لیے مسلمان کو خون دینا جائز ہے۔ آپ سمجھ نہیں سکتے کہ حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ نے یہ فتویٰ دے کر کتنے مسلمانوں کے ایمان کو بچا لیا ہے، کتنے مسلمانوں کے اسلام کو برقرار رکھا ہے، محفوظ رکھا ہے، انھیں آزمائش میں پڑنے سے بچایا ہے۔

اسی طریقے سے جدید مسائل پر بھی آپ نے بہت غور کیا، ابھی جسٹس گل محمد صاحب آپ کے سامنے لاؤڈ سپیکر پر نماز پڑھنے کا مسئلہ بیان کر رہے تھے، اسی طریقے سے ریل گاڑی میں

اور ہوائی جہاز میں نماز پڑھنے کے مسئلے کو انہوں نے بڑے دلائل کے ساتھ واضح کیا ہے۔ قرآن مجید سے، احادیث سے اور کتب فقہ کے حوالوں سے اس کو ثابت کیا ہے، میں آپ کی تسلی کے لیے صرف قاضی خاں اور عالم گیری وغیرہ کے حوالے سے بتانا چاہتا ہوں کہ جو حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ نے پیش کیے ہیں۔

فتاویٰ نوریہ میں آپ نے معروف کتابوں، فتاویٰ قاضی خاں، عالم گیری اور شامی وغیرہ کے حوالوں سے لکھا کہ اگر کوئی شخص کسی سواری کے اوپر سوار ہو اور اس سواری سے اتر کر نماز پڑھنے میں اس کے سامان کے چوری ہونے کا خدشہ ہو یا اپنی جان کے ضائع ہونے کا خدشہ ہو یا کوئی ایسا آدمی نہ ہو، جو اس کو دوبارہ سواری پر بٹھا سکتا ہو یا قافلے سے بچھڑ جانے کا خدشہ ہو تو وہ اس سواری کے اوپر نماز پڑھ لے گا اور اعادہ نہیں کرے گا۔ اب فقیہ اعظم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''جو آدمی ریل گاڑی کے اندر نماز پڑھ رہا ہے، تو وہ اگر گاڑی سے اتر کر مثلاً چھلانگ لگا کر نماز پڑھتا ہے، تو بتاؤ وہ بچ جائے گا یا مر جائے گا''---

آپ فرماتے ہیں:

''سواری پر جو آدمی نماز پڑھتا ہے، مثلاً جو گھوڑے پر نماز پڑھ رہا ہے یا اونٹ کے اوپر نماز پڑھ رہا ہے تو اس سے اتر کر جو نماز پڑھے گا، اس میں اتنی ہلاکت کا خدشہ نہیں ہے، جتنا چلتی ہوئی ایکسپریس ٹرین یا شالیمار ٹرین سے چھلانگ لگانے میں ہلاکت کا خطرہ ہے۔ تو جب اس سے کم خطرے کی صورت کے اندر فقہاء نے یہ لکھا ہے کہ ایسی صورت میں سواری کے اوپر نماز پڑھ لے اور اعادہ نہیں ہے، تو اس سے زیادہ خطرہ کی صورت میں ریل میں نماز پڑھنا، بطریق اولیٰ جائز ہوگا اور اعادہ نہیں ہوگا''---

بلکہ اس سے بھی آسان صورت جو فقہاء نے لکھی ہے، وہ یہ ہے کہ اس کی سواری کیچڑ کے اندر چل رہی ہے اور اگر وہ سواری سے اتر کر نماز پڑھے گا تو کیچڑ میں اس کے کپڑے متلوث ہونے کا خدشہ ہے، تو ایسی صورت میں فرماتے ہیں کہ سواری پر نماز پڑھ لے اور فقہاء یونہی نہیں کہتے، بلکہ ترمذی شریف کے اندر حدیث ہے، نبی اکرم ﷺ ایک سفر کے اندر سواری پر سوار تھے اور نیچے زمین پر کیچڑ تھی۔ نبی کریم ﷺ نے فرض نماز سواری پر پڑھی، بلکہ جماعت کروائی ہے۔ حدیث شریف ہے:

''حضور اکرم ﷺ رکوع میں کچھ جھکتے تھے اور سجدے میں زیادہ جھکتے تھے، خود

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہے کہ آپ نے سواری کے اوپر فرض نماز پڑھی ہے اور اعادہ کا حکم نہیں دیا، تو اس طرح جدید مسائل میں بھی آپ نے غور کیا"---

جس بات نے مجھے زیادہ متاثر کیا ہے کہ فتاویٰ نوریہ کو پڑھنے کے بعد میں اس کو آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں، وہ یہ ہے کہ دیکھیے ہم جب کسی مخالف سے بات کرتے ہیں، جو دینی مسئلے میں ہمارا مخالف ہوتا ہے، تو ہمارے ذہنوں میں فقط یہ بات ہوتی ہے کہ ہم کسی طریقے سے اس کو ساکت کر دیں، لیکن فقیہ اعظم علیہ الرحمہ کی تحریر سے یہ پتا چلتا ہے کہ ان کے دل میں یہ جذبہ تھا کہ اسے ساکت کرنا مقصود نہیں، بلکہ مقصود یہ ہے کہ حقیقت اس کے دل میں اتر جائے۔ ملا علی قاری نے "شرح فقہ اکبر" کے اندر لکھا ہے کہ امام اعظم علیہ الرحمہ کے فرزند حضرت حماد علیہ الرحمہ نے امام اعظم سے کہا کہ آپ مجھے تو مخالفوں سے مناظرہ کرنے سے روکتے ہیں اور خود آپ مخالفین سے مناظرہ کرتے ہیں، اس کی کیا وجہ ہے؟ تو امام اعظم نے یہ فرمایا:

"بات یہ ہے کہ جب ہم کسی مخالف سے بات کرتے ہیں، تو وہ گفتگو اور مناظرے میں ایسے مرحلے اور ایسی منزل کے اوپر آ جاتا ہے کہ ہمیں یہ خیال ہوتا ہے کہ اب وہ ضد میں آ کر اور ہٹ دھرمی میں آ کر کوئی کلمہ کفر کہہ دے گا (العیاذ باللہ) تو ہم اس کو سنبھال لیتے ہیں، بچا لیتے ہیں، ایسی منزل پر نہیں آنے دیتے اور جب تم کسی سے بات کرتے ہو، تو اسے ساکت کرنا چاہتے ہو، تمہارا منشاء یہ ہوتا ہے کہ کسی طریقے سے یہ کوئی کلمہ کفر یہ کہے، تو وہ بعد میں کافر ہوگا، تم پہلے کافر ہو جاؤ گے"---

تو یہ کوئی بات نہ ہوئی کہ آپ کے دل میں یہ جذبہ ہو کہ آپ کسی کو ساکت کر دیں، بات تو یہ ہے کہ آپ کی بات میں ایسی تاثیر ہو کہ آپ کسی کو حقیقت کا معترف کر دیں۔ تو میں نے دیکھا کہ ماہ نامہ سالک میں حضرت مفتی مسعود علی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک فتویٰ شائع ہوا، وہ انوار العلوم کے مفتی تھے، بہت بڑے عالم تھے، اس کا خلاصہ یہ تھا:

"ایک عیسائیوں کی کمپنی ہے، وہ مسلمانوں کو مسجد بنا کر دینا چاہتی ہے، مفتی مسعود علی علیہ الرحمہ سے جب پوچھا گیا، کیا یہ جائز ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ یہ ٹھیک ہے، اس میں کوئی حرج نہیں ہے، کیوں کہ بیت المقدس کی مسجد بنانا، ان کے نزدیک بھی عبادت ہے، تو ٹھیک ہے"---

یہ فتویٰ اسی ماہ نامہ میں شائع ہوگیا، اب آپ غور کیجیے، فقیہ اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک یہ فتویٰ صحیح نہیں تھا، انہوں نے یہ نہیں کہا کہ یہ فتویٰ غلط ہے۔ ہمارا تو یہ حال ہے کہ اگر کسی نے فتویٰ غلط دے دیا، تو ہم پہلے تو فوراً اسے جاہل بناتے ہیں کہ اس جاہل کو اتنی سمجھ نہیں آئی، فقہ میں تو یہ لکھا ہوا ہے، قرآن مجید میں تو یہ ہے، یہ اس کے خلاف کہہ رہا ہے، یہ تو بالکل جاہل ہے، اسے سمجھ ہی نہیں ہے، اسے فتویٰ دینے کا پتا نہیں ہے۔ حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ نے ایسا نہیں کیا، آپ نے انہیں بہت القاب اور آداب کے ساتھ خط لکھا اور کہا، نیاز مندانہ معروض ہے کہ آپ کا یہ فتویٰ میں نے پڑھا، مجھے اس میں کچھ شکوک وشبہات ہیں۔ شبہ یہ ہے کہ عیسائی تو مشرک ہیں اور قرآن مجید میں ہے:

مَا کَانَ لِلْمُشْرِکِیْنَ اَنْ یَّعْمُرُوْا مَسَاجِدَ اللّٰہِ---

''مشرکوں کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اللہ کی مساجد تعمیر کریں''---

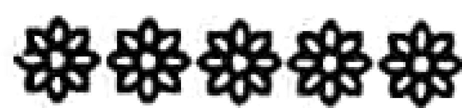
قرآن مجید میں تو ہے:

اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰہِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَ الْیَوْمِ الآخِرِ---

''مسجد بنانا تو صرف ان کا حق ہے، جو اللہ پر ایمان لانے والے ہوں اور آخرت پر ایمان لانے والے ہوں''---

تو آپ براہ کرم میرے ان شکوک کا ازالہ فرمائیں اور حضرت سید مفتی مسعود علی شاہ صاحب بھی بہت بڑے عالم اور خدا کا خوف رکھنے والے اور عالم باللہ تھے، جب انہوں نے قرآن مجید کی یہ آیات دیکھیں، تو بات ان کی سمجھ میں آ گئی، انہوں نے اس کا اعتراف کرلیا اور کہا، جو فتویٰ میں نے دیا، میں اس میں زیادہ غور نہیں کرسکا تھا، آپ نے جو فرمایا ہے، وہ صحیح ہے۔

یہ تو بہت لوگ کر لیتے ہیں کہ کوئی مفتی غلط فتویٰ دے، تو اس کی تردید کریں، اس کی تنسیخ کریں، اس کا رد کریں لیکن اس کو حقیقت کا معترف کرا دینا اور اس کو مائل بہ رجوع کرنا، یہ حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کا ہی کام تھا---

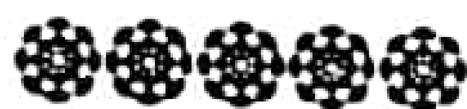


﴿ربنا اغفرلی و لوالدی و للمؤمنین یوم یقوم الحساب o﴾---

''اے ہمارے پالنے والے! جب حساب کا دن قائم ہو (تو شان کریمی سے) مجھے بخش دینا، میرے (پیارے) والدین کو بخش دینا، اور تمام مسلمانوں (مردوں اور عورتوں) کو بخش دینا''---

حضور ﷺ کی سنت مبارکہ اور صحابہ کرام ﷡ کے طریق اور جمہور کے مسلسل اعمال خیر کی وجہ سے حضرت امام عبداللہ بن مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایصال ثواب کو دین کا متفق علیہ مسئلہ قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ اہل اسلام کے درمیان اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

ان گزارشات سے ثابت ہوا کہ مالی عبادات، صدقات و خیرات اور قربانی و عمرہ وغیرہ اگر فوت شدہ مؤمنین اور مؤمنات کی طرف سے کی جائیں، تو یہ شرعاً درست ہیں، ان سے مرحومین کو ثواب پہنچتا رہتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے عذاب سے محفوظ رہتے ہیں۔ یہی رسول اللہ ﷺ کا طریقہ مبارکہ تھا اور اسی کی آپ ﷺ نے اپنی پیاری امت کو تلقین فرمائی۔



وفیات

گزشتہ دنوں وابستگان و محبین دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف میں سے:

مولانا صاحب زادہ محمد فیض المجتبیٰ یزدانی نوری کی زوجہ محترمہ----

خطیب پاکستان مولانا سید محمد محفوظ الحق شاہ، بورے والا کی والدہ محترمہ---

مولانا صفدر حسین صاحب، چوک سکندر کے والد محترم---

میاں محمد رفیق نوری ولد مولانا فضل حق، چک D/70، اڈا جعفر شاہ، پاک پتن شریف کی اہلیہ محترمہ---

حاجی محمد یار، کریانہ مرچنٹ، بصیر پور کی ہمشیر---اور

میاں غلام رسول کھچر (اٹارنی جنرل، چونیاں) بصیر پور کے والد گرامی قضائے الٰہی سے وفات پا گئے---

انا للّٰہ و انا الیه راجعون

جانشین فقیہ اعظم الحاج صاحب زادہ مفتی محمد محب اللہ نوری مدظلہ العالی نے دعا فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرما کر اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل سے نوازے---

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللّٰہ و سلم علیه و علیٰ آله و اصحابه اجمعین



امیر حلقۂ نورانیاں تھے نور اللہ

فقیہ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حضور منقبت کے چند اشعار بصورت ہدیّہ وارمغان پیش کررہا ہوں، منقبت صنعت کے لحاظ سے ترجیع بند ہے---سماعت فرمایئے:

عمید و افسرِ عرفانیاں تھے نور اللہ　　نگارِ کشورِ ایقانیاں تھے نور اللہ
نشانِ مجلسِ سبحانیاں تھے نور اللہ　　فرازِ شمسۂ کیوانیاں تھے نور اللہ
ظہورِ جلوۂ نعمانیاں تھے نور اللہ
امیرِ حلقۂ نورانیاں تھے نور اللہ

ہوا ہے ربِّ دوعالم کا خاص لطفِ عمیم　　لگی ہے بولنے الکن زبانِ عبدِ اثیم
چلی ہے باغِ ارادت میں الفتوں کی شمیم　　بنی زبان کی زینت حدیثِ مردِ کریم
چراغِ محفلِ برہانیاں تھے نور اللہ
امیرِ حلقۂ نورانیاں تھے نور اللہ

سراج علم و عمل ، آفتاب حقانی　　عزیزِ اہلِ ہمم ، موجِ بحرِ عرفانی
امینِ گنجِ معارف ، وقارِ انسانی　　حبیبِ خلق ، مُشیعِ علومِ قرآنی
بہارِ گلشنِ روحانیاں تھے نور اللہ
امیر حلقۂ نورانیاں تھے نور اللہ

منقبت حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ

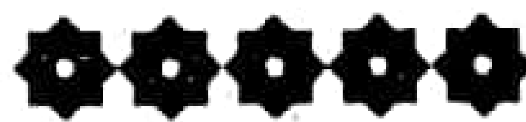
سالانہ عرس مقدس کے موقع پر پیش کی گئی

آستانہ فقیہ اعظم کا ... ہے خزانہ فقیہ اعظم کا
غم کے ماروں کو شاد کرتا ہے ... مسکرانا فقیہ اعظم کا
کتنا کیف و سکون دیتا ہے ... یاد آنا فقیہ اعظم کا
ہے محبّ النبی، محبّ اللہ ... سب گھرانا فقیہ اعظم کا
عاشقوں کے جگر پہ لگتا ہے ... ہر نشانہ فقیہ اعظم کا
مرغ و ماہی سے بڑھ کے ہے ہم کو ... آب و دانہ فقیہ اعظم کا
یا الٰہی! سدا رہے آباد ... آستانہ فقیہ اعظم کا
سب مریدوں کے قلب میں اب بھی ... ہے ٹھکانہ فقیہ اعظم کا
علم و عرفان و فضل میں رُتبہ ... ہے یگانہ فقیہ اعظم کا
جس کو دیکھو دیارِ نسبت میں ... ہے دِوانہ فقیہ اعظم کا
نام شوق و ادب سے لیتا ہے ... کُل زمانہ فقیہ اعظم کا

مرکزِ جود و فیض ہے فیضانؔ
آشیانہ فقیہ اعظم کا

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

پروفیسر فیض رسول فیضانؔ



منقبت

حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ

خواجۂ ہند وہ دربار ہے اعلیٰ تیرا
کبھی محروم نہیں مانگنے والا تیرا

ہے تیری ذات عجب بحرِ حقیقت پیارے
کسی تیراک نے پایا نہ کنارا تیرا

کیا مہک ہے کہ معطر ہے دماغ عالم
تختۂ گلشن فردوس ہے روضہ تیرا

تیرے ذرّہ پہ معاصی کی گھٹا چھائی ہے
اس طرف بھی کبھی اے مہر ہو جلوہ تیرا

تجھ میں ہیں تربیت خضر کے پیدا آثار
بحر و بر میں ہمیں ملتا ہے سہارا تیرا

پھر مجھے اپنا در پاک دکھا دے پیارے
آنکھیں پرنور ہوں پھر دیکھ کے جلوہ تیرا

ظل حق غوث پہ، ہے غوث کا سایہ تجھ پر
سایہ گستر سر خدام پہ سایہ تیرا

تجھ کو بغداد سے حاصل ہوئی وہ شانِ رفیع
دنگ رہ جاتے ہیں سب دیکھ کے رتبہ تیرا

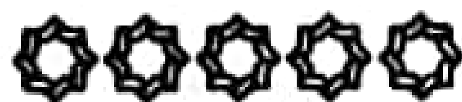
کیوں نہ بغداد میں جاری ہو ترا چشمۂ فیض
بحر بغداد ہی کی نہر ہے دریا تیرا

کرسی ڈالی تری تخت شہ جیلاں کے حضور
کتنا اونچا کیا اللہ ﷻ نے پایا تیرا

جب سے تو نے قدمِ غوث لیا ہے سر پر
اولیاء سر پہ قدم لیتے ہیں شاہا تیرا

محی دیں غوث ہیں اور خواجہ معین الدین ہے
اے حسنؔ کیوں نہ ہو محفوظ عقیدہ تیرا

مولانا حسن رضا خاں علیہ الرحمہ



اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَہٗ

حجۃ الاسلام فقیہ اعظم حضرت علامہ مولانا مفتی پیر

محمد نور اللہ قادری اشرفی نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

قرآنی مادہ ہائے تاریخ وصال

سال وصال:	۱۴۰۳ھ	۱۹۸۳ء

﴿ثَمَرٰتُ کُلِّ شَیْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا﴾---[القصص]

۱۹۸۳ء

﴿وَ طَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ وَّ ظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ﴾---[الواقعہ]

۱۹۸۳ء

"حدائقِ جمالِ فقیہِ اعظم"

۱۴۰۳ھ

"روشنیٔ تذکرہ محمد"

۱۹۸۳ء

"لمعانِ معروف و خیر"

۱۴۰۳ھ

"بیش قیمت گوہرِ فیض"

۱۹۸۳ء

"بابِ زیب و مجد و فضیلت"

۱۴۰۳ھ

"جلوۂ باغِ علم و معرفت"

۱۹۸۳ء

قطعہ تاریخ (سال وصال)

اجل مفتیٔ دینِ خیر الوریٰ
مہِ دانش و علم و تحقیق تھا
بصیرت میں بالاتر اس کا مقام
فقاہت میں بھی اس کا درجہ بڑا